

بسم اللہ الرحمن الرحیم



ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشا اللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین



زندگی ایسی کیوں ہے آخر؟ انسان جس چیز سے سب سے زیادہ بھاگتا ہے وہی چیز اس کے مقدر میں آخر کیوں لکھ دی جاتی ہے؟ انسان کو اس کی من چاہی چیزیں کیوں نہیں ملتیں؟ ہر بار زندگی ہمارا امتحان کیوں لیتی ہے؟ ہمیشہ ہی ہمیں کیوں مہمپر و ماہز کرنا پڑتا ہے؟

اس کے ذہن میں اس وقت اس طرح کے بے تحاشا سوالات تھے لیکن فلحال اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ ان کے جواب تلاش کرتا۔ انگلیوں کے درمیان دبی سیگریٹ کو اپنی جوتی سے مسل کر وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب چلا گیا جو کہ اب صرف اس کا ہی کمرہ نہیں رہا تھا بلکہ اس میں کسی "اور" کا بھی اضافہ ہو چکا تھا اور جتنی نفرت اسے اس کسی "اور" سے تھی آج تک اپنی 23 سالہ زندگی میں اور کسی سے نہ ہوئی تھی۔

"آج اتنا کچھ کیوں بن رہا ہے امی؟"

وہ یونیورسٹی سے واپس آکر سیدھا کچن میں آگیا جہاں نانکھ بیگم کام میں مصروف تھیں۔

"بیٹا بریرہ کو دیکھنے کچھ لوگ آرہے ہیں آج۔"

وہ اس کے آگے پانی کا گلاس رکھتے ہوئے بولیں

"لوجی ایک توہر آئے دن بعد گھر میں یہ محفل ضرور لگنی ہوتی ہے۔"

وہ بے زاری سے بولا

"بری بات ہے مصطفیٰ بڑی بہنوں کی طرح ہے تمہاری۔"

وہ اسے ڈپٹے ہوئے بولیں

"رہنے دیں امی میری بہنوں کی تو اللہ کا شکر ہے جوانی میں ہی شادیاں ہو گئیں تھیں جبکہ آپ کی یہ چہیتی تو لگتا ہے بوڑھے ہونے تک کنواری ہی بیٹھی رہے گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا

"ایسے نہیں کہو مصطفیٰ بس دعا کرو۔ میں تو بہت پریشان ہوں اس بچی کے لیے۔ اتنی پیاری بچی ہے پتا نہیں کیوں رشتے میں اتنی رکاوٹ آرہی ہے۔"

وہ دکھ سے بولیں

"اللہ کو مانیں امی 28 سال عورت کو آپ بچی کہنا چاہ رہی ہیں؟"

وہ تفخر سے بولا

"نہایت بد تمیز انسان ہو زرا شرم نہیں ہے تم میں۔"

اس کی بات پر وہ غصے میں آگئیں اور کچن سے باہر چلی گئیں۔

"لوجی سچ بات سننے کی تو سکت ہی نہیں ہے لوگوں میں"

بڑبڑاتا ہوا وہ اٹھ کر چلا گیا۔

وہ اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں بریرہ کے کمرے کا کھلا دروازہ دیکھ کر وہیں رک گیا اور دروازے سے اندر جھانکنے لگا۔ سامنے بریرہ ڈریسنگ کے پاس کھڑی ہاتھوں میں چوڑیاں پہن رہی تھی۔ اسفندیار کی موجودگی سے بے خبر تھی وہ۔

"مت کرو اتنا بناؤ سنگھار بریرہ فاروق۔ کسی کام نہیں آنے والا یہ تمہارے۔ خاندان میں تو تمہیں کوئی پسند کرنے نہیں والا اور رہی بات خاندان سے باہر شادی کی تو وہ تو ابا جان ہونے نہیں دیں گے۔ اس لیے بھول جاؤ کہ تمہاری بھی کبھی شادی ہوگی یا تم بھی کبھی خشگوار زندگی گزارو گی۔۔"

چہرے پر دل جلا دینے والی مسکراہٹ سجائے وہ بڑے آرام سے اس پر اپنے طنز کے تیر چلا رہا تھا۔

"تمہیں میری فکر میں گھلنے کی ضرورت نہیں ہے مصطفیٰ اپنے کام سے کام رکھو۔"
اس طرح کے طنز سننے کی تو وہ بچپن سے عادی تھی اس لیے بغیر کوئی اثر لیے ہوئے بولی

"خیر فکر تو مجھے تمہاری نہیں صرف اپنی ہی ہے آخر کو تم خاندان کی آخری لڑکی ہو جس کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی بلکہ شادی تو دور کی بات تمہاری تو کہیں رشتہ بھی تہ نہیں ہو پایا اور جس طرح سے تم عمر رسیدہ خاتون بنتی جا رہی ہو مجھے نہیں لگتا کہ آئندہ مستقبل میں بھی تمہاری شادی ہو۔۔۔۔۔۔"

اس کی بات سچ میں ہی تھی کہ وہ غصے سے اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی

"تمہارا ان سب باتوں سے کوئی لینا دینا نہیں ہے بہتر ہو گا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ۔"

وہ اپنا غصہ بمشکل ضبط کرتے ہوئے بولی

"ارے میرا کوئی لینا دینا کیوں نہیں ہے اس بات سے؟ آخر کو جب تک بریرہ نامی بلا اس گھر سے رخصت نہیں ہوگی تب تک میری شادی کیسے ہوگی؟

اب بتاؤ ایسے میں بھی مجھے فکر نہ ہو تو کیا ہو؟"

آنکھوں میں شرارت لیے وہ اسے تنگ کرنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔

اربیہ جانتی تھی کہ مصطفیٰ سے بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا کیونکہ اس نے آج تک بریرہ کے بڑے ہونے کا لحاظ نہیں کیا تھا۔ اس لیے وہ خاموشی سے وہاں سے نکل گئی جبکہ مصطفیٰ اپنے مقصد میں کامیاب ہونے پر گنگنا تا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

بریرہ کالے رنگ کے جوڑے میں ملبوس تھی۔ وہ اپنی عمر سے دو تین سال چھوٹی ہی لگتی تھی لیکن اس کی سانولی رنگت اس کے لیے زندگی بھر کا روگ ہی بن گئی تھی۔ وہ

بد صورت ہر گز نہیں تھی لمبیں بال تیکھے نین نقوش کی حامل تھی لیکن رنگ سے ہر بار مار کھا جایا کرتی تھی۔

ابھی بھی وہ پیاری لگ رہی تھی لیکن رشتے کے لیے آنے والوں نے اس کا رنگ دیکھ کر ہی بری شکلیں بنانا شروع کر دی تھیں اور دوسرا اس کی بڑی عمر پر طنز کرتے وہ وہیں پر انکار کر کہ وہاں سے چلے گئے تھے۔

بریرہ کہ لیے یہ سب کچھ نیا نہیں تھا یہ سب تو اس کے ساتھ شروع سے ہوتا آ رہا تھا۔ یا تو کوئی رشتہ آتا ہی نہیں تھا اور اگر آ بھی جاتا تو اس کی صورت کو نشانہ بنا کر اس کی تذلیل کر کہ اسے رد کر دیا جاتا تھا۔ وہ یہ سب ہمیشہ سے برداشت کرتی آرہی تھی لیکن ہر بار اس کہ دل میں خواہش ہوتی کہ شاید اس بار قسمت بدل جائے مگر ہر بار نئے طریقے سے وہ تکلیف سے دوچار ہوتی تھی۔

ابھی بھی رشتے والے اسے رد کر کہ نکل کر گئے تو وہ بمشکل اپنے آپ پر ضبط کرتی وہاں سے نکلتی چلی گئی وہ اپنے پیچھے اپنے خاندان والوں سے دکھی کلمات نہیں سننا چاہتی تھی اس لیے باہر لان میں لگی اوپر کی طرف جاتی سیڑھیوں پر جا کر بیٹھ گئی اور اپنا سر گھٹنوں

پر رکھ لیا۔ ناچاہنے کے باوجود بھی آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر لڑیوں کی صورت اس کہ
چہرے پر پھلتے چلے گئے۔

ابھی اسے وہاں بیٹھے کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا اور وہ
بغیر دیکھے بھی اچھے سے جانتی تھی کہ وہ اس کہ اکلوتے چچا زاد کہ علاوہ کوئی اور نہیں
ہو سکتا۔

"مت اتنا رویا کرو ڈیئر کزن۔ یہ تو معمول کی بات ہے خود کو اب ان سب کا عادی بنا
بھی لو ابھی تو یہ طنز یہ باتیں ساری زندگی برداشت کرنی ہیں تمہیں۔"
چہرے پر ہمدردی کے تاثرات سجائے مصطفیٰ اس پر ہمیشہ کی طرح طنز کہ تیر چلا رہا
تھا۔

کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ شخص بریرہ سے پانچ سال چھوٹا ہے۔

سراج صاحب لاہور کے ایک پوش علاقے میں رہتے تھے۔ ان کے چار بچے تھے دو بیٹے اور دو ہی بیٹیاں۔ دونوں بیٹیاں بیاہ کر اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہو چکی تھیں جبکہ دونوں بیٹے شادی کے بعد بھی اپنی اولاد کے ساتھ اسی گھر میں مقیم تھے۔ سراج صاحب کا تعلق لاہور سے قریب کسی گاؤں سے تھا جہاں ان کی کافی زمینیں تھیں۔

ان کے سب سے بڑے بیٹے شاہنواز کی تین بیٹیاں تھیں اور دو کی شادی ان کے خاندان میں ہی ہوئی تھی جبکہ تیسری بیٹی ابھی چھوٹی تھی اور سینڈائیئر میں پڑھ رہی تھی۔ ان کا سب سے لاڈلہ اور اکلوتا بیٹا "مصطفیٰ" تھا جو کہ ابھی اپنی تعلیم مکمل کر رہا تھا۔ 23 سالہ مصطفیٰ بلاشبہ بے حد خوبصورت تھا۔ بھوری آنکھیں ستواں ناک اور تیکھے نین نقوش نے اسے خاصہ مغرور بنا دیا تھا۔ کچھ اکلوتے ہونے کے مان نے بھی اسے آسمان پر چڑھا رکھا تھا۔

دوسری طرف سراج صاحب کے چھوٹے بیٹے فاروق کی دو بیٹیاں تھیں۔ بڑی بیٹی کی شادی تو دس سال پہلے ہی ہو چکی تھی جبکہ دوسری بیٹی "بریرہ" کے مقدر تو جیسے کہیں

جاسوئے تھے۔ بریرہ خوبصورت نین نقوش کی مالک تھی لیکن سانولی رنگت کی وجہ سے ہر بار اسے رد کر دیا جاتا تھا۔ خاندان میں کہیں سے بھی اس کے لیے کوئی رشتہ نہیں آتا تھا جبکہ خاندان سے باہر شادی کرنا ان کے گھرانے میں معیوب سمجھا جاتا تھا۔ لڑکی کو اپنے گھر کی دہلیز پر ہی بوڑھا کر دیتے تھے لیکن خاندان سے باہر شادی کا تصور بھی حرام سمجھا جاتا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ بریرہ کی عمر 28 سال ہو چکی تھی لیکن ابھی تک وہ پرانے رواجوں کی زنجیروں میں جکڑی بیٹھی تھی۔ وہ کہیں سے بھی 28 سال کی نہیں لگتی تھی اس کا سراپہ نازک سا تھا لیکن صرف ایک رنگ کا سانولہ ہونا اس کے لیے مصیبت بن گیا تھا۔

ہر وقت کہ طنز و مزاح سے بچنے کے لیے اس نے ایک بینک میں نوکری شروع کر دی تھی جس کی اجازت آغا جان نے اسے بہت مشکل سے دی تھی لیکن اپنے ٹھنڈے مزاج کی وجہ سے بریرہ نے اسے قائل کر ہی لیا تھا۔

وہ صبح نو بجے جاتی اور واپسی اس کی پانچ بجے ہوتی تھی۔ اس وقت میں اسے لگتا جیسے ہر چیز سے ہر طنز سے اس کی جان چھوٹ جاتی تھی۔

ہر آئے دن کوئی نہ کوئی اس کا رشتہ دیکھنے ضرور آتا لیکن ہر بار اس پر کچھڑا چھال کر اس کی عمر اس کے رنگ کا مزاق اڑا کر اسے رد کر کہ چلے جایا کرتے تھے۔

بریرہ کی زندگی میں سب سے بڑا عذاب اس کا اکلوتا تایا زاد "مصطفیٰ" تھا۔ مصطفیٰ بریرہ سے پانچ سال چھوٹا تھا لیکن اس نے کبھی بھی اس کا لحاظ نہیں کیا تھا۔ وہ آتے جاتے اسے طعنے دینا طنز کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا لیکن بریرہ جو اب میں خاموش ہی رہتی تھی۔ لوگوں کہ بے جا طنز نے اسے بالکل ہی خاموش کر دیا تھا۔ کوئی اسے کتنا ہی بے عزت کیوں نہ کر لیتا لیکن وہ ہر بات کا جواب تحمل سے ہی دیا کرتی تھی۔ وقت اور حالات نے اسے بالکل خاموش کر دیا تھا۔

"تم نے قسم کھا رکھی ہے کیا مصطفیٰ کہ ہر جگہ ہر موقع پر بوڑھے باپ کو ذلیل کروا کر ہی چھوڑنا ہے؟"

شاہنواز صاحب لیونگ روم کے بیچ بیچ کھڑے مصطفیٰ کی کلاس لے رہے تھے جو کہ سر جھکائے کھڑا تھا۔

"آج تم مجھے بتا ہی دو آخر تم چاہتے کیا ہو؟ ہر روز تمہارا کوئی نہ کوئی نیا تماشہ ہوتا ہے آخر تم ایک بار ہی مجھے مار کیوں نہیں دیتے؟ یہ روز روز کی تزیل سے اچھا ہے میں ایک ہی دفعہ مر جاؤں۔"

وہ نہایت اشتعال سے بولے تو مصطفیٰ نے فوراً سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا

"ایسی باتیں مت کریں ابو میں۔۔۔"

وہ بے چینی سے بولا لیکن انہوں نے اس کی بات کاٹ دی

"تم جو اسی حرکتیں نہ کرو تو میں بھی ایسی باتیں نہ کروں"

ان کہ غصے سے کہنے پر مصطفیٰ کو بے انتہا شرمندگی ہوئی۔

"سوری ابو میں آئندہ سے کبھی ایسا نہیں کروں گا۔"

وہ شرمندگی سے بولا

سوری تم اس وقت کرنا جب تم واقعی میں شرمندہ ہو۔ میرا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے
سوری مت بول دیا کرو۔"

"میں واقعی ہی میں شرمندہ ہوں ابو۔"

"میں تو جیسے تمہیں جانتا ہی نہیں ہوں نا۔ میری اولاد ہو تم تم سے زیادہ جانتا ہوں
تمہیں۔"

پکڑو یہ چیک اور علاج کرواؤ جا کر اس کا جسے بے دردوں کی طرح پیٹ کر آرہے ہو۔"
وہ اس کی طرف چیک پھینکتے ہوئے غصے سے بولے اور وہاں سے چلے گئے جبکہ مصطفیٰ
بھی سر جھکاتا وہاں سے نکلتا چلا گیا پیچھے سے سب بس تاسف سے اسے دیکھتے رہ گئے۔

یہ تو اس گھر کا روز کا معمول تھا۔ آئے دن مصطفیٰ کی کوئی نہ کوئی نئی غلطی ہوتی اور شاہنواز صاحب یونہی سب کچھ سامنے سے بے عزت کر کے چلے جاتے اور سب بیٹھے دیکھتے رہتے کوئی کچھ نہ بولتا تھا کوئی اسے کچھ نہیں سمجھاتا تھا۔ آغا جان اور دادی جان نے اسے اپنے ہاتھوں کا چھالا بنا رکھا تھا۔ جب شاہنواز صاحب اسے ڈانٹ کر چلے جاتے اور وہ غصے سے گھر سے باہر نکل جاتا یا کھانا چھوڑ دیتا تو وہی دونوں اسے مناتے تھے۔ سب کچھ بے جالا ڈیپار نے اسے بہت بگاڑ رکھا تھا کہ اب وہ بے حد خود سر ہو چکا تھا۔ جسے دل کرتا طنز کرتا بے عزت کرتا۔ جسے دل کرتا مار پیٹ دیتا۔ اس کے دل سے ہر قسم کا ڈر خوف ختم ہو چکا تھا بس شاہنواز صاحب ہی تھے جن سے وہ تھوڑا بہت ڈرتا تھا لیکن آغا جان اور دادی جان کی سپورٹ کی وجہ سے وہ جانتا تھا کہ وہ زیادہ اسے کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔

آج بھی یونیورسٹی میں معمولی سے جھگڑے پر اس نے ایک لڑکے کو اچھا خاصہ مار پیٹ دیا تھا جس کے باعث اس کی حالت خراب ہو گئی تھی اور اب وہ ہسپتال میں داخل تھا۔ شاہنواز صاحب کو جیسے ہی یہ خبر ملی وہ ہمیشہ کی طرح اس پر برس پڑے تھے۔ کچھ دیر

تک تو مصطفیٰ پر ان کی باتوں کا اثر ہوا تھا لیکن کچھ دیر بعد وہ اثر ذائل ہو اور وہ الٹا سب سے ناراض ہو کر گھر سے چلا گیا۔

اسے گھر سے نکلے تین گھنٹے ہو چکے تھے دادی جان کا پریشانی کے مارے برا حال تھا۔ نانکہ بیگم (مصطفیٰ کی امی) رو رو کر نڈھال ہو چکیں تھیں جبکہ آمنہ بیگم (بریرہ کی امی) دعائے مانگ مانگ کر تھک چکیں تھیں۔ بریرہ بھی ابھی ابھی آفس سے واپس آئی تھی اور سب کی پریشان صورتیں دیکھ کر وہ بھی پریشان ہو گئی تھی۔

فارق صاحب بار بار اس کا نمبر ملا رہے تھے جو کہ مسلسل بند جا رہا تھا۔

"بس کرو اس کا نمبر ملانا۔ کہیں نہیں گیا وہ۔ شام سے عمر کے گھر پر موجود ہے۔"

شاہنواز صاحب نے اندر آتے ہوئے اطلاع دی سب کو۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی انہوں نے مصطفیٰ کہ بیسٹ فرینڈ کو کال کی تھی اور ان کی توقع کہ عین مطابق وہ اسی کہ گھر پر موجود تھا۔

"شاہنواز آپ جا کر اسے لے آئیں ناپتا نہیں اس نے اتنی دیر سے کچھ کھایا بھی ہو گیا نہیں؟"

نائکہ بیگم روتے ہوئے بولیں

"یہ آپ لوگوں کی انہیں فضول باتوں نے اس کا دماغ سواتویں آسمان پر چڑھا رکھا ہے۔ بجائے اسے اپنی غلطی پر شرمندہ ہونے کہ وہ الٹا ہم سے ہی ناراض ہو کر بیٹھا ہے۔ خبردار جو کسی نے گھر سے ایک قدم بھی باہر نکالا اسے بلانے کے لیے یاد و بارہ کسی نے اس کا نمبر ڈائل کیا۔"

غصے سے کہتے آخر میں وہ سب کو تنبیہ کرتے وہاں سے نکلتے چلے گئے۔

"آخر تو ہر بار کیوں کرتا ہے ایسا مصطفیٰ؟ کیوں اپنے ابو کو اتنا پریشان کرتا ہے؟"

وہ آرام سے بیٹھا فیس بک پر سکروولنگ کر رہا تھا جب عمر نے اسے سمجھانے کی ناکام کوشش کی۔

"میں کچھ غلط نہیں کرتا انہیں ہی بس میرے ہر کام سے مسئلہ ہوتا ہے۔ میں جو کروں انہیں برا ہی لگتا ہے ہر بات پر روک ٹوک کرنا وہ اپنا فرض سمجھتے ہیں۔"

وہ غصے سے بولا

"اسی بات نہیں ہے مصطفیٰ وہ تجھ سے پیار کرتے ہیں اسی لیے تجھے غلط کاموں سے روکتے ہیں۔ وہ یہ سب روک ٹوک تیری بھلائی کے لیے ہی کرتے ہیں۔"

"وہ مجھ سے بالکل پیار نہیں کرتے انہیں صرف اپنی بیٹیوں اور اپنی بھتیجیوں سے ہی
محبت ہے میرا کوئی خیال نہیں ہے انہیں۔"

"تو غلط سوچ رہا ہے یا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔"

"میں جو بھی سوچ رہا ہوں تجھے اس کے لیے ہلکان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے
اگر تو نہیں چاہتا کہ میں تیرے گھر اور رکوں تو میں چلا جاتا ہوں یہاں سے۔"
غصے سے کہتا گاڑی کی چابی اٹھاتے وہ اٹھ کھڑا ہوا اور عمر کہ ہزار روکنے کے باوجود بھی
وہاں نہیں رکا اور چلا گیا۔

عمر اور مصطفیٰ دونوں سکول کہ زمانے سے دوست تھے۔ عمر بھی اپنے ماں باپ کی اکلوتی
اولاد ہی تھا۔ اس لیے مصطفیٰ کو اپنا بھائی سمجھتا تھا اور مصطفیٰ کے لیے بھی عمر کسی بھائی
سے کم نہیں تھا۔ عمر کا تعلق ایک درمیانے طبقے کے خاندان سے تھا۔ اس کہ والد ایک
سرکاری ملازم تھے لیکن چند سال پہلے ہی وہ ریٹائر ہو چکے تھے جس کی وجہ سے گھر کا

سار ابو جھ عمر کے سر پر آ گیا تھا۔ عمر اپنی تعلیم بھی مکمل کر رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اپنے گھر کی کفالت بھی کرتا تھا۔

ان دونوں کے مزاج میں زمین و آسمان کا فرق تھا مصطفیٰ جتنا جزباتی تھا عمر اتنے ہی ٹھنڈے مزاج کا تھا۔ ہر بار مصطفیٰ کی ہر غلطی کو عمر ہی کو ر کرتا تھا اور اسے سمجھاتا بھی تھا لیکن مصطفیٰ ہر بار اس سے بھی ناراض ہو جایا کرتا تھا لیکن عمر ہر قیمت پر مصطفیٰ کو منالیتا تھا۔

وہ دونوں ہی دو قلب ایک جان تھے۔

عمر کہ گھر سے نکلنے کے بعد کچھ دیر تک وہ یو نہی بے مقصد سڑکوں پر گاڑی دوڑاتا رہا تھا پھر نوبے تک گھر میں داخل ہوا۔

اس کی توقع کے عین مطابق سب لیونگ میں بیٹھے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ جیسے ہی اندر داخل ہوا سب کے گلوں سے سکھ کی سانس خارج ہوئی۔ نائلہ بیگم فوراً اٹھ کر اسے گلے لگیں۔

اس کی نظر شاہنواز صاحب پر پڑی جو لا پرواہی سے ٹی وی دیکھ رہے تھے پھر سب کو نظر انداز کرتا وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"جاؤ بریرہ بیٹا کھانا دیر کر آؤ اسے۔ نجانے بچہ کب سے بھوکا ہے۔"

دادی جان بریرہ کو مخاطب کرتی ہوئیں بولیں

"کوئی ضرورت نہیں ہے اس کے لیے کھانا لے کر جانے کی۔ کوئی محنت مزدوری کر کہ نہیں آیا وہ اگر بھوک لگی ہے تو سب کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائے ورنہ بیٹھا رہے بھوکا۔"

دادی جان کی بات پر شاہنواز صاحب فوراً بولے۔ مصطفیٰ جو کہ ان کے الفاظ سن چکا تھا زور سے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کہ اندر چلا گیا۔

"جاؤ بیاتم سب کے لیے کھانا گاؤ ٹیبل پر۔"

اب کہ وہ بریرہ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولے تو وہ خاموشی سے اٹھ کر چلی گئی۔

کھانا کھا کر سب اب اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔ مصطفیٰ نہ ہی نیچے آیا تھا اور نا ہی کسی نے اسے بلانے کی ہمت کی تھی کیونکہ شاہنواز صاحب نے سختی سے کہہ رکھا تھا کہ کوئی بھی اسے بلانے نہیں جائے گا۔

دوسری طرف بھوک کے مارے مصطفیٰ کا برا حال ہو رہا لیکن خود سے نیچے جانا سے اپنی شان کے خلاف لگ رہا تھا۔ وہ کب سے اس لگائے بیٹھا تھا کہ ابھی کوئی اسے بلانے آئے گا لیکن اپنے ابو کی بات وہ بھی سن چکا تھا اور بخوبی جانتا تھا کہ ان کی بات کوئی نہیں ٹال سکتا۔

پہلے اس کہ دل میں خیال آیا کہ بیا کو میسج کر کہ کھانے کا بول دے لیکن پھر یہ بھی اسے
اپنی شان کے خلاف لگا اور وہ بھوکا بیٹھا رہا۔

رات کہ گیارہ بج رہے تھے بریرہ اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی آفس کا کوئی کام کر رہی
تھی جب اس کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ کچھ حیران ہوتے ہوئے اس نے دروازہ
کھولا تو سامنے شاہنواز ہاتھ میں ٹرے لیے کھڑے تھے۔

"خیریت تایا جان آپ اس وقت؟"

وہ حیران ہوتی ہوئی بولی

"ہاں بیٹا یہ کھانا جا کر اس نالائق کو دے آؤ۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے اس نے شام

سے کچھ نہیں کھایا ہوگا۔"

وہ کھانے کی ٹرے اس کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے بولے تو وہ بس مسکرا کر رہ گئی۔
 وہ جانتی تھی تایاجان جتنی محبت مصطفیٰ سے کرتے ہیں اتنی اور کسی سے نہیں کرتے یہ
 الگ بات ہے کہ وہ کبھی اس پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے لیکن مصطفیٰ کا سب سے
 زیادہ خیال انہیں ہی ہوتا تھا۔

"ٹھیک ہے تایاجان میں دے آتی ہوں۔"

وہ ٹرے پکڑتے ہوئے جانے لگی تو انہوں نے اسے پھر آواز دی۔

"سنو سے یہ مت بتانا کہ یہ کھانا میں نے بھیجا ہے۔"

اس کی بات پر اس نے بمشکل اپنا قہقہہ روکا یعنی وہ اس سے پیار بھی کرتے تھے اس کی
 پرواہ بھی کرتے تھے لیکن اس پر ظاہر بھی نہیں ہونے دینا چاہتے تھے۔

بریرہ نے مصطفیٰ کے کمرے کے دروازے پر دستک دی تو اندر سے کوئی آواز نہیں آئی۔
وہ جانتی تھی وہ کبھی بھی جواب نہیں دے گا اس لیے آہستہ سے دروازہ کھولتے ہوئے
اندر داخل ہو گئی۔

اس کی توقع کے عین مطابق وہ تکیہ میں منہ گھسائے لیٹا ہوا تھا۔ یہ اس کی ناراضگی کا
اظہار تھا۔

"مصطفیٰ اٹھو۔"

بریرہ نے اسے ایک دو بار آواز دی لیکن وہ نہیں اٹھا۔ اسی لیے اس نے آگے بڑھ کر اس
کے ہاتھ سے تکیہ کھینچا جس سے وہ غصے سے اٹھ بیٹھا۔

"کیا مسئلہ ہے کیوں تنگ کر رہی ہو؟"

وہ بے زاری سے بولا

"چلو اٹھ کر کھانا کھاؤ۔"

وہ ٹرے اس کہ سامنے رکھتے ہوئے بولی

"لے جاؤ مجھے کچھ نہیں کھانا۔"

وہ منہ پھیرتے ہوئے بولا حالانکہ بھوک سے جان جا رہی تھی۔

"نخرے مت کرو مجھے اچھی طرح سے پتا ہے کتنے بھوکے ہو تم چلو کھاؤ۔"

وہ روب جھاڑتے ہوئے بولی

"بڑی جلدی خیال آگیا ہے سب کو میری بھوک کا۔ بیٹھے رہتے ابھی بھی سب شاہنواز

صاحب کے خوف سے نیچے اور رہنے دیتے مجھے بھوکا۔"

کھانا اپنے آگے کرتے ہوئے وہ غصے سے بولا

"یہ کھانا شاہنواز صاحب نے ہی تمہارے لیے بھجوا یا ہے اور مجھے منع بھی کیا ہے تمہیں
نابتاؤ۔ اور ویسے بھی میں پاگل تھوڑی نہ ہوں جو تمہارے لیے کھانا لاتی پھروں مجھے کیا
ضرورت پڑی ہے تمہارے بھوک کا خیال کرنے کی۔"

وہ لاپرواہی سے بولی

"یہ کھانا بونے بھجوا یا ہے؟"

ایک لمحے کو اسے ندامت ہوئی

"جی ہاں۔ نہ صرف بھجوا یا ہے بلکہ سب کچھ گرم کر کہ پورا ٹرے بھی انہوں نے ہی بنا
کر دیا ہے میں تو بس ان کے کہنے پر تمہارے لیے لے کر آئی ہوں۔"

وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولی

"دیکھو مصطفیٰ تم کیوں ہر دفعہ تایا ابو کو پریشان کرتے ہو؟ تم اب بڑے ہو گئے ہو بچے نہیں رہے۔ تمہیں چاہیے کہ تم ان کا سہارا بنو بجائے اس کہ کہ تم انہیں پریشان کرو اس عمر میں۔"

وہ خاموشی سے کھانا کھا رہا تھا جب وہ اسے سمجھانے لگی

"تمہیں زیادہ میری ماں بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ مانا کہ عمر میں کافی بڑی ہو تم لیکن مجھے مت سمجھایا کرو ہر وقت۔ کھانا دے دیا ہے نا؟ ہو گیا تمہارا کام اب جاؤ۔"

وہ بے رخی سے بولا تو بریرہ پیر پٹختی ہوئی غصے سے وہاں سے چلی گئی اس شخص سے ہمدردی کرنا اس کی سب سے بڑی بے وقوفی تھی۔

ساری رات سوچ بچار کرنے کے بعد آخر کار مصطفیٰ کو اپنی غلطی کا احساس ہو ہی گیا تھا اس لیے وہ وقت پر ناشتے کی میز پر موجود تھا۔ شاہنواز صاحب اسے نظر انداز کیے اپنے

ناشتے میں مصروف تھے جبکہ باقی سب بھی خاموش تھے۔ کسی نے بھی رات والے واقعے کا ذکر نہیں کیا تھا۔

"میں اپنی غلطی پر شرمندہ ہوں ابو!"

وہ ناشتہ ختم کر کے اٹھ کر جانے والے تھے جب مصطفیٰ کی آواز پر رکیں۔ سب نے حیرت سے مصطفیٰ کی طرف دیکھا جو کہ چہرہ جھکائے بیٹھا تھا۔

"بہت مہربانی تمہاری کہ تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔"

سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ وہاں سے چلے گئے تو مصطفیٰ نے سکھ کی سانس خارج کی اور دادی کے پاس جا کر ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

"ناستایا کر باپ کو اتنا۔ سہارا بن اسکا اب تو بڑا ہو گیا ہے میرا بیٹا۔"

دادی جان اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں

"دادی جان اب آپ بھی مت شروع ہو جائے گا۔ بتایا تو ہے شرمندہ ہوں معافی بھی مانگ لی ہے اب اور کیا کروں؟"

وہ بگڑتے ہوئے بولا

"اچھا اچھا چل ناراض مت ہو۔ یونیورسٹی نہیں جانا آج؟"

وہ موضوع بدلتی ہوئی بولیں

"نادی جان پوری رات سوچ سوچ کر گزار رہی ہے نیند بھی پوری نہیں ہوئی اس لیے آج میں بس سکون سے سوؤں گا اور کچھ نہیں۔"

وہ مزے سے کہتا ہوا وہیں ان کی گود میں آنکھیں بند کیے لیٹا رہا تو وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ اس کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

زینب کالج سے آتے ہی حسب معمول سو گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی آنکھ کھلی تو وہ اپنی کتابیں اٹھاتی لان میں آگئی۔ دسمبر کا مہینہ تھا۔ دوپہر چار بجے کی دھوپ بڑی پر سکون لگ رہی تھی۔ وہ وہیں کتابیں رکھ کر نیچے گھاس پر بیٹھ گئی اور اپنے ٹیسٹ کی تیاری کرنے لگی۔

ابھی اسے بیٹھے کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ باہر بیل بجنے کی آواز آئی۔

"کون مصیبت ہے بھئی زرا جو کوئی سکون سے پڑھنے دے۔"

غصے سے بڑبڑاتے ہوئے وہ دروازے تک گئی اور نہایت ہی غصے سے پوچھا

"کون ہے باہر؟"

انداز پھاڑ کھانے والا تھا

"عمر"

آنے والے کا نام سن کر ایک لمحے کو وہ گڑبڑا گئی اور اسے اپنے لہجے کا احساس ہوا۔

دروازہ کھولتے ہی فوراً سے عمر کو سلام کیا

"کیا حال چال ہے عمر بھائی بڑے دنوں بعد آئے ہیں؟"

اپنے پہلے والے لہجے کا اثر ذائل کرنے کے لیے وہ خوشگواریت سے بولی

"میں ٹھیک ہوں بس مصروف ہوتا ہوں آپ کیسی ہو؟"

عمر نے حسب معمول سر جھکائے دھیمے لہجے میں کہا۔

زینب نے یہ بات بہت دفعہ نوٹ کی تھی کہ وہ جب بھی اس سے مخاطب ہوتا کبھی

نظریں نہیں اٹھاتا تھا۔ اس کی نظریں ہمیشہ ہی جھکی ہوتی تھیں۔

"آنٹی انکل کی طبیعت کیسی ہے؟ اور آپ آجائیں اندر باہر کیوں کھڑے ہیں۔"

وہ کہتے ہوئے سائڈ پر ہو گئی اور اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔

"سب ٹھیک ہیں اللہ کا شکر ہے۔ آپ پلیز مصطفیٰ کو بلا دیں۔"

وہ سنجیدگی سے بولا

"بھائی گدھے گھوڑے سب بیچ کر سو رہے ہیں آپ خود ہی انہیں جا کر جگا دیں۔"

وہ اطلاع دیتے ہوئے بولی تو عمر سر ہلاتے ہوئے اندر چلا گیا۔ ان کے لیے یہ نئی بات نہیں تھی ان دونوں کا ایک دوسرے کے گھر آنا جانا بہت معمول تھا۔

بغیر دروازہ ناک کیے عمر سیدھا مصطفیٰ کے کمرے میں چلا گیا تھا۔ سامنے ہی مصطفیٰ بیڈ پر آڑا تر چھالیٹا دنیا و جہان سے بے خبر سو رہا تھا۔ عمر کہ چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ در آئی تھی۔ اسے اپنا یہ دھوپ چھاؤں جیسا دوست اپنے دل کے بہت قریب لگتا تھا۔ وہ جانتا تھا مصطفیٰ زبان کا جتنا تیز ہے دل سے اتنا ہی صاف و شفاف ہے۔

"اٹھ جاؤ حرام آدمی۔"

عمر اس کے اوپر سے کمبل کھینچتے ہوئے بولا

"کیا مصیبت ہے یار سونے دونا۔"

وہ بے زاری سے بولا

"اٹھ جا مصطفیٰ دیکھ میں ٹیوشن چھوڑ کر تجھ سے ملنے آیا ہوں۔ نا تو یونیورسٹی آیا ہے آج نہ صبح سے میری کال ریسیو کر رہا ہے اور رات بھی تو ناراض ہو کر چلا گیا تھا تجھے پتا بھی ہے مجھے کتنی پریشانی ہو رہی تھی۔"

وہ بغیر رکے بولتا چلا گیا۔

"بس کر بھائی بس کر بریک پر پیر رکھ۔"

مصطفیٰ آنکھیں ملتا ہوا بولا

"رات کو میں تیرے لیکچر سے بچنے کے لیے نکل آیا تھا اور پھر داری رات سویا نہیں تھا اس کیے یونیورسٹی نہیں آیا اور پھر اب نیند پوری کر رہا تھا اس کیے تیری کال کا پتا ہی نہیں چلا۔ اب بتا اور کوئی وضاحت باقی تو نہیں رہ گئی؟"

"حد ہوتی ہے ویسے مصطفیٰ ایک مسیج ہی کر دیتے مجھے تم بلا وجہ ہی پریشان ہو رہا تھا میں۔"

عمر نارا ضنگی سے بولا

"چل پریشان مت ہو یہ بتا تو اس وقت آ کیسے گیا ہے؟ اس وقت تو تجھے ٹیوشن میں ہونا چاہیے تھا۔"

مصطفیٰ موبائل پر ٹائم دیکھتا ہوا بولا

"تیری وجہ سے آج ٹیوشن بھی نہیں گیا میں۔ بلا وجہ میں اب پیسے کٹ جائیں گے تنخواہ سے۔"

عمر منہ بناتے ہوئے بولا

"کیا ضرورت تھی عمر تمہیں بلا وجہ چھٹی کرنے کی؟ میں مر تھوڑی گیا تھا جو تو چھٹی

کر کہ بیٹھ گیا"

مصطفیٰ غصے سے بولا

"بکو اس بند کر اور یہ مرنے مرانے والی باتیں مت کیا کر ہزار دفعہ منا کیا ہے۔"

عمر بھی غصے سے بولا تو مصطفیٰ نے بات بدل دی۔

"اور بتا انکل کی طبیعت کیسی ہے اب؟ ٹیسٹ کب ہونے ہیں ان کے؟"

عمر کے والد کو پیپا ٹائٹس تھا اور آج کل ان کا علاج چل رہا تھا۔

"ٹھیک ہیں یار بس اسی ہفتے میں انشاء اللہ ٹیسٹ ہو جائیں گے بس مجھے تنخواہ مل جائے۔"

"عمر تو تنخواہ کا انتظار مت کر میں ہزار دفعہ کہہ چکا ہوں تو مجھ سے پیسے لے لے میں بھی تو انکل کا بیٹا ہی ہوں۔"

مصطفیٰ آہستگی سے بولا

"میں تجھ سے اپنے دکھ اس لیے سنیر نہیں کرتا کہ تو مجھ سے ہمدردی کرنا شروع ہو جائے۔"

عمر برا مناتے ہوئے بولا

"تو مجھے اپنا بھائی سمجھتا ہی نہیں ہے۔"

مصطفیٰ ناراض ہوتے ہوئے بولا

"تو ہی تو میرا بھائی ہے یا میری جان ہے۔ تبھی تو اپنے دل کا سارا حال تجھی سے بیان کرتا ہوں لیکن مصطفیٰ میں تجھ سے پیسے نہیں لے سکتا۔ میں نے تجھ سے دوستی اپنے کسی غرض کے لیے نہیں کی تھی۔ امی ابو میری ذمہ داری ہیں اور میں اپنی ذمہ داری نبھانے کی پوری کوشش کر رہا ہوں۔ تو میرے لیے پریشان مت ہو کر بس دعا کیا کرے۔"

عمر سنجیدگی سے بولا

"اچھا چل اٹھ تجھے اچھی سی چائے پلاتا ہوں۔"

مصطفیٰ اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے بولا تو وہ دونوں اٹھ کر باہر چلے گئے۔

بریرہ ابھی ابھی آفس سے واپس آئی تھی۔ گھر میں مکمل خاموشی تھی وہ اندر داخل ہوتے ہوئے حیران ہوئی پھر یاد آیا کہ آج تو سب بڑوں کو کسی خاندان کی قریبی شادی میں جانا تھا۔

کپڑے چینج کرنے کے بعد وہ زینب کے کمرے میں آئی جو کہ حسب معمول کتابیں پڑھنے میں مصروف تھی۔

"ارے آپی آپ آگئیں۔ مجھے پتا ہی نہیں چلا۔"

زینب اسے اپنے کمرے میں دیکھ کر چونکتے ہوئے بولی

"تمہیں کتابوں کے علاوہ کچھ اور نظر آئے تب نا۔"

اربیہ ہنستے ہوئے بولی

"ایسی بھی بات نہیں ہے آپ یہاں بیٹھیں میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔"

زینب بکس بند کرتے ہوئے بولی

"نہیں چند اتم پڑھائی کرو میں خود بنالاتی ہوں۔"

بریرہ مسکرا کر کہتی اٹھ کر کچن میں آگئی اور چائے بنانے لگی۔

ابھی اس نے چائے اپنے لیے کپ میں نکالی ہی تھی کہ پیچھے سے مصطفیٰ کی آواز ابھری۔

"ایک کپ میرے لیے بھی بنا دو۔"

وہ حکم دے کر وہیں کرسی پر بیٹھ گیا۔

"میں بنا چکی ہوں اب چائے دوبارہ نہیں بناؤں گی۔"

بریرہ سنجیدگی سے کہتی وہاں سے جانے لگی

"دوبارہ بنا لو گی تو کوئی مصیبت نہیں آجائے گی۔"

وہ بھی اسی کہ انداز میں بولا

"ملازمہ نہیں ہوں تمہاری خود اٹھ کر بنا لو۔"

"ویسے جس طرح تمہاری عمر گزرتی جا رہی ہے عنقریب بچوں کی نینی بننے کا کام ہی کرنا

پڑے گا تمہیں۔"

وہ شرارت سے بولا

"اپنی بکو اس بندر کھا کرو تم۔"

بریرہ انگلی اٹھا کا اسے وارن کرتی ہوئی بولی

"یہ چائے تم مجھے دے دو اور جا کر یوٹیوب پر کوئی رنگ گورا کرنے کے ٹوٹکے دیکھو۔

پہلے ہی اتنی کالی ہو چائے پی پی کر اور سیاہ ہو جاؤ گی۔"

طنزیہ لہجے میں کہتا وہ اس کے ہاتھ سے چائے کا کپ چھین کر وہاں سے نکلتا چلا گیا جبکہ بریرہ غصے سے بیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔

عمر ابھی ابھی ٹیوشن پڑھا کر گھر میں داخل ہوا تھا۔ اس کی روٹین بہت ٹف قسم کی تھی۔ صبح آٹھ سے بارہ وہ یونیورسٹی پڑھنے جاتا تھا پھر وہاں سے ایک اکیڈمی جاتا پڑھانے پھر اس کے بعد دو گھروں میں جاتا ٹیوشن پڑھانے اور اسی طرح سے اسے گھر آتے آتے نو بج جایا کرتے تھے۔

"میرا بیٹا تھک گیا ہے۔"

وہ فریش ہو کر احسن صاحب کے پاس آ کر بیٹھا تو وہ اس کا تھکا تھکا سا چہرہ دیکھتے ہوئے

بولے

"تھکنا کیا ہے ابو مجھے تو مزہ آتا ہے بہت۔ سارا دن اچھا گزرتا جاتا ہے ورنہ گھر بیٹھ کر سارا دن میں بور ہی ہو جاتا۔"

وہ اپنی تھکان کو اپنی مسکراہٹ کے پیچھے چھپائے بولا

"بیٹا میں بہت شرمندہ ہوں جس عمر میں تمہیں صرف اپنی پڑھائی پر دھیان دینا چاہیے تھا اس عمر میں تم گھر گھر جا کر لوگوں کے بچوں کو پڑھا رہے ہو۔ یہ سب میری ذمہ داری تھی اس گھر کی کفالت کرنا لیکن دیکھو میں مریض بن کر بیٹھ گیا اور ساری پریشانیاں تمہیں دے دیں۔"

وہ باپ تھے اس کی مسکراہٹ کے پیچھے چھپی پریشانی بخوبی بھانپ سکتے تھے۔

"ایسی بات نہیں ہے ابو تعلیم دینا تو نبیوں کی میراث ہے اس میں کونسا کوئی شرمندگی والی بات ہے۔ اور آپ کیوں سوچ سوچ کر خود کو پریشان کرتے ہیں کوئی ذمہ داری

نہیں ہے مجھ پہ کوئی بوجھ نہیں ہے یہ تو میرا فرض ہے۔ اور آپ ہر وقت خود کو بیمار مت کہا کریں بہت جلد انشاء اللہ آپ صحت یاب ہو جائیں گے۔"

وہ مسکرا کر بولا

"مجھے فخر ہے میرے بیٹے پر اللہ تمہیں ڈھیروں کامیابیاں دے۔"

وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے

"آپ آرام کریں ابو میں پڑھائی کر لوں۔"

وہ آہستگی سے کہتا اٹھ کر کمرے میں چلا گیا۔

ابھی اسے پڑھتے ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ شائستہ بیگم کھانا لیے کمرے میں داخل ہوئیں۔

"کتنی دفعہ کہا ہے عمر کہ آتے ساتھ ہی پڑھنے مت بیٹھ جایا کرو پہلے کھانا کھالیا کرو۔"
وہ خفگی سے بولیں

"سوری امی آئندہ سے خیال رکھوں گا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا

"چلو بند کرو یہ کتابیں اور کھانا کھاؤ پہلے۔"

ان کہ کہنے پر اس نے کتابیں بند کر دیں اور کھانا کھانے لگا

"دوپہر میں کھانا کھایا تھا؟"

انہوں نے اچانک سے سوال کیا

"جی کھالیا تھا۔"

وہ نظریں چراتے ہوئے بولا

"تمہیں مجھ سے جھوٹ بولنے کی کب سے ضرورت محسوس ہونے لگی ہے عمر؟"

وہ اس کا گریز جان گئی تھیں۔

"یاد نہیں رہا تھا کھانا۔ مصروف تھا اس لیے ٹائم نہیں ملا۔"

"مجھے سچ سچ بتاؤ عمر۔"

اب کہ انہوں نے سختی سے سوال کیا

"پیسے ختم ہو گئے تھے امی۔ ابو کی دوائی لے آیا تھا۔"

بالآخر اس نے سچ بول ہی دیا۔

اس کہ جواب پر وہ گہری سانس بھر کر رہ گئیں۔

"پتا نہیں کب یہ مشکلات ختم ہوں گی۔"

وہ افسردگی سے بولیں

"امی اب آپ یہ مایوسی والی باتیں نہ کریں اور میرے لیے چائے بنا کر لائیں کیونکہ مجھے

ساری رات جاگ کر کام کرنا ہے آج۔"

وہ موضوع تبدیل کرتے ہوئے بولا

"سوچ رہی ہوں تمہاری شادی ہی کر دوں مجھ سے نہیں ہوتے یہ کام۔"

وہ بھی ماحول پر چھائی افسردگی ختم کرنے کو بولیں تو عمران کی بات پر مسکرا کر رہ گیا بے اختیار ہی ایک معصوم سا چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا جسے اس نے فوراً سے پہلے ہی جھٹک دیا۔ وہ اسے سوچنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا وہ اس کی نہیں ہے۔ وہ چاہ کر بھی اس کی نہیں ہو سکتی لیکن یہ سب جاننے کے باوجود بھی وہ خود کو اس سے محبت کرنے سے روک نہیں پاتا تھا۔

"امی میں اب کسی کے سامنے مزید پیش نہیں ہو سکتی ہونی ہوگی میری شادی تو ہو جائے گی نہیں تو اللہ مالک ہے۔"

بریرہ آمنہ بیگم کی بات سن کر ناراضگی سے بولی

"میری جان اس طرح سے کیسے زندگی گزرے گی"

وہ پریشانی سے بولیں

"تنہا زندگی گزارنا زیادہ بہتر ہے بجائے اس کہ کہ میں لوگوں کی طنزیہ باتیں سنتی رہوں۔ ہر روز ان کے سامنے پیش ہو جاؤں اور بدلے میں وہ میری شکل و صورت بڑھتی عمر اور سانولے رنگ کا مزاق اڑاتے رہیں؟ میں یہ سب مزید برداشت نہیں کر سکتی۔"

غصے میں کہتی وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

ابھی وہ آگے بڑھی ہی تھی کہ اس کا تصادم بری طرح مصطفیٰ سے ہوا جو کہ اپنی دھن میں سیڑھیاں چڑھتا اوپر آ رہا تھا۔

"بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ تو تمہاری آنکھوں نے کام کرنا ہی چھوڑ دیا ہے۔"

وہ شرارت سے بولا لیکن بریرہ خاموشی سے وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ مصطفیٰ اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ چکا تھا لیکن پھر کندھے اچکاتا آگے بڑھ گیا۔

"ویسے زینب کیا واقعی میں تمہاری کسی لڑکے سے دوستی نہیں ہے؟"

وہ اپنے گروپ کے ساتھ کالج کے گراؤنڈ میں بیٹھی تھی جب ایک کلاس فیلو نے اسے مخاطب کیا۔

"نہیں کیونکہ میں ان حرام رشتوں پر یقین نہیں رکھتی۔"

وہ سنجیدگی سے بولی

"یہ تو لگتا ہے شادی بھی اپنے گھر والوں کی مرضی سے ہی کرے گی۔"

ردانے بھی اپنا حصہ ڈالا

"ہاں بالکل میں انہیں کی پسند سے شادی کروں گی۔"

زینب مسکراتے ہوئے بولی

"یعنی تمہاری اپنی کوئی پسند ہی نہیں ہے؟ کسی عجیب لڑکی ہو یا رپتا نہیں اس دور میں رہ کیسے رہی ہو؟ میں تو جب تک عادل سے بات نہ کر لوں میرا ایک ایک لمحہ مشکل ہوتا ہے اور تم ہو کہ آج تک کسی سے دوستی تک نہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی

"کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ ان فضول کہ رشتوں میں پڑھ کر ہم اصل رشتوں کی خوبصورتی کھودیتے ہیں۔ جب مجھے پتا ہے کہ میرے لیے کوئی بنا دیا گیا ہے کوئی ازل سے ہی میرا ہے میں پھر اس کی تلاش میں کیوں ہر وقت ہر جگہ منہ ماری کرتی پھروں جب مجھے معلوم ہے کہ وہ وقت آنے پر میرے پاس خود ہی آجائے گا۔"

زینب اپنا نظریہ بیان کرتی ہوئی بولی

"مگر پھر بھی کیا تمہارا دل نہیں کرتا کہ تمہیں بھی کوئی پسند کرے تمہارے پیچھے آئے
تمہاری فکر کرے؟"

ردانے اپنے مزاج کے مطابق سوال کیا

"میرا خیال میں اس سے زیادہ خوبصورت احساس یہ ہے کہ میں اسے سوچوں جسے میں
جانتی تک نہیں نہ ہی وہ مجھے جانتا ہو۔ یہ کتنا خوبصورت ہے نا کہ میں نہیں جانتی وہ کون
ہے لیکن پھر بھی اس کے لیے اپنے آپ کو ہر کسی سے ہر کسی کی بری نظر سے محفوظ
رکھے ہوئے ہوں۔ جب بھی کبھی دل چاہتا ہے اسے سوچ لیتی ہوں اور کبھی کبھار تو
سوچتی ہوں کہ کیا وہ بھی مجھے اس طرح سے ہی سوچتا ہوگا؟ کیا اسے بھی میرا انتظار ہوگا
جیسے میں اس کا انتظار کرتی ہوں؟ یقین کرو یہ احساس کسی نامحرم سے گفتگو کرنے سے
کہیں زیادہ خوبصورت اور پرسکون ہے"

زینب مسکراتے ہوئے بولی

"عجیب دقیانوسی سوچ ہے تمہاری۔ آجکل بھلا کون رکھتا ہے ایسی سوچ۔"

وہ سب اس کی عقل پر ماتم کرتیں وہاں سے اٹھ کر چلی گئیں جبکہ زینب مسکرا کر رہ گئی کیونکہ وہ جانتی تھی وہ لوگ کبھی بھی زینب کے احساسات کو نہیں جان سکتے کیونکہ انہیں نامحرم سے رات بھر جاگ کر گفتگو کرنے میں اور گھر والوں سے جھوٹ بول کر آوازہ لڑکوں سے محبت کے نام پر ملنے میں لذت آنے لگی ہے۔ اس لیے وہ نہیں جان سکتیں تھیں کہ محرم رشتوں کو تو سوچنا ہی کتنا پرکشش ہوتا ہے۔ اپنی ساری سوچیں اپنی ساری خواہشات اپنے محرم کے گرد رکھنا کتنا حسین ہوتا ہے۔

وہ سب اٹھ کر جاچکیں تھیں اور زینب بھی اپنے زہن سے سوچوں کو جھٹکتی نوٹس بنانے میں مصروف ہو گئی۔

وہ ایسی ہی تھی اپنی سوچوں کو اپنے تک محدود رکھنے والی۔ وہ انج کل کی لڑکیوں کی طرح بالکل نہیں تھی نہ زیادہ بولتی نہ زیادہ کسی سے گھلتی ملتی تھی بس اپنے آپ میں ہی سمٹی سی رہتی۔

اس کا چہرہ بہت معصوم تھا اور اس پر اس کی گہری کالی آنکھیں اسے اور حسین بناتی تھیں جنہیں وہ چشمے کے پیچھے چھپا کر رکھتی تھی۔

کالے ہی گھنے بال اونچی پونی ٹیل میں باندھے ہوتے تھے۔ بلاشبہ وہ بہت خوبصورت اور معصوم تھی۔

"ذلیل انسان میرے بغیر تو یہاں بیٹھا کیلے کیلے مزے کر رہا ہے؟"

مصطفیٰ عمر کو یونیورسٹی کے گراؤنڈ میں ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگائے نیچے بیٹھے دیکھتے ہوئے بولا

میں کیا مزے کروں گا مصطفیٰ مجھے تو خود زندگی مزے چھکانے پر تلی ہوئی ہے۔"

عمر افسردگی سے بولا تو مصطفیٰ وہیں اس کہ پاس بیٹھ گیا وہ جانتا تھا ضرور کوئی بڑی بات ہے ورنہ عمر مایوس ہونے والے لوگوں میں سے بالکل نہیں تھا۔

"کیا بات ہے عمر کیوں پریشان ہے؟"

اس کہ لہجے میں تشویش تھی۔

"میری زندگی میں تو ہر بات ہی پریشانی والی ہوتی ہے نجانے کب مجھے بھی خوشی کی

خبریں ملا کریں گی۔"

اس کا لہجہ ابھی بھی تلخ تھا۔

"انکل آنٹی ٹھیک ہیں؟"

مصطفیٰ کو ان کی طرف سے اندیشہ ہوا

"ابو کی رپورٹس آئی ہیں آج اور ان کی بیماری آخری سیٹیج تک چلی گئی ہے مصطفیٰ۔ یہ

مرض ان کے پورے جسم میں پھیلتا جا رہا ہے۔"

بلاخر اس نے وجہ بتا ہی دی۔

"تو پھر اب ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں؟ کیا علاج ہے اس کا؟"

مصطفیٰ نے پریشانی سے سوال کیا

"اپنی طرف سے تو وہ علاج کی پوری کوشش کریں گے لیکن ان کا یہی کہنا ہے کہ اب

ان کے پاس ایک سال سے زیادہ کا وقت نہیں ہے۔ مرض ٹھیک ہو بھی گیا تو وہ ایک

سال سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتے۔"

عمر کے لہجے میں بے پایاں دکھ تھا۔

"میں کیا کروں گا مصطفیٰ ایک میرے والدین ہی تو میرا کل سرمایہ ہیں اگر ان میں سے

بھی کسی کو کچھ ہو گیا تو میرا کیا ہوگا؟ میں تو جیتے جی ہی مر جاؤں گا۔"

وہ کرب سے بول رہا تھا۔

مصطفیٰ نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا تو عمر کی آنکھوں میں نمی پیدا ہو گئی۔

"تو پریشان نہ ہو عمر اللہ بہت بڑا مہربان ہے تو اس سے دعا کر سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

مصطفیٰ اسے تسلیاں دیتے ہوئے بولا کیونکہ اس کے سوا وہ بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

"چل یہاں سین نہ کریٹ کر کلاس میں چلتے ہیں اس سے پہلے سر ہماری کلاس لینے باہر آجائیں۔"

عمر کچھ ہی دیر میں خود کو کمپوز کر چکا تھا اس لیے بشاش سے بولا اور کلاس کی طرف چل دیا جبکہ مصطفیٰ اسے دیکھتا رہا۔

کیا تھا وہ لڑکا؟ کس طرح حالات سے لڑ رہا تھا؟ ایک پل کو لگتا بالکل ڈھے سا جائے گا

دوسرے پل کسی مضبوط چٹان کی طرح دوبارہ سے ڈٹ جاتا۔

کبھی کبھی مصطفیٰ کو عمر پر ترس آتا تو کبھی اس پر رشک ہوتا۔

"زینب میری پیاری بہن بس ایک اسائنمنٹ بنا دو پھر میں تمہیں جو تم کہو گی لا کر دوں گا۔"

مصطفیٰ زینب کی منت کرتے ہوئے بولا جو اپنی کتابوں میں سرگھسائے بیٹھی تھی۔ آگے ہمیشہ سے ہی اس کے سارے نوٹس ساری اسائنمنٹ عمر ہی بناتا تھا لیکن آج عمر کی کنڈیشن دیکھتے ہوئے مصطفیٰ نے اسے اسائنمنٹ بنانے کو نہیں بولا اور اب وہ زینب کے پاس بیٹھا اس کی منتیں کر رہا تھا۔

"میں بالکل بھی نہیں بنانے والی بھائی۔ میرا صبح ایگزام ہے آپ خود بنائیں جا کر۔"

وہ صاف انکار کرتی ہوئی بولی تو مصطفیٰ مایوس سا اس کے کمرے سے نکل گیا۔

اپنے کمرے میں واپس جاتے ہوئے اسے لیونگ روم میں ٹی وی دیکھتی بریرہ نظر آئی۔

وہ کچھ سوچتا ہوا اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا

"آگئی آفس سے؟ کیسا گزرا آج کا دن؟"

اس نے خوشگوار لہجے میں سوال کیا تو بریرہ کو بے انتہا حیرت ہوئی۔ مصطفیٰ سے وہ ایسے سوال اور ایسے لہجے کی توقع کبھی نہیں کر سکتی تھی۔

"ٹھیک گزرا۔"

مختصر سا جواب دے کر وہ دوبارہ ٹی وی میں مصروف ہو گئی

"ویسے بیا تم پہ یہ کلر سوٹ کرتا ہے پہنا کرو۔"

اسے اپنی طرف متوجہ کرتا وہ پھر بولا

"شکریہ"

بریرہ نے پھر ایک لفظی جواب دیا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اگر کوئی اور جواب دے گی تو مصطفیٰ اسے ضرور کھینچ کھانچ کر اسے طنز کا نشانہ بنائے گا جو اس وقت وہ نہیں چاہتی تھی۔

"ایک کام کر دو گی میرا۔"

اب وہ اصل بات کی طرف آیا۔

"بالکل نہیں۔"

وہ قطعی انداز میں بولی اب اسے مصطفیٰ کی خوش اخلاقی کی سمجھ آئی تھی۔

"یہ میری اسائنمنٹ آج کی تاریخ میں ہی بنا کر میرے روم میں دے جانا۔"

اس کی طرف پیچھا چھالتا وہ وہاں سے اٹھ گیا۔

"میں کوئی اسائنمنٹ نہیں بنا رہی خود کرو جو کرنا ہے۔"

وہ غصے سے بولی لیکن وہ نظر انداز کرتا آگے بڑھ گیا۔

پہلے تو بریرہ کا دل کیا کہ سارے پیپر پھاڑ دے لیکن پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے پیپر اٹھائے اور کمرے میں چلی گئی۔

رات کے کھانے تک وہ اس کی اسائنمنٹ بنا چکی تھی۔

سب ڈائننگ ٹیبل پر کھانے کے لیے موجود تھے جب اچانک شاہنواز صاحب نے

مصطفیٰ کو مخاطب کیا۔

"تمہارے لاسٹ سمسٹر کے ایگزامز کب سے شروع ہیں؟"

"ایک ہی ہفتے میں شروع ہونے والے ہیں بس۔"

اس نے تھوک نگتے ہوئے جواب دیا۔ وہ جانتا تھا کہ اب اس کی پکی شامت ہے۔

"تو جناب کتابوں کو بھی ہاتھ لگا لیا کریں گناہ بالکل نہیں ہوتا بلکہ تھوڑا افاقہ ہی ہو جاتا

ہے۔"

وہ طنز کرتے ہوئے بولے

"میں پڑھتا ہوں روز ابو۔"

وہ آہستہ سے بولا

"اوہ ہاں مصطفیٰ تم نے جو اسائنمنٹ بنانے کے لیے دی تھی مجھے وہ میں نے لکھ دی ہے

ساری۔ کھانے کے بعد مجھ سے لے لینا۔"

بریرہ اچانک سے بولی تو مصطفیٰ بس اسے گھور کر وہ گیا۔ اس کا بس چلتا تو اسے کچا ہی چبا جاتا۔

"کونسی اسائنمنٹ؟ اور تم کیوں لکھ رہی ہوں یہ خود کیوں نہیں کر رہا؟"

شاہنواز صاحب چونکتے ہوئے بولے

"تایا ابا سے خود لکھنے کی عادت جو نہیں ہے۔ ہمیشہ سے سارے کام زینب سے کرواتا

ہے جب وہ نہ کرے تو زبردستی مجھے کرنا پڑتا ہے۔"

وہ مزے سے بولتی چلی گئی جبکہ مصطفیٰ کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔

"مصطفیٰ اپنے کام خود کیا کرو۔ آج تو میں یہ سب سن رہا ہوں دوبارہ ایسا نہ سکوں۔"

وہ سختی سے بولے تو مصطفیٰ لب بھینچ کر رہ گیا۔

"آگے کے کیا ارادے ہیں تمہارے بی بی اے تو کمپلیٹ ہو جائے گا کچھ دنوں تک اس

کے بعد کیا یونہی فارغ پھرتے رہنا ہے؟"

کچھ دیر خاموشی کے بعد وہ دوبارہ بولے

"ایم بی اے میں ایڈمنٹس لوں گا پھر۔"

وہ سر جھکائے بولا۔ آنکھیں غصے کی شدت سے ابھی بھی سرخ تھیں۔

"جناب اب آفس کی بھی راہ پکڑ لو گھر میں بیٹھ کر بس مفت کی روٹیاں کھانا چھوڑ دو۔"

"

وہ سنجیدگی سے کہتے اٹھ کر چلے گئے جبکہ باقی سب بھی کھانے کے بعد اپنے اپنے کمروں

میں چلے گئے۔

سب کو منظر سے غائب ہوتا دیکھ کر مصطفیٰ اپنی نشست سے اٹھا اور اس کے کمرے کی طرف چل دیا۔

"امی مجھے واپسی پر دیر ہو جائے گی آج۔"

عمر گھر سے نکلتے ہوئے بولا

"پہلے تم کو نسا جلدی گھر آتے ہو۔"

وہ ناراضی سے بولیں

"امی ایک نئی ٹیوشن ملی ہے 9 سے 10 تک کی۔ سوچ رہا ہوں وہ بھی جوائن کر لوں۔"

"بیٹا کیوں اپنی جان کو اتنا ہلکان کر رہے ہو پہلے کیا تھوڑی محنت کرتے ہو جو اب مزید
بوجھ ڈال رہے ہو اپنے اوپر۔"

وہ پیار سے بولیں

"امی آپ نہ پریشان ہوا کریں بس دعا کیا کریں۔"

وہ مسکراتے ہوئے چلا گیا۔

وہ تب تک اسے متفکر نظروں سے دیکھتیں رہیں جب تک کہ وہ ان کی نظروں سے
اوجھل نہ ہو گیا۔

وہ بیڈ پر بیٹھی لاپ ٹاپ گود میں رکھے کام کر رہی تھی جب اس کے کمرے کا دروازہ
دھڑم سے کھلا۔

"تمہیں تمیز نہیں ہے کہ کسی کے کمرے میں ناک کر کے آتے ہیں۔"

آنے والا اور کوئی نہیں بلکہ مصطفیٰ تھا جسے دیکھ کر بریرہ ناگواری سے بولی

"تمہیں تمیز نہیں ہے کہ دوسروں کے معاملات سے دور رہتے ہیں۔"

وہ غراتے ہوئے بولا

"کیا بے ہودگی ہے مصطفیٰ دور رہ کر بات کرو"

وہ غصے سے بولیں

"تم خود کو سمجھتی کیا ہو ہاں؟ یہ اکڑیہ غرور سب کیا ہے؟ شکل دیکھی ہے کبھی شیشے میں

اپنی؟ کس بات پر اتنا کڑتی ہو؟"

وہ ناجانے کیا بول رہا تھا بریرہ کچھ بھی اندازہ لگانے سے کاثر تھی۔

"کیا بول رہے ہو دماغ تو نہیں خراب ہو گیا تمہارا۔"

وہ نا سمجھی سے بولی

"کیا ضرورت تھی تمہیں ابو کہ سامنے بکواس کرنے کی ہاں؟"

اس نے غصے سے پوچھا

"اوہ تو جناب کو بے عزتی کا دکھ لگ گیا ہے۔"

بریرہ طنز کرتے ہوئے بولی

"اپنی اوقات میں رہو بریرہ۔"

وہ غصے سے بولا

"میں نے کچھ غلط نہیں کیا مصطفیٰ وہ صرف مزاق تھا۔ تم بھی تو اس طرح کے مزاق کر

رہی لیتے ہو میں نے کر لیا تو کونسی قیامت آگئی ہے۔"

وہ تحمل سے بولی

"تم میں اور مجھ میں زمین آسمان کا فرق ہے اس لیے ہر بار اپنی اوقات مت بھول جایا کرو۔"

وہ انگلی اٹھاتے ہوئے بولا

"تم اوور ریکٹ کر رہے ہو۔"

وہ بھی غصے سے بولی

"میں جو مرضی کروں لیکن تم مجھ سے اور میرے معاملات سے دور رہو۔"

پھنکارتے ہوئے وہ باہر چلا گیا جبکہ بریرہ حیرانگی سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

آج گھر پہنچتے پہنچتے اسے گیارہ بج چکے تھے۔ گھر آتے ہی وہ ابو سے ملا پھر کھانا کھا کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

پرانی سی لکڑی کی میز پر کتابیں پھیلائے وہ کسی اور ہی خیالوں میں گم تھا۔
آج پھر اس نے اسے ایک نظر دیکھا تھا۔ آج پھر وہ اسے ایک نظر کے بعد دوبارہ دیکھنے کی ہمت نہیں کر پایا تھا۔
وہ آج بھی بس ایک نظر میں ہی اپنا دل ہار بیٹھا تھا۔

اس وقت بھی وہ اسے یاد کیے مسکرا رہا تھا۔ اس کا ہاگسا دیدار عمر کے پورے دن کے لیے ایک نعمت ہوتا تھا۔ تلخیوں بھری زندگی میں اسے وہ لمحے سکون کا لمحہ محسوس ہوتا جب وہ اسے نظر آتی تھی لیکن وہ لمحہ کبھی بھی ایک سیکنڈ سے زیادہ کانہ ہوتا کیونکہ وہ ہمیشہ اپنی نظر جھکا لیا کرتا تھا۔

بس پھر اپنی تمام پریشانیاں بھلائے وہ پوری رات اس ایک لمحے میں ہی کھویا رہتا تھا۔

کچھ دیر اسے سوچنے کے بعد اس نے قلم اٹھایا اور اس کا خیال اپنے تصور میں لا کر صفحاتوں پر قلم سے اپنے جذبات اتارنے لگا۔ وہ جذبات جو وہ اس سے کہنے سے کتراتا تھا وہ جذبات جو وہ خود سے کہنے سے بھی کتراتا تھا وہ بس وہ اسی سنہری جلد والی کتاب میں ہی لکھتا تھا۔

کبھی خود بھی میرے پاس آ

میری بات سُن

میرا ساتھ دے

جو خلش ہے دل سے نکال کے

مجھے الجھنوں سے نجات دے

تیرا سوچنا میرا مشغلہ

تجھے دیکھنا میری آرزو

مجھے دن دے اپنے خیال کا

مجھے اپنے قُرب کی رات دے

میں اکیلا بھٹکوں کہاں کہاں

یہ سفر بہت طویل ہے

میری زندگی میرے ساتھ چل

میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے

وہ الفاظ سراسر اس کے جذبات کی اکاسی کر رہے تھے۔ انہیں لکھتے ہوئے اس کا دل ہمیشہ کی طرح بہت تیز رفتار سے چل رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ غلط راستے چل پڑا ہے یہ محبت بالکل بھی اسے حاصل نہیں ہوگی اور اس یک طرفہ محبت میں وہ خود اذیت سے دوچار ہوگا مگر لاکھ چاہنے کے باوجود بھی وہ خود کو اس سے محبت کرنے سے روک نہیں پاتا تھا۔

بریرہ ابھی آفس سے واپس آئی ہی تھی کہ مصطفیٰ اس کے پاس آدھمکا تھا۔ کچھ دن پہلے ہونے والی تلخ کلامی کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے سے مخاطب بھی نہ ہوئے تھے لیکن آج یوں دوبارہ سے مصطفیٰ کا بریرہ کا راستہ روکنا کچھ نیا نہیں تھا کیونکہ یہ ہمیشہ سے ہی ہوتا چلا آ رہا تھا۔ وہ ہر بار اس سے بد تمیزی کر کہ دو چار دن موڈ بنا کر پھر خود ہی کوئی کام لے کر دوبارہ آجاتا تھا۔ آج بھی یہی ہو رہا تھا۔

"بات سنو بیا۔"

وہ اسے بیاتب ہی کہتا تھا جب کوئی کام نکلوانا ہوتا

"فرماؤ۔"

وہ سنجیدگی سے بولیں

"دیکھو میری پیاری کزن مجھ سے ابو کی گاڑی کہیں لگ گئی ہے تو اس پر کچھ ڈینٹ پڑ گئے ہیں تم مجھے تھوڑے سے پیسے تو دے دو۔ گھر میں کسی اور کو بتایا تو وہ فوراً ابو کو اطلاع کر دیں گے تم تو میری پیاری کزن ہونا میری ہیلپ ضرور کرو گی۔"

وہ نہایت عاجزی سے بولا۔ بریرہ کا دل چاہا کوئی چیز اٹھا کر اس کہ سر میں دے مارے یعنی کے حد ہی ہو گئی جب اس کا دل چاہا بے عزت کر دیا جب دل چاہا پیار سے بات کر کہ اپنا مطلب نکلوا لیا۔

پہلے تو اس کا دل چاہا کہ صاف انکار کر دے لیکن پھر یہی سوچتے ہوئے اس نے ہاں کر دی کہ جانتی تھی مصطفیٰ کو انکار کرنے کا مطلب ہے اپنی شامت خود بدلانا۔ اس سے دشمنی مول لینا نہایت بے وقوفی کی بات تھی کیونکہ وہ مت نئے طریقوں سے اس سے بدلا لینے کی کوشش کرتا اور اس کی تذلیل کرتا۔ اس سے بہتر یہی تھا کہ وہ اسے خاموشی سے پیسے دے کر اپنی جان چھڑاتی۔

"یہ پکڑو اور شکل گم کرو اپنی۔"

اس کے ہاتھ میں چند ہزار ہزار والے نوٹ تھماتے ہوئے وہ ناگواری سے بولی

ہائے بہت شکر یہ عمر رسیدہ خاتون۔"

جاتے ہوئے بھی وہ طنز کرنا بالکل نہیں بھولا تھا۔ بریرہ سر جھٹکتی آگے بڑھ گئی۔

مصطفیٰ پیسے لے کر کسی گانے کی دھن پر سیٹی بجاتا پلٹا ہی تھا کہ ایک زوردار تھپڑ اس کے چہرے پر پڑا۔

ایک لمحے کو وہ بالکل گنگ رہ گیا۔ گال پر ہاتھ رکھے بے یقین نظروں سے سامنے دیکھا تو مارنے والے اور کوئی نہیں بلکہ شاہنواز صاحب ہی تھے جو اسے خونخوار نظروں سے گھور رہے تھے۔

تھپڑ کی آواز پر بریرہ بھی فوراً سے پلٹی اور شاہنواز صاحب کی طرف بڑھی جو اسے ایک اور تھپڑ مارنے کے لیے اپنا ہاتھ اٹھا چکے تھے۔

"تایا ابا یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟"

اس نے فوراً سے ان کا ہاتھ پکڑا۔

شور کی آواز سے سب ہی وہاں آگئے تھے۔ مصطفیٰ ابھی ابھی اپنی گال پر ہاتھ رکھے بے یقین نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"نہایت ہی بد قسمت باپ ہوں میں جو تم جیسی اولاد کا باپ ہوں۔"

وہ غصے سے بولے

"یہ تربیت کی تھی میں نے تمہاری یہ سکھایا تھا تمہیں کہ تم یوں میری عزت اچھالتے پھر مجھ سے جھوٹ بولتے رہو؟ تمہارا کبھی دل نہیں دکھتا باپ کو ذلیل کرواتے ہوئے؟"

وہ شدید اشتعال میں تھے۔

"کیا ہوا ہے شاہنواز کیوں ہاتھ اٹھایا ہے تم نے مصطفیٰ پر؟"

آغا جان آگے بڑھتے ہوئے بولے

"کیونکہ آپ کا یہ گھٹیا پوتا میری گاڑی سے کسی کا اکسیڈنٹ کروا آیا کے اور سپیڈنگ کی وجہ سے اور وہ شخص ہسپتال میں پڑا ہے اور بجائے مجھے اطلاع دینے کے یہ یہاں بریرہ سے نہایت بے غیرتی سے پیسے مانگ رہا ہے تاکہ مجھے بغیر پتالگائے گاڑی کی مرمت کروا سکے۔"

وہ سارا قصہ بیان کرتے ہوئے بولے

"پوچھیں اس سے کیا کمی رہ گئی تھی میری تربیت میں جو یہ ایسی حرکتیں کر کہ مجھے درد زلیل کروا رہا ہے۔ مجھے اگر بروقت اطلاع نہ ملتی تو پولیس کیس بن جانا تھا۔"

سب خاموش تھے کسی میں کچھ بولنے کی ہمت نہیں تھی۔ آج سے پہلے ہمیشہ سے ہی ان دونوں کے چھوٹی موٹی باتوں پر اختلافات ہوتے آئے تھے لیکن کبھی بھی شاہنواز صاحب نے اس پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔

"مصطفی بیٹا تم اپنے کمرے میں چلو۔"

فاروق صاحب نے اسے منظر سے ہٹانا چاہا لیکن اس نے اپنی مٹھی میں دبے پیسے ایک طرف کھڑی بریرہ کے پاس اچھالے اور سرخ چہرہ لیے گھر سے نکلتا چلا گیا۔

اپنے پیچھے اسے سب کی اسے روکنے کے ساتھ ساتھ شاہنواز صاحب کی آوازیں بھی سنائی دے رہیں تھیں۔

"کہہ دو اسے یہ بعض آجائے اپنی حرکتوں سے ورنہ میں اس کا ایسا علاج کروں گا جو یہ برداشت نہیں کر پائے گا۔"

غصے سے کہتے وہ وہاں سے چلے گئے جبکہ مصطفی بھی بغیر کسی سواری کے پیدل ہی گھر سے نکلتا چلا گیا۔

اسے گھر سے نکلے ایک گھنٹہ گزر گیا تھا اور وہ خود نہیں جانتا تھا کہ وہ پیدل چلتا چلتا کہاں پہنچ گیا ہے۔

جب اسے اپنی ٹانگوں میں درد محسوس ہوا تو وہ قریب ایک باغ میں پہنچ کر سر جھکا کر بیٹھ گیا۔

آج پہلی بار شاہنواز صاحب نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ وہ ہمیشہ ہی اسے ڈانٹتے رہتے لیکن کبھی

بھی اتنے غصے میں نہیں آئے تھے کہ اس پر ہاتھ اٹھایا ہوں لیکن آج معمولی سی بات پر انہوں نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔

کیا وہ اتنا برا تھا؟ کیا وہ اتنا برا بیٹا تھا کہ اس کا باپ اس سے اس قدر پریشان تھا؟

آج پہلی بار مصطفیٰ ٹھنڈے دماغ سے سوچ رہا تھا۔ آج پہلی بار اسے شاہنواز صاحب کی بجائے اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا۔ آخر وہ کیوں یہ بات نہیں سمجھ پایا کہ وہ اکلوتا تھا اگر سب کالا ڈپیار اس سے جڑا تھا تو سب کی امیدیں بھی تو اسی سے وابستہ تھیں پھر وہ کیوں آج تک ایسی حرکتیں کرتا آیا تھا جو سب کے لیے پریشانی کا باعث بنتی تھیں۔

سب سے زیادہ شاہنواز صاحب اس کے لیے پریشان رہتے تھے اور وہ سب سے زیادہ انہیں کو تنگ کرتا تھا۔

وہ خود کو ابھی بھی وہی چھوٹا لاڈلہ مصطفیٰ سمجھتا تھا جس کی ہر اچھی بری حرکت سب اگنور کر دیں گے لیکن اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ اب وہ بڑا ہو چکا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں جنہیں اسے پورا کرنا تھا۔

کچھ دیر وہیں بیٹھے رہنے کے بعد وہ ایک نتیجے پر پہنچا تھا کہ اب وہ کوئی اسی حرکت نہیں کرے گا جس سے شاہنواز صاحب پریشان ہوں۔ اب وہ واقعی ہی انہیں ان کا سہارا بن کر دکھائے گا۔ اب وہ انہیں خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔

رات گہری ہوتی جا رہی تھی جبکہ مصطفیٰ کا کچھ اتنا پتا نہیں تھا اس کا فون بھی بند جا رہا تھا جبکہ اس بار عمر کو بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے۔

سب پریشانی سے لان میں موجود تھے جبکہ عمر بھی وہیں پران کے ساتھ تھا۔
شاہنواز صاحب اپنے عمل پر پچھتا رہے تھے ٹھیک ہے مصطفیٰ کی غلطی تھی لیکن انہیں
اس پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔ سب سے زیادہ پریشان بھی وہی تھے۔

کچھ دیر مزید انتظار کہ بعد میں ڈور کھلا اور مصطفیٰ اندر داخل ہوا۔ سب اس کی طرف
بڑھے لیکن وہ سب کو نظر انداز کرتا ہوا تیز تیز چلتا ہوا اندر چلا گیا اور اپنے کمرے میں
جا کر دروازہ بند کر لیا۔

اسے کچھ وقت چاہیے تھا فیصلہ کرنے میں اپنے فیصلے پر قائم رہنے میں۔ وہ شرمندہ تھا
اور اس وقت کسی کا سامنا نہیں کر سکتا تھا۔

"بہت رات ہو گئی ہے شاہنواز آپ اندر آ جائیں اب"

شاہنواز صاحب لان میں بیٹھے تھے جب فوزیہ بیگم ان کے پاس بیٹھتے ہوئے بولیں

"میں نے بچپن سے لے کر آج تک اس پر ہاتھ نہیں اٹھایا فوزیہ پتا نہیں کیوں آج میں

اپنی برداشت کھو بیٹھا۔"

وہ دکھی لہجے میں بولے

"شاہنواز آپ کا کوئی قصور نہیں ہے مصطفیٰ کی بھی غلطی تھی۔"

"مصطفیٰ میرا کلوتا بیٹا ہے میری اس سے بہت امیدیں وابستہ ہیں کہ وہ میرا سہارا بنے

گا۔ لیکن بچپن سے لے کر آج تک وہ مجھے پر مقام پر مایوس کرتا آیا ہے۔"

"میں بھی یہی سوچتی ہوں۔ پتا نہیں ہماری تربیت میں کیا کمی رہ گئی جو وہ اتنا خود سر ہو گیا

ہے۔"

"میں اس کی زندگی کا ایک اہم فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ کو میرا وہ فیصلہ منظور ہوگا؟"

وہ اچانک سے بولے

"کیسا فیصلہ؟"

وہ چونکی اور پھر شاہنواز صاحب انہیں اپنا فیصلہ سناتے چلے گئے۔

"مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے شاہنواز۔ میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کوئی نہیں ہوگی۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولیں

شاہنواز صاحب اپنے آفس میں بیٹھے کوئی فائل پڑھنے میں مصروف تھے جب ان کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

اجازت ملنے پر مصطفیٰ کمرے میں داخل ہوا تو وہ بے نیازی سے اپنے کام میں مصروف رہے۔ ایک نظر بھی مصطفیٰ کی طرف نہیں دیکھا۔

"ابو مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔"

وہ آہستہ سے بولا

"کہو"

وہ ہنوز اپنے کام میں مصروف بولے

"میں آپ سے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔"

وہ سر جھکا کر بولا

"اور کچھ؟"

اب کی بار وہ کھڑے ہوئے مگر لہجہ ویسا ہی تھا۔

مصطفیٰ آگے بڑھ کر ان کے سینے سے لگ گیا۔

"میں واقعی میں بہت شرمندہ ہوں ابو۔ میں بہت برا بیٹا ہوں میں نے آپ کو بہت پریشان کیا ہے۔ میں آپ کی امیدوں پر کبھی پورا نہیں اتر پایا۔ میں نے ہمیشہ آپ کا ساتھ دینے کے بجائے آپ کا سہارا بننے کی بجائے آپ کی مشکلات میں اضافہ کیا ہے۔ آپ پلیز مجھے معاف کر دیں۔"

وہ ان کے گلے سے لگا کر شرمندگی سے کہہ رہا تھا۔

"اگر تم واقعی میں شرمندہ ہو تو میری ایک بات مانو گے؟"

اسے خود سے الگ کر کے شانوں سے تھامتے ہوئے انہوں نے پوچھا

"آپ جو کہیں گیں میں کروں گا ابو آپ بس حکم کریں۔"

وہ فوراً سے بولا

"میں چاہتا ہوں تم شادی کر لو۔"

ان کہ کہنے پر اس نے حیران نظروں سے انہیں دیکھا۔

"اگر آپ کہتے ہیں تو ٹھیک ہے۔"

وہ رضامندی دیتے ہوئے بولا۔ اب وہ ان کی کسی بھی بات پر اختلاف نہیں کرنا چاہتا تھا

"تمہیں کوئی پسند ہے یا تم کسی سے شادی کرنا چاہتے ہو؟"

"نہیں ابو آپ جہاں کہیں گے میں وہیں شادی کروں گا"

وہ صاف گوئی سے بولا

"تو پھر ٹھیک ہے میں چاہتا ہوں تم بریرہ سے شادی کر لو۔"

انہوں نے جیسے کوئی بم پھوڑا تھا۔ مصطفیٰ کو کئی لمحے اپنی سماعت پر یقین ہی نا آیا تھا۔ وہ بے یقین نظروں سے انہیں دیکھتا رہا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ابو میں بریرہ سے کیسے۔۔۔"

وہ یہ بات سوچ بھی نہیں سکتا تھا جو شاہنواز صاحب نے بڑے آرام سے کہہ دی تھی۔

"کیوں نہیں کر سکتے تم اس سے شادی؟ جب پانچ سال چھوٹی لڑکی سے شادی ہو سکتی ہے تو پانچ سال بڑی لڑکی سے کیوں نہیں؟ آخر کیا برائی ہے اس میں؟ اسلام بھی ہمیں اس بات کی اجازت دیتا ہے۔"

"پھر بھی ابو میں بریرہ سے شادی نہیں کر سکتا میں نے کبھی اس کے بارے میں ایسا نہیں سوچا۔"

وہ اب بھی نے یقین تھا۔

"تو پھر تم مجھ سے کس چیز کی معافی مانگنے آئے ہو جب تم میرا ایک مطالبہ ہی پورا نہیں کر سکتے؟ زندگی میں پہلی بار میں نے تمہارے لیے کوئی فیصلہ لینا چاہا مصطفیٰ اور تم اسے بھی رد کر رہے ہو۔"

وہ دکھی ہوتے ہوئے بولے

"یہ میری ساری زندگی کا سوال ہے ابو۔ کوئی اور بات ہوتی تو میں آپ کو خوش کرنے کے لیے اپنی جان بھی دے دیتا لیکن بریرہ سے شادی بالکل نہیں کر سکتا۔"

وہ قہقہے سے بولا

"میرا تناحق نہیں ہے کہ میں اپنی اولاد کی زندگی کا فیصلہ کر سکوں؟"

انہوں نے آخری حربہ استعمال کیا

"کیا اس سے آپ مجھ سے خوش ہو جائیں گے؟ اگر میں بریرہ سے شادی کر لوں تو کیا

آپ مجھ سے راضی ہو جائیں گے؟"

اس نے عجیب سے لہجے میں سوال کیا

"میں بے حد خوش ہوں گا تمہارے اس فیصلے سے۔ میرا سر فخر سے بلند ہو جائے گا اگر

تم میرا مان رکھو گے۔ میرے لیے میری زندگی کی یہ سب سے بڑی خوشی ہوگی مصطفیٰ

اگر تم میری بات مان لو۔"

وہ امید سے بولے

"ٹھیک ہے اگر آپ کو خوش کرنے کا یہی واحد طریقہ ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

سپاٹ لہجے میں کہتا وہ وہاں سے چلا گیا۔

شاہنواز صاحب کے آفس سے نکلنے کے بعد وہ سیدھا بغیر کچھ سوچے سمجھے بینک پہنچ گیا جہاں بریرہ کام کرتی تھی۔ ریسپشن سے اس کے کیمین کا پوچھ کر وہ دندنا تلو اور بغیر دستک دیے اندر داخل ہوا۔

"تم آخر چاہتی کیا ہو ہاں؟ مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ؟"

بریرہ فائلوں میں سرگھسائے کام کرنے میں مصروف تھی جب اچانک سے دروازہ کھلنے کی آواز پر چونکی اور اپنے سامنے مصطفیٰ کو کھڑا دیکھ کر حیران ہوتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو مصطفیٰ اور یہ کیا طریقہ ہے کسی کے روم میں داخل ہونے کا؟"

وہ غصے سے بولی

"سارے طریقے تو تمہیں ہی آتے ہیں کہ کس کو کس طرح سے قابو کرنا ہے۔"

وہ دانت پیستے ہوئے بولا

"فضول بکواس کر کہ میرا وقت ضائع نہ کرو اور نکلویہاں سے۔"

وہ بے زاری سے بولی

"ویسے تمہیں زرا برابر بھی شرم نہیں آئی؟ ایک بار یہی سوچ لیتی کہ میں تم سے پانچ

سال چھوٹا ہوں۔"

وہ سنجیدگی سے بولا

"کیا بکواس کیے جا رہے ہو؟"

وہ غصے سے بولی

"ایک بار یہی سوچ لیتیں کہ میں تمہارے چھوٹے بھائی کی طرح ہوں لیکن تم۔۔۔
میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا اتنی گھٹیا نکلو گی تم۔"

"مصطفیٰ تم کیا کہہ رہے ہو مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی۔"
وہ نا سنجھی سے بولی

"اتنی بھولی مت بنو بریرہ تم اچھے سے جانتی ہو میں کیا کہہ رہا ہوں۔ ابو کہ دماغ میں تم
نے ہی یہ بات ڈالی ہے کہ وہ تمہارا رشتہ مجھ سے جوڑ دیں ہیں نا؟ ورنہ تو وہ اتنے بے
وقوف بلکل نہیں ہیں کہ تم جیسی لڑکی کو میرے پلے باندھ دیں۔"
وہ غصے سے دھاڑا

"یہ کیا بکواس ہے؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔"
وہ بے یقینی سے بولی

"یہ بکو اس نہیں ہے میڈم یہ تمہاری نہایت ہی کوئی گھٹیا چال ہے جو میں کامیاب
ہر گز نہیں ہونے دوں گا۔"

"میں نہیں جانتی مصطفیٰ کہ تم کیا بات کر رہے ہو۔ قسم سے مجھے اس بارے میں کچھ
بھی معلوم نہیں ہے۔"
وہ پریشانی سے بولی

"اپنے یہ گھٹیا طریقے مجھ پر مت آزماؤ۔ اب دیکھنا میں تمہارے ساتھ کرتا کیا ہوں۔"
نہایت طیش سے کہتے ہوئے وہ اس کے آفس سے باہر چلا گیا جبکہ وہ گنگ سی وہیں بیٹھی
رہ گئی۔

وہ کیا کہہ کر گیا تھا بریرہ کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ اس کی عجیب سی باتیں بریرہ کو
تجسس میں مبتلا کر رہی تھیں لیکن گھر پہنچتے ہی سب کچھ اسے سمجھ میں آ گیا تھا۔ اور جو
کچھ بھی اسے سننے کو ملا وہ سب اس کی برداشت سے باہر تھا۔

شاہنواز صاحب نے جو مطالبہ مصطفیٰ کے سامنے رکھا تھا اس پر تو مصطفیٰ کا دل چاہا کہ ایک ہی دفع میں سب کچھ تمہیں نہیں کر دے لیکن اس بار اسے تحمل سے کام لینا تھا۔ اس بار وہ ہمیشہ کی طرح جذبات میں آکر کچھ بھی الٹا سیدھا کر کہہ کر نہیں بننا چاہتا تھا۔ اس بار وہ بریرہ کو استعمال کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے وہ ان کے سامنے خاموش ہو گیا تھا اور چپ چاپ ہامی بھری تھی لیکن ایسا ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ اور بریرہ سے شادی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

لیکن اب وہ کسی کے سامنے برا بھی نہیں بننا چاہتا تھا۔ اس بار وہ سب سوچ سمجھ کر کرنا چاہتا تھا۔

لیکن کوئی بھی چال چلنے سے پہلے وہ بریرہ کو مطلع کرنا نہیں بھولا تھا کیونکہ یہ بات بہت اچھے سے اس کے ذہن میں بیٹھ چکی تھی کہ یہ سب بریرہ کا ہی کیا دھرا ہے۔ اسی نے شاہنواز صاحب کے ذہن میں ایسی کوئی بات ڈالی ہوگی۔

اور یوں بدلا لیے بغیر تو وہ کبھی خاموشی سے نہیں بیٹھنے والا تھا۔

بریرہ جیسے ہی گھر میں داخل ہوئی سب لیونگ روم میں موجود تھے۔ شاہنواز صاحب اور فاروق صاحب ابھی آفس سے واپس نہیں آئے تھے لیکن داداجان اور دادی جان سمیت سبھی وہاں موجود تھے اور مصطفیٰ لیونگ کے بیچ و بیچ کھڑا اونچی اونچی کچھ بول رہا تھا۔

"یہ لیں آگئی ہے آپ سب کی لاڈلی۔ پوچھیں اس سے کیا گل کھلاتی پھر رہی ہے یہ اور آپ لوگ اسے میرے پلے باندھنا چاہ رہے ہیں؟"

مصطفیٰ کی نظر جیسے ہی اندر آتی بریرہ پر پڑی وہ اسے دیکھتے ہوئے سب کو مخاطب کر کے

بولا

"ایسا نہیں ہو سکتا مصطفیٰ تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی۔۔"

داداجان آہستہ سے بولے

"سب اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد بھی آپ لوگ یہ کہہ رہے ہیں؟"

وہ فوراً سے بولا

بریرہ دروازے کی چوکھٹ پر حیران پریشان سی کھڑی تھی جب آمنہ بیگم نے اس کے قریب آکر ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔

بریرہ گال پر ہاتھ رکھے بے یقینی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ باقی سب بھی گنگ سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

"مجھے زرا بھی تم سے ایسی امید نہیں تھی بریرہ۔ آج تم نے میرا سر شرم سے جھکا دیا ہے۔"

غصے سے کہتیں وہ وہاں سے چلی گئیں۔

ابھی وہ نکلی ہی تھیں کہ شاہنواز صاحب اور فاروق صاحب دونوں اندر داخل ہوئے۔

"کیا ہوا ہے سب ایسے کیوں کھڑے ہو؟"

شاہنواز صاحب سب کو جمع دیکھ کر بولے

"بریرہ تم کیوں رو رہی ہو؟"

جب کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو فاروق صاحب بریرہ کی طرف مڑے جو منہ پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔ آنکھوں سے آنسو متواتر بہ رہے تھے۔

"یہ کیا بتائے گی چاچو میں بتاتا ہوں کیا ہوا ہے بلکہ دکھاتا ہوں۔۔"

اس سے پہلے کہ کوئی اور کچھ بولتا مصطفی بول پڑا۔

"کیا بات ہے مصطفی بتاؤ مجھے۔"

"یہ دیکھیں آپ لوگوں کی لاڈلی کیا گل چھڑے اڑاتی پھر رہی ہیں اور آپ کہہ رہے تھے کہ میں اس سے شادی کر لوں؟ یہ دیکھیں ساری تصویریں اور پوچھیں اس سے آفس کا کہہ کر کہاں کہاں جاتی رہتی ہے یہ۔۔"

مصطفیٰ اپنا موبائل شاہنواز صاحب کو پکڑا کر انہیں بریرہ اور زین کی ایک ایک تصویر دیکھا رہا تھا۔

فاروق صاحب بالکل گنگ ہو گئے تھے اس کی بات سن کر جبکہ شاہنواز صاحب مطمئن سے ان تصویروں کو دیکھ رہے تھے۔

"تو کیا ہے ایسا ان تصویروں میں جو تم یوں واویلا کر کہ کھڑے ہو؟"

شاہنواز صاحب اطمینان سے بولے

"کیا ہے کیا مطلب؟ گھر سے یہ آفس کا کہہ کر جاتی ہے اور وہاں جا کر کبھی لٹیچ پر نکلی ہے تو کبھی شاپنگ پر وہ بھی کسی غیر مرد کے ساتھ۔ واہ ابو واہ آپ کے گھر کی بیٹی کسی غیر

کے ساتھ بزاروں میں اور ہوٹلوں میں گھوم رہی ہے لہجہ کرتی پھر رہی ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کیا برا ہے ان تصویروں میں؟ پوچھیں زرا اس سے کیا چکر چل رہا ہے اس کا اور اس لڑکے کا؟ کتنی دفعہ تو میں اسے دیکھ چکا ہوں اس لڑکے کے ساتھ بزاروں میں پھرتے ہوئے۔"

وہ نہایت غصے سے بولا

بکو اس کر رہا ہے یہ تا یا جان ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرا اس سے ایسا کوئی تعلق نہیں ہے آپ جانتے ہیں میں ایسا ہر گز نہیں کر سکتی۔"

بریرہ چیختے ہوئے بولی۔ وہ مصطفیٰ سے سب کچھ توقع کر سکتی تھی لیکن اتنی گھٹیا حرکت کی امید نہیں کر سکتی تھی۔

"جھوٹ مت بولو بریرہ بتاؤ انہیں کیا اس دن تم مجھے مال میں ملی نہیں تھی اس لڑکے کے ساتھ؟ بتاؤ؟ بلکہ تم کیا بتاؤ گی یہ تصویر ہے نامیرے پاس یہی سب بتا رہی ہے۔"

وہ بھی تیز لہجے میں بولا لیکن اس سے پہلے کے وہ کچھ اور بولتا شاہنواز صاحب کا زور دار تھیڑ اس کی بولتی بند کر گیا۔

"تم اس قدر گھٹیا ہو جاؤ گے میں نے بالکل نہیں سوچا تھا مصطفیٰ۔"

وہ نہایت افسوس سے بولے

بریرہ کے آفس سے نکل کر وہ نہایت غصے میں گاڑی تک آیا تھا لیکن گاڑی میں بیٹھتے ہی اچانک سے ایک خیال اس کے ذہن میں کودا تھا۔

کچھ دن پہلے ہی وہ عمر کے ساتھ شاپنگ مال آیا تھا اور وہاں اس نے بریرہ کو کسی لڑکے کے ساتھ دیکھا تھا۔ مصطفیٰ جانتا تھا کہ وہ یقیناً اس کا کوئی کولیگ ہی ہو گا اور وہ بریرہ کی طبیعت سے بھی واقف تھا کہ وہ لازماً کسی ضروری کام سے ہی اس کے ساتھ آئی ہو گی لیکن پھر بھی مصطفیٰ نے چھپ کر ان کی تصویر لے لی تھی کیونکہ وہ اس تصویر سے بریرہ کو تنگ کر کہ اس سے اپنا کوئی نہ کوئی کام نکلوانا چاہتا تھا۔

اتفاق سے کچھ دن بعد اس نے پھر بریرہ جو ایک ریستورنٹ میں لنچ کرتے دیکھا تھا لیکن وہ اکیلے نہیں تھے بلکہ ان کے ساتھ اور بھی کافی لوگ تھے لیکن مصطفیٰ نے عادت سے مجبور ہو کر اس اینگل سے ان کی تصویر لی تھی جس میں صرف بریرہ اور وہ لڑکا ہی ایکسپوز ہو رہے تھے۔

اور آج اچانک سے ہی اسے وہ دونوں تصویریں غنیمت لگیں تھیں جنہیں وہ عین موقع پر استعمال کرنا چاہتا تھا۔

اس لیے وہ شام ہوتے ہی گھر پہنچ گیا تھا۔ گھر میں کوئی بھی اس بات سے واقف نہیں تھا کہ شاہنواز صاحب نے فاروق صاحب سے مصطفیٰ کے لیے بریرہ کا ہاتھ مانگا ہے۔

مصطفیٰ نے گھر جاتے ہی سب کو اکھٹا کر کے وہ تصویریں دکھائیں تھیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنے سے بھی کئی باتیں جڑ کر سب کو سنائی تھیں۔

پہلے تو اس کی بات پر کسی کو بھی یقین نہیں آ رہا تھا لیکن تصویریں دیکھ کر سب ہی ماننے پر مجبور ہو گئے تھے۔

ابھی وہ سب کو متنفر کر رہا تھا جب بریرہ اندر داخل ہوئی اور آمنہ بیگم نے بغیر بریرہ کی کوئی بات سننے سے تھپڑ دے مارا تھا۔ ایک لمحے کو تو مصطفیٰ کو بہت ملال ہوا لیکن یہی وہ آخری طریقہ تھا جس سے وہ بغیر برابنے بریرہ سے جان چھڑا سکتا تھا۔

کچھ ہی دیر میں جب شاہنواز صاحب اور فاروق صاحب اندر داخل ہوئے تو مصطفیٰ کو اپنا مقصد پورا ہوتا نظر آیا۔ وہ یہی چاہتا تھا کہ سب کو خاص طور پر شاہنواز صاحب کو بریرہ سے متنفر کرنا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ جو بات آج شاہنواز صاحب نے اس سے کی ہے آئندہ وہ کبھی خیال میں بھی ایسا ناسوچیں لیکن اس سب میں وہ خود کو بر اثابت نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے یہ بریقہ استعمال کیا تھا۔

وہ جانتا تھا سب ضرور اس کی بات کا یقین کریں گے اس لیے پوری پلیننگ کے ساتھ اس نے سب کچھ کیا تھا۔

وہ جیسے سن ہو گیا تھا۔ وہ جو توقع کر رہا تھا سب کچھ اس سے الٹ ہو گیا تھا۔ شاہنواز صاحب نے آج ایک بار پھر سب کے سامنے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا اور وجہ آج بھی بریرہ ہی تھی۔

"تمہیں اپنا بیٹا کہتے ہوئے شرم آتی ہے مجھے مصطفیٰ۔ میں سمجھا تھا کہ تم واقعی میں اپنی غلطیوں پر شرمندہ ہو۔ میں سمجھا تھا اب تمہیں واقعی ہی میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو گیا لیکن میں غلط تھا۔ تم کبھی سدھر ہی نہیں سکتے۔ تم اتنے گھٹیا ہو جاؤ گے میں نے ایسا کبھی نہیں سوچا تھا۔"

وہ نہایت غصے سے بول رہے تھے

"کیا بات ہے شاہنواز اس سب میں مصطفیٰ کا کیا قصور ہے؟"

دادا جان نا سمجھی سے بولے۔

بریرہ روتے ہوئے اپنے کمرے میں جا چکی تھی جبکہ آمنہ بیگم دوبارہ سے باہر آگئیں تھیں۔ اب بریرہ کے علاوہ سب ہی وہاں موجود تھے۔

"اباجان یہ جو تصویروں آپ سب کو دکھا رہا ہے اور جو باتیں آپ لوگوں کو بتا رہا ہے وہ سب جھوٹ ہے سراسر الزام لگا رہا ہے یہ میری بریرہ پر۔"

شاہنواز صاحب ان کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولے

"یہ جو بریرہ کے ساتھ تصویروں میں لڑکا ہے یہ زین ہے اور میرے دوست کا بیٹا ہے۔ یہ شادی شدہ ہے اور اس کے دو بیٹے بھی ہیں۔ بریرہ کا اس سے ایسا کوئی تعلق نہیں ہے ان تصاویر میں بریرہ اس کے ساتھ اکیلی نہیں تھی بلکہ باقی سب ساتھ تھے۔ آفیشل لنچ تھا یہ ان کا لیکن تصویر لینے والے نے نہایت مہارت سے صرف انہیں کی تصویر لی ہے اور یہ دوسری مال والی تصویر میں بھی سب ساتھ ہی تھے یہ بھی اس نے جان بوجھ کر ان کی ہی تصویریں لی ہیں بس"

شاہنواز صاحب نہایت غصے سے بولے جبکہ مصطفیٰ غصے سے لب بھینچ کر کھڑا رہا۔

"بھائی جان بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ بریرہ کبھی بھی میری اجازت کے بغیر کہیں نہیں گئی اور یہاں بھی یہ میری اجازت سے ہی گئی تھی۔

تمہیں میری بیٹی سے شادی نہیں کرنی تھی مصطفیٰ تو صاف منع کر دیتے یوں اس پر بہتان لگا کر یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

اب کی بار فاروق صاحب دکھ سے بولے اور وہاں سے چلے گئے۔

سب تاسف سے مصطفیٰ کو دیکھ رہے تھے جو سر جھکائے کھڑا تھا۔

کسی نے ہر بار کی طرح اسے اس بار بھی کچھ نہیں کہا تھا۔ سب خاموشی سے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے جبکہ آمنہ بیگم بریرہ کے پاس آگئیں تھیں اور شاہنواز صاحب فاروق صاحب کے پاس چلے گئے تھے۔

مصطفیٰ گھر سے باہر نکل گیا تھا۔

بریرہ بستر پر اوندھے منہ لیٹی تھی۔ آنسوؤں سے اس کا چہرہ تر ہو چکا تھا۔ رورو کر اس کی ہچکی بندھ گئی تھی۔ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ اس کی رنگ و صورت اس کے لیے اس قدر عذاب بن جائے گی کہ اب اس پر الزام لگنا بھی شروع ہو جائیں گے۔ آج اسے اپنے رنگ سے اپنے چہرے سے بے پناہ نفرت ہو رہی تھی۔ آج جو اس پر بہتان لگا تھا وہ کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی وہ ماں جنہوں نے آج تک اسے اپنی ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھا تھا آج اس پر اتنی بے اعتباری دکھا کر اس پر ہاتھ بھی اٹھا دیا تھا۔ وہ ہچکیوں کے ساتھ رونے میں مصروف تھی جب آمنہ بیگم اس کے کمرے میں داخل ہوئیں۔

انہیں دیکھتے ہی وہ فوراً رخ موڑ کر بیٹھ گئی۔

"سوری بیٹا مجھے پتا نہیں اس وقت کیا ہو گیا تھا جو میں نے تم پر ہاتھ اٹھا دیا۔"

وہ نہایت شرمندگی سے بولیں

"میں کیا اتنی بے اعتبار ہوں امی آپ کے لیے امی کہ آپ نے میری کوئی بھی بات سنے بغیر یقین کر لیا کہ میں کبھی آپ لوگوں کو دھوکا دے سکتی ہوں؟"

وہ روتے ہوئے بولی

"میری جان اس وقت مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ مصطفیٰ باتیں ہی ایسی کر رہا تھا کہ میں مجبور ہو گئی۔ مجھے معاف کر دو میرا بچہ۔"

وہ اس کا ہاتھ تھامے بولیں

"امی کیا اس میں میرا قصور ہے کہ اب تک میری شادی نہیں ہو رہی؟ بتائیں کیا اس میں میرا قصور ہے کہ میں بد صورت ہوں؟ یہ میرا قصور ہے کیا کہ ہمارے اس معاشرے میں سب خوب صورتی کو ترجیح دیتے ہیں؟ بتائیں امی اب میں اس میں کیا کروں کہ ہر دفعہ لوگ میری شکل و صورت کو تنقید کا نشانہ بنا کر مجھے رد کر جاتے ہیں؟"

دکھ سے کہتیں وہ آخر میں ان کے گلے سے لگ کر رو پڑی۔

"صبر کرو میرا بچہ تم دیکھنا ایک دن تمہیں کتنے بھاگ لگیں گے۔"
 وہاں تھیں۔ اسے تسلی دینے کو ان کے پاس کوئی الفاظ نہیں تھے۔ ان کی اپنی آنکھوں
 سے آنسو بہنا شروع ہو چکے تھے۔

"کوئی بھاگ نہیں لگیں گے مجھے امی۔ میں ہوں ہی ایسی کیوں کہ میں خوبصورت نہیں
 ہوں۔ اب تو مجھ پر بہتان بھی لگنا شروع ہو چکے ہیں بس اسی کی کثر رہ گئی تھی۔
 اچھا کرتے تھے پرانے زمانے میں لوگ کہ بیٹیوں کو زمین میں گاڑ دیتے تھے۔ بعد
 میں انہیں پل پل مارنے سے بہتر ہے کہ ایک ہی بار انہیں مار دیا جائے۔"
 تلخی سے کہتی وہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی جبکہ آمنہ بیگم اسے دکھ سے دیکھتی رہ گئیں۔

 "میں بہت شرمندہ ہوں فاروق مجھے زرا اندازہ نہیں تھا مصطفیٰ اس حد تک گرجائے
 گا۔"

شاہنواز صاحب شرمندگی سے بولے

"آپ کو اس سے ایسی کوئی بات کرنی ہی نہیں چاہیے تھی بھائی جان۔ یہ ایک بالکل بے جوڑ رشتہ تھا۔"

وہ دکھ سے بولے

"میں نے سوچا تھا کہ شاید اس سے مصطفیٰ بھی سدھ جائے اور اس سے بڑی خوشی کی بات میرے لیے اور کیا ہو سکتی تھی کہ بریرہ میری بہو بنتی۔"

"میری بچی کہ نصیب تو جانے کیوں سوہی گئے ہیں۔ اب جو حرکت مصطفیٰ نے کی ہے نجانے کیا گزر رہی ہوگی اس پر پہلے کیا کم لوگوں کی باتیں برداشت کر رہی ہے۔"

وہ پریشانی سے بولے

"انشا اللہ اللہ بہتر کرے گا۔ ہماری بیٹی کے نصیب میں ضرور کوئی نہ کوئی اچھا لڑکا ہوگا تم بس دعا کرو۔"

وہ انہیں سمجھاتے ہوئے بولے

"میری توہر سانس کے ساتھ اسی کے لیے دعا نکلتی ہے۔ بس اللہ میری بیٹی کہ نصیب

اچھے کرے۔"

وہ سنجیدگی سے بولے

"او گدھے مجھے پتا تھا تو لازماً دھر ہی ہوگا۔"

عمر مصطفیٰ کو باغ میں بیٹھا دیکھ کر اس کے پاس آگیا۔

"کہاں مرا ہوا تھا کل سے؟ کتنی کالز کی تھیں میں نے مگر مجال ہے جو تو نے ایک بار بھی

کال ریسیو کی ہو۔"

وہ غصے سے بولے جا رہا تھا جب اس نے مصطفیٰ کے تاثرات نوٹ کیے۔ مصطفیٰ کے ہاتھ میں سگریٹ تھا جس سے وہ ہر تھوڑی دیر بعد کش لگا رہا تھا۔ آنکھیں اس کی بالکل سرخ ہو رہی تھیں۔

"یہ تو نے سگریٹ کب سے پینا شروع کر دی ہے ہاں؟ پھینک اسے۔"

عمر نے اس کے ہاتھ سے سگریٹ نکال کر پھینک دیا۔

"اس وقت مجھے اکیلا چھوڑ دے عمر۔"

وہ غصے سے بولا

"کیسے اکیلا چھوڑ دوں بتا مجھے کیا ہوا ہے؟"

عمر بھی غصے سے بولا تو مصطفیٰ نے ساری بات اس کے گوش گزار کر دی۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ اپنی کوئی بھی بات صرف اپنے تک ہی رکھتا اور عمر کو نہ بتاتا۔ جب

تک عمر اسے اور وہ عمر کو اپنی تمام باتیں نہیں بتا دیتے تھے تب تک ان دونوں کو ہی چین نہیں آتا تھا۔

"یہ کیا حرکت کر دی تم نے مصطفیٰ؟ تو اتنا گھٹیا کیسے ہو سکتا ہے۔"

ساری بات سن کر عمر بے یقینی سے بولا

"میں خود بہت شرمندہ ہوں عمر پتا نہیں یہ مجھ سے کیا ہو گیا۔ مجھے اس وقت زرا خیال

نہیں آیا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔"

وہ پریشانی سے بولا

"مصطفیٰ اگر انکل نے رشتے کی بات کر بھی دی تھی تو تم انکار کر دیتے کسی اور طریقے

سے لیکن یہ سب ---

عمر اب بھی بے یقین تھا۔

"پتا نہیں کیا کر دیا ہے میں نے۔ میں بس ابو کی نظروں میں برا نہیں بننا چاہتا تھا"

مصطفیٰ سر پکڑے بیٹھا تھا۔

"اسی لیے تم نے بریرہ کو سب کی نظروں میں برا بنا دیا؟ معافی مانگو مصطفیٰ سب سے

خاص طور پر بریرہ سے۔ کس قدر ہرٹ ہوئی ہو گی وہ تمہاری اس حرکت سے"

عمر غصے سے بولا

"اچھا اب تو تو غصہ نہ کر پہلے کیا کم ناراض ہیں سب مجھ سے۔"

مصطفیٰ چڑتے ہوئے بولا

"غصہ نہ کروں تو تمہارے امتیاز دوں اس حرکت پہ تجھے؟"

عمر طنز کرتے ہوئے بولا

"آئیڈیا برا نہیں ہے۔"

مصطفیٰ ڈھٹائی سے بولا

"تمغہ امتیاز نہیں تمغہ بے شرمی ملنا چاہیے تجھے میرے یار۔"

"اس اعزاز پر میں آپ کا شکر گزار ہوں جناب عالی۔"

مصطفیٰ ہنستے ہوئے بولا

ہنستے ہوئے وہ دونوں کنٹین میں آکر بیٹھ گئے تو عمر نے کچھ سنجیدگی سے بات شروع کی۔

"دیکھ مصطفیٰ مزاق اپنی جگہ لیکن یہ جو حرکت تو نے کی ہے یہ بہت بہت غلط ہے۔ کسی پریوں بہتان لگانا گناہ ہے۔ مجھے تم سے زرا توقع نہیں تھی کہ تم کبھی ایسی حرکت بھی کر سکتے ہو۔ بریرہ سے تمہاری چڑاپنی جگہ لیکن یہ بہت بڑی غلطی کی ہے تم نے۔ وہ

تمہاری کزن ہیں تم سے بڑی ہے بلکہ چھوٹی بھی ہوتیں تو ان کی عزت کرنا تمہارا فرض ہے۔ مرد تو عزتوں کے محافظ ہوتے ہیں مصطفیٰ اور تم اس طرح سے ان پر بہتان لگا رہے تھے؟"

وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

"اچھا میرے استاد مجھے ہو گیا احساس اپنی غلطی کا مانگ لوں گا معافی۔ اب خوش؟"

مصطفیٰ تنگ آتے ہوئے بولا

"تو میرا دوست ہے اور میں چاہتا ہوں تو جنت میں بھی میرے ساتھ ہی چل اپنے

کر تو توں کی وجہ سے کہیں اکیلا جہنم میں نہ چلا جائیں۔"

عمر مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا

"فکر نہ کر جانی میں جہاں بھی جاؤں گا تجھے ساتھ ہی لے کر جاؤں گا۔"

مصطفیٰ مسکراتے ہوئے بولا

یہ بھی دوستی کا ایک تقاضہ ہی ہے کہ جب آپ کا کوئی دوست کسی غلط راہ کو چل پڑے تو بجائے اس سے کنارہ کشی کرنے کے اسے سمجھایا جائے اور ایسے مناسب الفاظ میں سمجھایا جائے کہ اسے اپنی بے عزتی بھی محسوس نہ ہو اور اپنی غلطی کا احساس بھی ہو جائے۔

"بیا آپ آج آفس نہیں جانا آپ کو؟"

زینب بریرہ کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولی

"میری طبیعت نہیں ٹھیک۔"

بریرہ آنکھوں پر بازو رکھتے ہوئے بولی

"بھائی کی حرکت پر سب بہت شرمندہ ہیں آپ۔ بہت غلط حرکت کی ہے انہوں نے۔ رات بھی وہ دیر سے گھر آئے تھے اور صبح سے بھی انہیں کسی نے نہیں بلایا۔ سب بہت ناراض ہیں ان سے اور بھائی کافی شرمندہ لگ رہے ہیں۔"

زینب آہستہ سے بولی

"میں تمہارے بھائی کی کوئی بھی بات نہیں سننا چاہتی۔"

بریرہ تلخی سے بولی

"آپی دیکھیں۔۔۔"

آپ کو تو بہت تیز بخار ہے آپی۔"

زینب نے اپنی بات کہنے کے لیے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ بے حد تپ رہا تھا۔

"اچھا ہے شاید اسی طرح سے مر جاؤں۔"

وہ بے پروائی سے بولی

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ آپ۔"

امی۔۔ امی جلدی آئیں دیکھیں بیا آپ کو کتنا تیز بخار ہے۔"

زینب اونچی سے بولی تو سب بریرہ کے کمرے میں جمع ہو گئے۔

"جاؤ زینب مصطفیٰ کو بلا کر لاؤ جلدی سے لے کر جائے اسے ڈاکٹر کے پاس۔"

دادی جان فوراً سے بولیں

"میری بیٹی اس کے ساتھ کہیں نہیں جائے گی۔ کال کرو زینب اپنے چچا کو وہ آکر کے

جائیں گے اسے۔"

آمنہ بیگم غصے سے بولیں

مصطفیٰ جو کہ شور سن کر وہیں پر آ رہا تھا خاموشی سے وہیں سے پلٹ گیا۔

بریرہ کو بہت تیز بخار چڑھ گیا تھا۔ آج اس واقعے کو تین دن بیت گئے تھے لیکن وہ ابھی بھی بخار میں تپ رہی تھی۔

مصطفیٰ اپنے کیے پر شرمندہ بھی تھا لیکن جب اسے شاہنواز صاحب کے تھپڑ یاد آتے وہ پھر سے غصے میں آجاتا تھا۔ عمر نے اسے بہت سمجھایا تھا اور اس کے سامنے وہ اس کی بات مان بھی گیا تھا کیونکہ وہ عمر کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔

شاہنواز صاحب کو بھی وہ ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ ہر حال میں انہیں خوش رکھنا چاہتا تھا اپنی طرف سے سکون دینا چاہتا تھا لیکن ہر بار ہی کوئی نہ کوئی غلط کام ہو جاتا تھا۔ اس بار بھی اس کا سارا کیا دھرا اسی کہ اوپر آگیا تھا۔ اسے احساس تھا کہ اس کا طریقہ غلط تھا وہ کسی اور طریقے سے بھی اس رشتے سے بچ سکتا تھا لیکن یہ سب کر کہ وہ اب سب کی نظروں میں گر گیا تھا۔ اب دوبارہ سے سب کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے اسے بہت کچھ کرنا پڑنا تھا۔ وہ بریرہ سے اپنے کیے کی معافی مانگنا چاہتا تھا لیکن معافی وہ صرف اپنی غلطی کی مانگنا چاہتا تھا اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اس کے دل سے بریرہ کے لیے

چڑ نکل گئی تھی۔ وہ اس سے بدلا لینے کا ارادہ اب بھی رکھتا تھا لیکن اس سے پہلے اسے سب کو راضی کرنا تھا خاص طور پر شاہنواز صاحب کو جو کہ اس سے بے حد خفا تھے۔

کچھ سوچتے ہوئے وہ بریرہ کے کمرے میں چلا آیا۔

"بیابات سنو۔"

وہ لیٹی ہوئی تھی جب مصطفیٰ نے اسے آواز دی۔

مصطفیٰ کی آواز پر وہ تیزی سے اٹھی۔

"تم یہاں کیا کرنے آئے ہو ہاں؟ کوئی اور بہتان رہ گیا ہے تو وہ بھی لگا دو مجھ پر۔"

اسے دیکھتے ہی وہ غصے سے بولی

"میں تم سے معافی مانگنے آیا ہوں بریرہ میں واقعی میں بہت شرمندہ ہوں۔ مجھے ایسا

نہیں کرنا چاہیے تھا میں نے بہت بڑی غلطی کر دی ہے پلیز مجھے معاف کر دو۔"

وہ نہایت شرمندگی سے کہہ رہا تھا اور یہ سب وہ دل سے کہہ رہا تھا۔ اس کے پیچھے تو اس کا کوئی مقصد نہیں چھپا تھا۔

جو اس کی غلطی تھی اس کی معافی وہ مانگ رہا تھا لیکن جو بدلہ اس نے بریرہ سے لینا تھا وہ وہ ضرور لینے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن کسی اور طریقے سے۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ نہیں سننی مجھے تمہاری کوئی بات۔"

وہ چیختے ہوئے بولی

"تم یہاں کیا کر رہے ہو مصطفیٰ؟"

بریرہ کی آواز سن کر شاہنواز صاحب اس کے کمرے میں آکر گرج دار آواز میں بولے

"ابو میں بریرہ سے معافی مانگنے آیا تھا۔"

وہ شرمندگی سے بولا

"اسے کہہ دیں تا یا جان مجھے نہیں سننی اس کی کوئی بات چلا جائے یہ یہاں سے۔"

بریرہ غصے سے بولی

"تم جاؤ یہاں سے مصطفیٰ۔"

وہ سنجیدگی سے بولے

"لیکن ابو میں شرمندہ ہوں معافی مانگ تو رہا ہوں۔"

"جاؤ تم یہاں سے میں بات کرتا ہوں بریرہ سے۔"

مصطفیٰ کمرے سے باہر چلا گیا۔

شاہنواز صاحب وہیں بریرہ کے پاس بیٹھ گئے۔

"میں مانتا ہوں اس بار مصطفیٰ نے بہت بڑی غلطی کی ہے بریرہ لیکن بچے وہ واقعی میں بہت شرمندہ ہے۔ میں اس کا باپ ہوں اس کی رگ رگ سے واقف ہوں اس بار اسے اپنی غلطی کا احساس ہے۔ بیٹا تم تو بہت بڑے دل والی ہے اسے معاف کر دو۔"

وہ آہستہ سے بولے

"تایا جان آپ کو مصطفیٰ سے ایسا کچھ نہیں کہنا چاہیے تھے۔ میرا اور مصطفیٰ کا رشتہ بالکل بے جوڑ ہوتا۔ اگر میں ٹھنڈے دماغ سے سوچوں تو اس میں مصطفیٰ کی کوئی غلطی نہیں ہے اس کے لیے ہر گز یہ بات قابل قبول نہیں ہوگی۔ اس کے منع کرنے پر آپ نے اس پر زور دیا ہوگا اور نتیجے میں اس نے اپنا سارا بدلہ مجھ سے پورا کیا ہے۔"

وہ اپنے آنسو پونچھ کر بولی

"بیٹا مجھے بھی معاف کر دو۔ میں سمجھا تھا شاید مصطفیٰ راضی ہو گیا ہے لیکن وہ اتنا شدید رد عمل دے گا مجھے احساس نہیں تھا۔"

وہ شرمندگی سے بولے

"آپ نے مجھے میری ہی نظروں میں گرا دیا ہے۔ اب میں مصطفیٰ کا سامنا بھی نہیں کر سکتی بلکہ گھر میں کسی کا بھی سامنا نہیں کر سکتی۔"

وہ سنجیدگی سے بولی

"میں ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا بریرہ بیٹا میں سب سہی کرنا چاہتا تھا لیکن سب غلط ہو گیا۔"

وہ دکھ سے بولے

"آپ کا کوئی قصور نہیں ہے تا یا جان کسی کا بھی کوئی قصور نہیں ہے بس میری ہی

قسمت خراب ہے۔"

وہ سنجیدگی سے بولی تو وہ خاموش ہو گئے اور وہاں سے اٹھ کر آ گئے۔

داداجان اخبار پڑھنے میں مصروف تھے جب مصطفیٰ ان کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ اس کے پاس بیٹھنے پر انہوں نے اپنا رخ دوسری طرف کو موڑ لیا۔

"آپ بھی مجھ سے ناراض ہیں ابا؟"

وہ ان کے گٹھنے پر سر رکھتے ہوئے بولا۔ باقی سب انہیں داداجان کہتے تھے لیکن صرف مصطفیٰ انہیں ابا کہہ کر پکارتا تھا۔

"تم نے میرا سر شرم سے جھکا دیا ہے مصطفیٰ۔ میں سمجھا تھا کہ میں نے اپنے بچوں کی بہت اچھی تربیت کی ہے اور میرا خاندان ہر طرح کی نفرت اور بغض سے پاک ہے لیکن مجھے اب احساس ہوا ہے کہ میں کتنا غلط تھا۔"

وہ دکھی لہجے میں بولے

"مجھے معاف کر دیں اب میں بہت شرمندہ ہوں پتا نہیں غصے میں میں یہ سب کیسے کر گیا۔"

وہ شرمندگی سے بولا

"لیکن اس میں سب قصور میرا تو نہیں ہے نا ابا۔ ابونے مجھ سے اچانک ایسی بات کر دی جس کا میں ساری زندگی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اب ایسی بات پر میرا کچھ تو ریکشن کرنا بنتا تھا نا لیکن میرے کچھ بھی بولنے سے پہلے انہوں نے مجھے بلیک میل کیا تو میں مجبور ہو گیا یہ سب کرنے پہ۔"

وہ وضاحت دیتے ہوئے بولا

"تم اتنا مجبور ہو گئے کہ اتنی بڑی غلطی کر دی؟"

وہ سنجیدگی سے بولے

"میں شرمندہ ہوں نا ابا۔ سب سے معافی بھی مانگی ہے بریرہ سے بھی معافی مانگی ہے اب آپ بتائیں میں کیا کروں۔ میں صرف ابو کو خوش کرنا چاہتا تھا میں ان کی نظروں میں اچھا بننا چاہتا تھا۔"

"اس کی نظروں میں اچھا بننے کے لیے تم بریرہ کو سب کی نظروں سے گرا رہے تھے؟"

"مجھے معاف کر دیں۔"

اب کی بار اس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا اس لیے دوبارہ سے معذرت کر لی۔

"مجھ سے نہیں بریرہ سے معافی مانگو جا کر۔"

وہ آہستہ سے بولے

"اچھا ناب آپ تو معاف کر دیں باقیوں سے میری سفارش بھی تو آپ نے کرنی ہے۔"

انہیں نرم پڑتا دیکھ کر وہ فوراً بولا

"بہت چالاک ہو تم۔ سہی کہتا ہے شاہنواز تمہیں بگاڑنے میں سب سے بڑا تھ میرا ہی ہے۔"

وہ اسے ساتھ لگاتے ہوئے بولے

"ابا آپ میری ایک بات مانیں گے؟ مطلب اگر میں آپ سے کچھ مانگوں تو آپ مجھے دیں گے؟"

وہ اپنے مطلب پر آیا۔

"ہاں بولو میری جان۔ ایسا کبھی ہوا ہے کہ تم کچھ مانگو اور ہم نہ دیں۔"

وہ پیار سے بولے

"وہ۔۔۔ ابا میں بریرہ۔۔۔ میرا مطلب میں بریرہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ جھجکتے ہوئے بولا

"کیا؟ کیا کہہ رہے ہو؟"

دادا جان حیرانی سے بولے

"جی میں بریرہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں ابا۔"

اس نے اپنی بات دہرائی۔

"اور تم ایسا کیوں کرنا چاہتے ہو؟ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے بریرہ اور تمہاری ہمیشہ سے ہی کبھی نہیں بنی اور وہ تم سے عمر میں بھی پانچ سال بڑی بھی ہے تو ایسا کیسے ممکن ہے کہ اب تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو؟ اس سے جان چھڑوانے کے لیے تم نے اس قدر ڈرامہ رچایا تھا اور اب تم کہہ رہے ہو تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو؟"

داداجان ناراضگی سے بولے

"پہلے مجھے پتا نہیں کیا ہو گیا تھا لیکن اب میں اس سے واقعی میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔

شاید جو میں اس کے ساتھ کر چکا ہوں اس کا مدد کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ آنکھیں نیچی کیے بولا

"مصطفیٰ اگر تم واقعی دل سے یہ سب کہہ رہے ہو تو میں بات کر سکتا ہوں سب سے

لیکن اگر تم یونہی کہہ رہے ہو تو میری بیٹی ابھی ہم پر اتنی بھاری نہیں ہے جو اسے بنا

چاہت کے تمہارے ساتھ رخصت کر دیں۔"

وہ سختی سے بولے

"میں اتنی بڑی بات یونہی تو نہیں کر سکتا نا اب۔ شادی کرنا چاہتا ہوں اس لیے تو کہہ رہا

ہوں آپ سے۔"

وہ جھنجھلایا

"شادی کرنا چاہتے ہو یا بریرہ سے شادی کرنا چاہتے ہو؟"

وہ اسے جانچتی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے

"کیا ہے ابا۔۔ بریرہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ چڑتے ہوئے بولا

"یہی خیال اگر تمہیں تین دن پہلے آجاتا تو وہ حالات نہ ہوتے جو اب پیدا ہو چکے ہیں
لیکن بحر حال میں کوشش کرتا ہوں سب سے بات کرنے کی لیکن تم فل وقت خاموش
رہو۔"

وہ سنجیدگی سے بولے

"ہائے ابا جان یو آر ڈابیسٹ۔"

وہ ان کے گلے لگتا ہوا بولا تو وہ مسکرا دیے۔

"امی میں بہت بور ہو رہی ہوں۔"

زینب کچن میں کام کرتی نائلہ بیگم سے بولی

"آج تمہاری چھٹی کا پہلا دن ہے اور یہ حال ہے تمہارا پورا مہینہ کیا کرو گی؟"

وہ اسے گھورتی ہوئی بولیں

"مجھے نہیں پتا امی میں بور ہو رہی ہوں مجھے کہیں جانا ہے۔"

وہ چڑتے ہوئے بولی

زینب کے سینڈائیر کے ایگزامز کل ہی ختم ہوئے تھے اور اب اسے کافی لمبی چھٹیاں تھیں۔ بریرہ کا بخار اب اتر چکا تھا اور وہ آج ایک ہفتے کے بعد آفس گئی تھی اس لیے زینب اکیلی ہو گئی تھی۔

"تو تم ایسا کرو شائستہ بھابھی کہ گھر چلی جاؤ نا۔ ان کے کچھ کام کرو آؤ کتنی اکیلی ہوتی ہیں سارا دن اور بیمار بھی رہتی ہیں۔"

وہ عمر کی امی کا کہتے ہوئے بولیں۔ دونوں خاندانوں کا ایک دوسرے کے گھروں میں کافی آنا جانا تھا۔ زینب اکثر ہی ان کے گھر صبح سے شام کے لیے جاتی اور ان کے کافی کام کروا کر آتی تھی۔ ان دونوں خاندانوں میں سٹیٹس کا بہت فرق تھا لیکن محبتیں ان سب میں سگے رشتوں سے بھی بڑھ کر تھیں۔

"امی۔۔۔ آنٹی مجھے پھر کچھ بنانے پر لگا دیں گی۔"

وہ چڑتے ہوئے بولی

"تو کیا ہو گیا زینب۔۔ خود ہی تو کہہ رہی ہو بور ہو رہی ہوں وہاں جا کر ان کی ہیلپ ہی کروادو۔"

وہ اسے جھڑکتے ہوئے بولیں

"اچھا ٹھیک ہے میں تیار ہو کر آتی ہوں آپ مصطفیٰ بھائی سے کہیں مجھے چھوڑ آئیں۔"

وہ مانتے ہوئے بولی اور تیار ہونے چل دی۔

"ارے میرا بچہ آج کتنے دنوں بعد آیا ہے۔"

وہ مصطفیٰ کے ساتھ عمر کے گھر آئی تو اس کی امی اس سے بہت محبت سے ملیں۔

"بس آنٹی کل ہی فارغ ہوئی ہوں ایگزامز سے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی

"چلو اچھی بات ہے۔ آتی جاتی رہا کرو میرے گھر میں رونق رہتی ہے۔"

وہ محبت سے بولیں

"جی آنٹی"

"آؤ مصطفیٰ تم بھی اندر باہر کیوں کھڑے ہو۔"

وہ مصطفیٰ کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"نہیں آنٹی میں بس چلتا ہوں کچھ کام ہے۔ شام میں کھانے میں آپ کے ہاتھ کی بنی

دال ہی کھاؤں گا بنا کر رکھیے گا۔"

وہ محبت سے بولا۔ وہ ہمیشہ ان سے کچھ نا کچھ کھانے کی فرمائش کرتا تھا لیکن صرف ایسی چیز کی فرمائش کرتا جو وہ آسانی سے بنا سکیں اس سے وہ خوش بھی ہو جایا کرتیں تھیں اور ان پر بوجھ بھی نہیں پڑتا تھا۔

"ضرور میں اپنے بچے کے لیے بنا کر رکھوں گی"

وہ مسکرا کر بولیں تو وہ چلا گیا اور زینب کمرے میں احسن صاحب سے ملنے چلی گئی۔

"السلام علیکم انکل۔"

وہ کمرے میں داخل ہوتے اونچی سے بولی

احسن صاحب جو اخبار پڑھ رہے تھے اس کی آواز پر چونکے۔

"وعلیکم السلام میرا بچہ آیا ہے آج۔"

وہ خوشگواہری سے بولے

"جی انکل میں نے سوچا آج آپ اکیلے اکیلے اخبار نہ پڑھیں بلکہ میں پڑھ کر سناؤں۔"

وہ مسکراتے ہوئے ان کے پاس چمیر رکھ کر بیٹھ گئی اور ان کے ہاتھ سے اخبار لے لی۔

"دیکھیں آج زینب آئی ہے تو کتنی رونق ہو گئی ہے گھر میں۔"

شائستہ بیگم ہاتھ میں جو س پکڑے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولیں

"ہماری بچی ہے ہی اتنی اچھی جب بھی آتی ہے گھر کھل جاتا ہے۔"

وہ خوشی سے بولے تو زینب مسکرانے لگی۔

ڈور نیل کی آواز پر دونوں چونکی۔

"اس وقت کون آگیا عمر کے آنے کا تو ٹائم ابھی نہیں ہوا"

شائستہ بیگم بولیں

"آپ دیکھیں جا کر میں پکوڑے فرائی کرتی ہوں۔"

زینب کام میں مصروف بولی

دروازہ کھولنے پر عمر ہی نمودار ہوا۔

"خیرت ہے؟ آج تم اس وقت کیسے گھر آگئے۔"

ابھی مغرب کا وقت تھا جبکہ عمر عشاء کے بعد گھر آیا کرتا تھا۔

"کچھ نہیں ایک گھر نے ٹیوشن چھڑوا دی ہے اپنے بچوں کی اس لیے جب تک دوسری نہیں ملتی جلدی ہی گھر آیا کروں گا۔"

وہ آہستگی سے کہتا ہوا اندر آ گیا۔

"اچھا تم بیٹھو میں چائے لاتی ہوں۔"

انہوں نے اس کی حالت دیکھ کر فحاح کچھ بھی کہنے کا ارادہ ترک کیا اور کچن میں چلی آئیں۔

وہ وہیں لان میں پڑی چارپائی پر لیٹ گیا۔ ایک بازو آنکھوں پر رکھا تھا جبکہ دوسرا سر کے نیچے رکھا ہوا تھا۔

"السلام علیکم عمر بھائی کیسے ہیں؟"

ابھی اسے لیٹے کچھ ہی دیر ہوئی تھی جب اس کے کانوں میں زینب کی آواز پڑی۔ عمر ہلکی ہلکی نیند میں تھا اس لیے زینب کی آواز سن کر اسے لگا جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔

اس نے اپنی آنکھوں سے بازو ہٹایا تو اس کے بالکل سامنے مسکراتی ہوئی زینب چائے کا کپ تھا مے کھڑی تھی۔

عمر کی دھڑکن اسے دیکھتے ہی تیز ہو گئی۔ اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ آج وہ زینب سے مل پائے گا۔ کتنے دنوں سے وہ اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ترس رہا تھا اور آج جب وہ اس کے سامنے کھڑی تھی تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آرہا تھا۔

وعلیکم السلام تم کب آئی۔"

وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا

"میں تو صبح سے آئی ہوئی ہوں۔ آج کل فارغ ہوں گھر میں بورہور ہی تھی اس لیے

ادھر آگئی۔"

"اچھی بات ہے۔"

بس اتنا کہہ کر وہ چائے پینے میں مصروف ہو گیا جبکہ زینب دوبارہ اندر چلی گئی۔

وہ ہر بار سوچتا تھا کہ اب جب وہ زینب سے ملے گا اس سے بہت باتیں کرے گا۔ اسے بتائے گا کہ وہ اس کہ بغیر خود کو کتنا ادھورا محسوس کرتا ہے۔ اسے بتائے گا کہ اسے اس کی کتنی ضرورت ہے۔ اسے بتائے گا کہ اس تلخ زندگی میں اس کی ایک جھلک عمر کے لیے آج حیات کی طرح ہوتی ہے۔ وہ اسے بتانا چاہتا تھا اسے ایک نظر دیکھنے کے بعد اپنی زندگی کی تمام تر تلخیاں بھول جاتا ہے۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنا چاہتا تھا وہ بس ایک بار جاننا چاہتا تھا کہ کیا وہ بھی اس سے محبت کرتی ہے جتنی محبت وہ اس سے کرتا ہے؟

لیکن یہ سب باتیں وہ صرف اس سے تصور میں ہی کر سکتا تھا جب بھی وہ اس کے سامنے آتی اس کے احترام میں عمر کی نظریں خود بہ خود ہی جھک جایا کرتیں تھیں۔ اس کی دھڑکن تیز ہو جایا کرتی تھی وہ اسے ایک نظر کے بعد دوبارہ دیکھنے کی جرات نہیں کرتا تھا۔ وہ جو اس سے ہزاروں باتیں کرنا چاہتا تھا اس کے سامنے آنے پر بالکل خاموش کو جایا کرتا تھا۔

وہ جو اس کے سامنے اپنی محبت کا اظہار کرنا چاہتا تھا اسے سامنے پا کر سب بھول جاتا تھا۔

"عمر بھائی آپ نے اب تک نماز نہیں پڑھی؟"

مغرب کا وقت گزر رہا تھا جب زینب عمر کے پاس آکر بولی جو کہ ابھی تک چار پائی پر لیٹا تھا۔ شائستہ بیگم احسن صاحب کو دو اکھلانے گائیں تھیں جبکہ مصطفیٰ ابھی زینب کو لینے نہیں آیا تھا اس لیے وہ باہر آگئی تھی جہاں عمر لیٹا تھا۔

"نہیں زہن میں نہیں رہا۔ آنکھ لگ گئی تھی۔"

وہ آہستگی سے بولا

"آپ پابندی سے نماز پڑھتے ہیں؟"

زینب نے سوال کیا تو عمر نے نظریں اٹھا کر ایک نظر اسے دیکھا۔ زینب نے چہرے کے گرد نماز کے سٹائل میں دوپٹہ لیا ہوا تھا۔ ایک نظر دیکھنے کے بعد وہ دوبارہ سے سر جھکا گیا۔

"باقاعدگی سے نہیں پڑھتا کچھ نمازیں ٹیوشن کے وقت میں چھوٹ جاتی ہیں۔"

وہ شرمندگی سے بولا

"آپ کو پتا ہے آپ کی پریشانی کی وجہ کیا ہے؟ کیوں آپ اپنے روزگار کی وجہ سے پریشان رہتے ہیں؟"

وہ اچانک سے بولی تو عمر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا

"ایسے حیران مت ہوں مجھے آنٹی بتاتی رہتی ہیں کہ آپ کس قدر پریشان رہتے ہیں

جاب کی وجہ سے۔"

وہ اسے حیران دیکھ کر بولی

"آپ کی پریشانی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ اپنے روزگار کے لیے اپنی نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ کو اپنے رب پر پورا یقین ہی نہیں ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ اگر آپ اپنا کام چھوڑ کر نماز پڑھنے چلے جائیں گے تو آپ کو کام میں نقصان ہوگا۔ لیکن میں آپ کو بتاؤں جب آپ اپنے کسی کام کے لیے نماز چھوڑتے ہیں نا تو وہ کام آپ کے لیے نقصان کا باعث بنتا ہے۔"

نظریں نیچی کیے وہ اسے غور سے سن رہا تھا۔

"آپ رزق کی خاطر اپنی نماز چھوڑتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ اصل رازق تو اللہ کی ذات ہے۔ وہ جب گھونسلوں میں چڑیا کو رزق دے سکتا ہے وہ جنگلوں میں پہاڑوں میں بسے لوگوں کو رزق دے سکتا ہے وہ آسمان میں اڑتے پرندوں کو رزق دے سکتا ہے تو وہ آپ کو کیوں نہیں دے گا؟

جب اس کا وعدہ ہے ہمیں رزق دینے کا تو ہم کیوں رزق کمانے کی خاطر اپنی نماز ترک کر دیں۔

مانا کہ آپ پر بہت ذمہ داریاں ہیں جنہیں پورا کرنے کے لیے دن رات محنت کرنا پڑتی ہے لیکن نماز بھی تو ہم پر فرض ہے نا؟ اور آپ یقین کریں جب ہم اپنا یہ فرض پوری ایمانداری سے نبھائیں گے تو ہماری آدھی پریشانیاں ویسے ہی ختم ہو جائیں گی۔"

بولتے بولتے جب وہ تھک گئی تو خاموش ہو گئی۔

عمر بغیر کچھ بولے وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تو زینب کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔

"یعنی کہ حد ہی ہو گئی ایک تو میں اچھی بات سمجھا رہی تھی اور وہ بجائے کچھ کہنے کے منہ اٹھا کر وہاں سے چلے ہی گئے۔"

وہ منہ میں بڑبڑاتی ہوئی اٹھ کر اندر آ گئی۔

کچھ دیر بعد جب وہ باہر نکلی تو عمر برآمدے میں نماز پڑھ رہا تھا۔

زینب اپنی کامیابی پر مسکرا کر رہ گئی۔

وہ ایسی ہی تھی ہر ایک سے محبت کرنے والی ہر ایک کا خیال کرنے والی۔ کسی بھی انسان سے اسے کوئی غرض یا مطلب نہیں ہوتا تھا وہ سب کے لیے مخلص تھی۔ اسے جب بھی کوئی اداس لگتا پریشان لگتا وہ ضرور اس کے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ ابھی بھی وہ عمر کی پریشانی کچھ کم کرنا چاہ رہی تھی کیونکہ کچھ دیر پہلے ہی وہ آنٹی سے سن چکی تھی کہ عمر آج کل جا ب کے لیے کس قدر پریشان ہے اور کام کے پیچھے سب نمازوں سے بھی غافل ہو اڑا ہے اسی لیے اپنی فطرتاً نرم دل طبیعت سے مجبور ہو کر وہ اسے بھی سمجھانے بیٹھ گئی تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ اور ڈرائیور کدھر ہے؟"

بینک کے باہر ڈرائیور کے بجائے مصطفیٰ کو دیکھ کر وہ غصے سے بولی

"مجھے تم سے کچھ بات کرنا تھی اس لیے ڈرائیور کو منع کر دیا میں نے اور خود آ گیا تمہیں لینے کے لیے۔"

وہ وضاحت دیتے ہوئے بولا

"مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی۔"

وہ تلخی سے بولی

"دیکھو میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گا بس راستے میں ہی تم سے بات کر لوں گا۔"

وہ عاجزی سے بولا

"میں تمہیں زیادہ وقت دینے بھی نہیں والی۔ تمہارا کیا بھروسہ پھر مجھ پر کوئی نیا الزام

لگا دو گی۔"

وہ تلخی سے بولی

"یار بیابس کرو ناب۔ کتنی بار تو معافی مانگ چکا ہوں اور کتنا شرمندہ کرو گی مجھے؟"

وہ تنگ آتے ہوئے بولا

"تم نے معافی مانگی تھی لیکن میں نے تمہیں معاف نہیں کیا تھا ذہن میں بٹھا لو یہ

بات۔"

وہ غصے سے بولتی گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔

"اچھا تو پھر کر دو نیا بار معاف اب۔"

وہ بھی اندر بیٹھتے ہوئے بولا

"مصطفیٰ مجھے کہیں سے نہیں لگتا کہ تم شرمندہ ہو۔ معافی ایسے مانگتے ہو جیسے کوئی مزاق ہو۔"

وہ اسے گھورتے ہوئے بولی

"اب تم کیا چاہتی ہو؟ رو رو کر گڑ گڑا کر معافی مانگوں؟"

وہ بھی اسی کہ انداز میں بولا۔ اس سے زیادہ اچھائی سے بات نہیں کر سکتا تھا وہ۔

"جو تمہاری حرکت تھی نہ اس کے لیے تم یہ بھی کرو تو کم ہے۔"

وہ سنجیدگی سے بولی

"اچھانا یا ربیا۔ مان تو رہا ہوں میری غلطی تھی اور بہت بڑی غلطی تھی اور میں اس پر

شرمندہ بھی ہوں تم پلیز مجھے معاف کر دو میں آئندہ ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گا"

وہ آہستگی سے بولا

"بات کیا کرنی تھی تم نے وہ بولو"

وہ سر جھٹکتے ہوئے بولی

"پہلے تم وعدہ کرو کہ میرا سر نہیں پھاڑ دو گی۔"

وہ شرارت سے بولا

"کچھ فضول بولو گے تو ایسا کرنے سے بھی گریز نہیں کروں گی۔"

وہ غصے سے بولی

"اچھا چلو چھوڑو یہ بتاؤ آیسکریم کھاؤ گی؟"

وہ اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے بولا

"تمہیں جو بات کرنی ہے مصطفیٰ وہ کرو بلا وجہ میرا وقت ضائع مت کرو۔"

"رہنے دو میں کچھ نہیں کہہ رہا تم سے گھر بھی جانا ہے مجھے۔"

وہ ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا اور گاڑی سڑک پر دوڑادی۔

"اب یہ کہاں جا رہے ہو؟"

گاڑی گھر کے راستے پر نہ دیکھ کر وہ حیرانی سے بولی

"عمر کے گھر۔ زینب کو لینا ہے وہاں سے۔"

وہ تفصیل سے بولا تو بریرہ خاموش ہو کر بیٹھ گئی۔ کچھ ہی دیر میں وہ لوگ عمر کے گھر پہنچ

چکے تھے۔

"او تو اس وقت گھر پہ؟"

عمر کو گھر دیکھ کر مصطفیٰ حیرانی سے بولا

"ہاں آج جلدی آ گیا تھا۔"

عمر پھکی مسکراہٹ سے بولا

تھوڑی دیر وہاں بیٹھنے کے بعد وہ لوگ گھر واپس آ گئے۔

وہ لوگ گھر پہنچے تو سب بڑے لیونگ روم میں بیٹھ کر چائے پی رہے تھے۔ بریرہ چینی کرنے اپنے روم میں چلی گئی جبکہ زینب اور مصطفیٰ وہیں سب کے ساتھ بیٹھ گئے۔

"زینب بیٹا جاؤ تھک گئی ہو گی جا کر لیٹ جاؤ۔"

آمنہ بیگم زینب سے بولیں جو مزے سے صوفے پر بیٹھی بسکٹ کھانے میں مصروف تھی۔

"نہیں امی میں بالکل نہیں تھکی۔"

وہ لاپرواہی سے بولی تو آمنہ بیگم نے اسے گھوری ڈالی۔ یعنی آنکھوں سے اشارہ کر دیا کہ وہ وہاں سے اٹھ کر چلی جائے۔

وہ منہ بناتی ہوئی بسکٹ کی پوری ڈش اٹھا کر بریرہ کہ کمرے میں آگئی اور صوفے پر بیٹھ گئی۔

"تمہارا منہ کیوں لٹکا ہوا ہے؟"

بریرہ نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا

"بندہ کچھ بھی ہو لیکن گھر کا سب سے چھوٹا بچہ نہ ہو۔ یعنی کے حد ہی ہو گئی کوئی عزت کوئی مقام ہی نہیں ہوتا۔ جہاں ضروری بات کرنی ہوتی ہے فٹ بال کی طرح مجھے کک مار کہ باہر کر دیتے ہیں اور جب پانی پینا ہو یا دروازہ بند کرنا ہو تو سب کو میری یاد آ جاتی ہے۔"

وہ ناراضگی سے بولی۔ اس کے اپنے ہی مسئلے تھے۔

"یعنی آج پھر سے کوئی ضروری بات کرتے وقت تمہیں باہر نکال دیا گیا ہے؟"

بریرہ ہنستے ہوئے بولی

"اڑالیں مزاق میرا۔ مل جو گئی ہوں جھونگے میں آپ سب کو اب ایسی ہی ناقدری

کریں گے۔"

"ہاں جی اور تم وہاں سے آتے آتے بسکٹ کی ڈش بھی اٹھاتی لائی ہو۔"

بریرہ اس کے ہاتھ میں ڈش دیکھتے ہوئے بولی

"ہاں تو عزت بے عزتی تو آنے جانے والی چیز ہے اب بندہ کھائے پیے بھی نا۔"
وہ منہ بناتے ہوئے بولی تو بریرہ ہنس دی۔

"ویسے باہر بات کیا ہو رہی ہے جو سب اکٹھے بیٹھے ہیں ابھی تک؟"
تھوڑی دیر بعد زینب تجسس سے بولی

"ہوگا پھر کوئی نیارشتہ میرے لیے جو زیر غور ہوگا لیکن پھر انکار کر دیا جائے گا۔"
بریرہ تلخی سے بولی

"کیا ہوتا جا رہا ہے آپ کو آپنی؟ آپ اتنی نا امید کیوں ہو رہی ہیں؟"
زینب تکان سے بولی

"پتا نہیں کیا ہوتا جا رہا ہے مجھے۔ اب میں اس سب سے اتنی عاجز آچکی ہوں کہ دل چاہتا
ہے یہاں سے کہیں دور بھاگ جاؤں۔"
وہ تلخی سے بولی

"ایسا مت کہیں آپنی اللہ بہتر کرے گا۔ اللہ نے یقیناً آپ کے لیے کوئی بہترین ہمسفر چنا
ہوگا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی جبکہ بریرہ سر جھٹک کر سونے کے لیے لیٹ گئی۔ اس وقت وہ

صرف تنہائی چاہتی تھی اس وقت کوئی امید کوئی امنگ اس کے دل میں پیدا نہیں ہو
پارہی تھی۔

مصطفیٰ سر جھکا کر بیٹھا تھا جبکہ باقی سب اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"تمہیں کیا لگتا ہے مصطفیٰ میری بچی اتنی بھاری ہے مجھ پر کہ میں اسے ایسے شخص کے
حوالے کر دوں جو کہ پہلے اپنے مفاد کے لیے اس کی کردار کشی کر چکا ہو؟"
فاروق صاحب مصطفیٰ کو دیکھتے ہوئے غصے سے بولے۔ داداجان سب بڑوں کو مصطفیٰ
کی بات بتا چکے تھے۔

"میں بہت شرمندہ ہوں چاچو اپنی غلطی پر اور اپنی غلطی کا مداوا کرنا چاہتا ہوں۔"
وہ شرمندگی سے بولا

"تم چاہتے کیا ہو آخر مصطفیٰ؟ جب میں نے تم سے بریرہ کے رشتے کے بابت بات کی تو
تم نے اتنی گھٹیا حرکت کر دی اور اب جب سب کچھ ہو چکا ہے تو تم اس سے شادی کرنا
چاہ رہے ہو؟ دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟ تم نے شادی بیاہ کو گڈے گڈی کا کھیل سمجھ رکھا
ہے کیا؟"

شاہنواز صاحب نہایت غصے سے بولے تو مصطفیٰ ضبط سے اپنی مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا وہ اس وقت کچھ بھی کہہ کر سارا کیا دھرا خراب نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے خاموش رہا۔

"آرام سے شاہنواز آرام سے بیٹھ کر بھی بات کی جاسکتی ہے۔"

داداجان اپنے بیٹے کو ٹوکتے ہوئے بولے

"نہیں اباجان اس سے آرام سے بات کی ہی نہیں جاسکتی۔ یہ اس قابل ہی نہیں ہے کہ

اس سے آرام سے بات کی جاسکے۔"

وہ غصے سے بولے

"دیکھو فاروق بریرہ ہم سب کو بہت عزیز ہے لیکن تم اس کے والد ہو۔ اس کی زندگی کا

فیصلہ کرنے کا حق سب سے زیادہ تمہیں ہے اس لیے میں چاہتا ہوں جلد بازی کی

بجائے تم ٹھنڈے زہن سے سوچو۔ اور بریرہ سے بھی اس کی مرضی پوچھ لو کہ بحر حال

میں نہیں چاہتا اس پر کوئی بھی زبردستی کی جائے۔"

داداجان یہ کہتے ہوئے وہاں سے اٹھ کر چلے گئے جبکہ ان کے پیچھے باقی سب بھی اپنے

کمرے میں چلے گئے۔

مصطفیٰ اپنے کمرے میں آکر مسلسل بے چینی سے ادھر ادھر چکر کاٹ رہا تھا۔ وہ ناجانے کیوں اتنا بے چین ہو رہا تھا۔ حالات اس کی سمجھ سے باہر تھے حالانکہ سب کچھ اس کی مرضی سے ہو رہا تھا لیکن پھر بھی وہ خود کو پرسکون محسوس نہیں کر پا رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا اس نے بریرہ سے شادی کرنے کا فیصلہ کیوں کیا؟ یہ فیصلہ کرتے وقت نہ اس کے دل میں کوئی محبت کا جذبہ تھا نہ ہی نفرت کا۔ وہ بریرہ کو یہ جتنا چاہتا تھا کہ مصطفیٰ کے سامنے اس کی کیا اوقات ہے۔ وہ اسے صرف یہ جتنا چاہتا تھا کہ وہ کچھ بھی کر لے مصطفیٰ کے سامنے کچھ نہیں ہے۔ وہ اسے بے سکون کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس کے نزدیک اس کے اور شاہنواز صاحب کے درمیان دوری کی سب سے بڑی وجہ بریرہ ہی تھی اس لیے وہ اسے سبق سکھانا چاہتا تھا اسی لیے اس نے بریرہ سے شادی کرنے کی بات کی کہ بحر حال یہ وہ واحد طریقہ تھا جس سے وہ بریرہ سے سارے بدلے لے سکتا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہیں؟"

فاروق صاحب بیڈ پر بیٹھے سوچوں میں گم تھے جب سلمیٰ بیگم کی آواز پر چونکے۔

"کچھ نہیں بس بریرہ کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

وہ آہستگی سے بولے

"فاروق مجھے لگتا ہے ہمیں مصطفیٰ کے رشتے کے لیے ہاں کر دینی چاہیے۔"

"اتناسب کچھ ہونے کے بعد بھی تم یہ کہہ رہی ہو؟"

"اتناسب کچھ ہو گیا ہے اسی لیے یہ کہہ رہی ہوتا کہ مزید آگے کچھ نہ ہو۔"

دیکھیں فاروق دور دور تک بریرہ کے رشتے کے لیے کوئی بات آگے نہیں بڑھا رہا کتنے لوگ اسے دیکھ کر جاچکے ہیں اور سبھی نے انکار کر دیا ہے۔ عمر بھی اس کی اب بڑی ہوتی

جا رہی ہے تو آپ کو کیا لگتا ہے کیا اب بھی اس کے لیے کوئی مناسب رشتہ ملے گا؟

اسی لیے بہتر نہیں کہ مصطفیٰ سے ہی اس کا رشتہ کر دیا جائے۔ گھر کا بچہ ہے ہمارا دیکھا

بھالا ہے اور دوسرا ہماری بیٹی بھی ہماری نظروں کے سامنے رہے گی۔"

"لیکن مصطفیٰ نے جو حرکت کی ہے اس کے بعد میرا دل راضی نہیں ہو رہا۔"

وہ پریشانی سے بولے

"بچہ ہے فاروق نا سمجھی میں یہ سب کر بیٹھا ہے۔ آپ کے سامنے ہی وہ کتنی دفعہ سب

سے معافی مانگ چکا ہے اور شرمندہ بھی ہے اپنی غلطی پر۔"

وہ انہیں سمجھاتے ہوئے بولی تو وہ خاموش ہو گئے۔

"میں بہت پریشان رہتی ہوں بریرہ کے لیے فاروق اس کے ساتھ کی سب بچیاں اپنے گھروں کی ہو گئی ہیں جبکہ ہماری بریرہ کی بات ہی آگے نہیں بڑھتی سبھی انکار کر کے چلے جاتے ہیں اور اگر کوئی ہاں کر بھی دے تو وہ رشتہ مناسب ہی نہیں ہوتا۔ اب اگر ہمیں اچھا رشتہ مل رہا ہے تو انکار کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔ آخر کب تک اسے اپنی دہلیز پر بٹھائے رکھیں گے۔"

وہ اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولیں

"لیکن بریرہ؟ کیا وہ راضی ہو جائے گی؟"

"ہماری بچی بہت صابر ہے فاروق۔ وہ ہماری بات کبھی نہیں ڈالے گی"

وہ محبت سے بولیں تو فاروق صاحب سوچ میں پڑ گئے۔

اسے دیکھ کر تورک پڑے

وہ نظر جھکا کر چلا کرے

تجھے ہجر کی وہ جھڑی لگے

تو ملن کی ہر پیل دعا کرے

آج دو دن ہو چکے تھے جب سے زینب نے اسے نماز پڑھنے کا کہا تھا۔ اس دن کے بعد سے اس نے کوئی بھی نماز نہیں چھوڑی تھی۔

وہ اس کی کوئی بات ٹال ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ اسے جان دینے کو بھی کہہ دیتی تو وہ تب بھی گریزنہ کرتا کہ بحر حال اسے حق تھا کچھ بھی کہنے کا۔ جب وہ اس کے دل پر براجمان تھی تو وہ کیونکر اس کی کسی بھی بات سے اختلاف کرتا۔

اس کی سوچوں کا رخ زینب سے ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی طرف مڑا اور اچانک سے ہی اس پر ایک خوف سا طاری ہونے لگا۔ اگر مصطفیٰ جان گیا کہ وہ زینب کے بارے میں کیا جذبات رکھتا ہے تو وہ کیاریکٹ کرے گا؟ اگر اسے کبھی پتا لگ گیا کہ وہ اس کی بہن کو کتنا چاہتا ہے تو وہ کیا کرے گا؟

کیا وہ مصطفیٰ کو کھودے گا؟

کیا وہ اس کے لیے بے اعتبار ہو جائے گا؟

کیا وہ اس کے جذبات کو کوئی غلط رنگ دے گا؟

ایسے بہت سے سوالات اس کے ذہن میں گردش کرنے لگے تھے۔

ایک طرف اس کی محبت تھی تو دوسری طرف اس کا عشق تھا۔ اگر وہ زینب سے محبت کرتا تھا تو مصطفیٰ تو اس کا عشق تھا۔ مصطفیٰ کی ناراضگی کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

جبکہ زینب۔۔۔ وہ تو وہ پہلے ہی جانتا تھا کہ وہ کبھی اس کی نہیں ہو سکتی۔ وہ جانتا تھا کہ بلا وجہ ایک لا حاصل چیز کی چاہ رکھے ہوئے ہے لیکن اس معاملے میں اسے اپنے دل پر اختیار نہیں تھا۔ وہ خود کو لاکھ چاہنے کے باوجود بھی اس سے محبت کرنے سے روک نہیں پاتا تھا۔ وہ اسے ایک بار ضرور اپنے جذبات سے آشنا کروانا چاہتا تھا لیکن وہ مصطفیٰ کی ناراضگی بھی مول نہیں لے سکتا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ وہ ہر بار اس کے سامنے نظریں جھکا لیا کرتا تھا کیونکہ اگر وہ زینب سے بے پناہ محبت کرتا تھا تو اس سے کہیں گنا زیادہ عشق اپنے یار سے تھا۔

وہ اپنی محبت کی قربانی تو دے سکتا تھا لیکن اپنے یار کی ناراضگی مول نہیں لے سکتا تھا۔

وہ اپنے خیالوں میں اس قدر محو تھا کہ پاس پڑے موبائل کی رنگ ٹون بھی نہ سنائی دی۔ کافی دیر جب فون بجتا رہا تو وہ اپنے خیالوں سے چونکا۔

"کہاں سڑا ہوا تھا یار؟ کونسی محبوبہ کے خیالوں میں گم تھا جو میرا فون اٹھانے کی توفیق نہیں ہو رہی تھی؟"

فون اٹھاتے ہی اسے مصطفیٰ کی غصے سے بھری آواز سنائی دی۔

"تجھ سے زیادہ محبوب میرے لیے اور کچھ ہو سکتا ہے کیا؟"

عمر مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا

"چل جھوٹے مکار آدمی۔ اتنی میری پرواہ ہوتی تھی تو کیا ہی بات تھی۔"

وہ غصے سے بولا

"اچھا میرے بھائی اتنا بھڑکے ہو کیوں ہے؟"

"یار بس پتا نہیں کیا ہو گیا ہے مجھے۔"

مصطفیٰ سنجیدگی سے بولا

"کیا مطلب کیا ہو گیا ہے؟"

عمر نے پریشانی سے پوچھا

"یار تو بس مل مجھے کہیں باہر مجھے ضروری بات کرنی ہے۔"

"اچھا ٹھیک ہے میں آتا ہوں۔"

عمر کیفے میں داخل ہوا تو سامنے ہی اسے مصطفیٰ بیٹھا دکھائی دیا۔

"کیا بات ہے یار اتنی ایمر جنسی میں کیوں بلا یا ہے؟"

عمر نے بیٹھتے ہی سوال کیا

"چل کر یار آرام سے بیٹھ تو سہی۔"

مصطفیٰ سنجیدگی سے بولا

"تجھے کوئی پریشانی ہو تو کیا میں چل کر سکتا ہوں؟"

عمر غصے سے بولا تو مصطفیٰ کہ چہرے پر ایک لمحے کو مسکراہٹ آئی۔

"وہ یار میں نے ابا سے بریرہ کا رشتہ مانگا ہے۔"

کچھ دیر توقف کے بعد بولا

"ہاں تو اس میں مسئلہ کی۔۔۔"

ایک منٹ کیا مطلب بریرہ کا رشتہ مانگا ہے؟

کس کے لیے مانگا ہے؟"

عمر مصطفیٰ کی بات سن کر حیران پریشان ہو گیا

"ساتھ والے رو حیل بھائی کے لیے مانگا ہے۔"

مصطفیٰ کڑھ کر بولا

"ہاں اچھا پھر تو ٹھیک ہے میں سمجھا شاید۔۔۔ خیر رو حیل بھائی اچھے اور شریف انسان

ہیں اچھا کھاتے کھاتے ہیں میرے نزدیک تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اس رشتے میں تو

کیوں پریشان ہو رہا ہے؟"

عمر اپنی طرف سے ساری بات سمجھتے ہوئے سنجیدگی سے بولتا گیا۔ اسے چپ تب لگی
جب مصطفیٰ نے کانٹا اٹھا کر اس کے ہاتھ پہ مارا۔

"ابے اوگھامڑ۔۔ تو اپنی ہی ہانکی جائے گا یا میری بھی سنے گا؟"

مصطفیٰ غصے سے بولا

"میں تو بس اپنا نکتہ نظر بتا رہا تھا۔"

عمر منہ بناتے ہوئے بولا

"اپنے نکتہ نظر کو تھوڑی دیر کے لیے نظر انداز کر کہ میری بکو اس کو زرا غور سے سنیں

"

مصطفیٰ کے جلے کٹے انداز میں بولنے پر عمر اسے گھور کر رہ گیا۔

"بکو اب"

"میں نے اب اسے کہا ہے کہ میں بریرہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں"

وہ پر سکون انداز میں اپنی بات کہہ کر خاموش ہو گیا۔

تو نے ابا سے کس سے شادی کرنے کا کہا ہے؟"
 عمر نے مصطفیٰ کی بات سن کر نا سمجھی سے سوال کیا۔

"بریرہ سے"
 مصطفیٰ ہنوز اسی انداز میں بولا جبکہ مصطفیٰ کہ بولنے پر عمر کچھ دیر نا سمجھی سے اسے دیکھتا
 رہا پھر ایک دم فضا میں اس کا زور دار قہقہہ گونجے۔ اس کی آواز اتنی اونچی تھی کہ اس
 پاس بیٹھے لوگ بھی مڑ کر اسے دیکھنے لگ گئے۔

".Oh my god mustafa. What a nice joke"

وہ بمشکل اپنی ہنسی روکتے ہوئے بولا۔ ہنستے ہنستے اس کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔

"میں مزاق نہیں کر رہا عمر۔"

مصطفیٰ سنجیدگی سے بولا

"اوجا اوئے تجھے میں اتنا بے وقوف لگتا ہوں کہ تیری بات پر یقین کر لوں؟"

عمر ابھی بھی اس کی بات کو مزاق میں ہی لے رہا تھا۔

"تیرا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا؟ میں اتنی بڑی بات مزاق میں کیوں کروں گا؟ میں نے

سچ میں بریرہ سے شادی کی بات کی ہے ابا سے۔"

مصطفیٰ اسے تفصیل بتاتے ہوئے بولا

"تیرا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا کیا؟ تو کیسے بریرہ سے شادی کر سکتا ہے؟"

عمر حیرانگی سے بولا

"کیا بکو اس ہے عمر میں کیوں اس سے شادی نہیں کر سکتا؟"

مصطفیٰ غصے سے بولا

"میرا مطلب ہے وہ تو تجھے بہت بری لگتیں ہیں اور۔۔"

"تو کیا جو برے لگتے ہیں ان سے شادی نہیں ہو سکتی؟"

مصطفیٰ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا

"نہیں یار لیکن تو ایسا کیسے کر سکتا ہے؟ اگر ان سے شادی کرنی ہی تھی تو پہلے جب انکل

ناکہا تب اتنا ڈرامہ کیوں کیا تھا؟"

عمر اب بھی بے یقین تھا۔

"پہلے میرا ارادہ نہیں تھا اب بن گیا ہے۔"

وہ لا پرواہی سے بولا

"کیا کہہ رہا ہے مصطفیٰ؟ شادی کوئی کھیل تو نہیں ہے جو آج دل کیا کل ناکیا"

عمر غصے سے بولا

"مجھے لگا شاید میں نے اس کے ساتھ غلط کیا ہے تو اب میں اس کا مدد کرنا چاہتا

ہوں۔"

مصطفیٰ نے وہی بات دہرائی جو وہ سب سے کہتا آ رہا تھا۔

"تو سچ کہہ رہا ہے؟"

عمر کے لیے یقین کرنا اب بھی مشکل تھا۔

"تجھے میں جھوٹا لگتا ہوں؟"

وہ حسب معمول برا مناتے ہوئے بولا

"خیر لگتا تو ہے لیکن چلو چھوڑو اس بات کو تو یہ بتا کہیں محبت و حبت کا چکر تو نہیں؟"

اب کہ عمر شرارت سے بولا

"بس یہ تیری فضول کی باتیں شروع ہو گئیں ہیں اب۔"

مصطفیٰ غصے سے کہتا وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"او برو رک تو سہی۔۔ اب شرماکہ کہاں جا رہا ہے؟"

عمر بھی اس کے پیچھے بھاگتا ہوا باہر آیا۔

"عمر فضول بکو اس بند کر لے اپنی۔"

مصطفیٰ چڑتے ہوئے بولا

"ہاں ہاں ہماری باتیں تو اب بکو اس ہی لگیں گی۔۔"

عمر ڈرامائی انداز میں بولا

"تجھ سے تو بات ہی کرنا فضول ہے۔"

مصطفیٰ تیز تیز چلتے ہوئے بولا تو عمر اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔

"مزاق اپنی جگہ مصطفیٰ لیکن اگر تو واقعی دل سے یہ رشتہ نبھانا چاہتا ہے تو مجھے بہت

خوشی ہوگی۔ بریرہ بہت اچھی ہیں اگر تو ان کے لیے اچھا ہمسفر ثابت ہوگا تو یہ بات

میرے لیے فخر کا باعث ہوگی مصطفیٰ۔"

عمر اسے دونوں کندھوں سے تھامتے ہوئے بولا

"تو بس دعا کر عمر اللہ مجھے میرے ارادے پر قائم رکھے"

مصطفیٰ اس کے گلے لگتے ہوئے بولا

"آمین۔۔ انشاء اللہ۔۔"

عمر دل سے بولا۔

اگر وہ جان لیتا کہ مصطفیٰ کا ارادہ کیا تھا تو وہ کبھی بھی آمین نہ کہتا۔

"ابو آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں یا بتا رہے ہیں؟"

فاروق صاحب نے جب بریرہ کو مصطفیٰ کے رشتے کے بارے میں بتایا تو وہ ان کی ساری

بات خاموشی سے سننے کے بعد بولی

"پوچھ رہا ہوں بریرہ۔۔ میں کوئی بھی فیصلہ تمہاری مرضی کے بغیر نہیں کرنا چاہتا۔

لیکن بیٹا تم سمجھداری سے سوچنا اس معاملے پر۔۔"

وہ آہستگی سے کہتے اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ اسے سوچوں کہ سمندر میں چھوڑ گئے۔

وہ کافی دیر اس بارے میں سوچتی رہی تھی اور جتنا سوچتی اتنا ہی ذہن منتشر ہونے لگتا تھا۔ وہ جانتی تھی اگر وہ انکار کر دے گی تو کوئی بھی اس پر زبردستی نہیں کر سکتا لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ انکار کی صورت میں سب کا دل بہت دکھے گا۔ سب سے زیادہ پریشانی اس کے والدین کو ہوگی۔ آخر وہ بچی تو تھی نہیں کہ اس کے لیے ان کی پریشانی نہ دیکھ پاتی۔

دوسرا اگر وہ اس رشتے کے لیے ہاں کر دیتی تو یہ اس کے لیے بہت مشکل تھا۔ مصطفیٰ اس سے پانچ سال چھوٹا تھا اور ان دونوں کی شادی سراسر مصطفیٰ کے ساتھ زیادتی تھی جو وہ نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔ لیکن ایک بات جو اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی وہ یہ تھی کہ آخر مصطفیٰ نے خود اس سے شادی کی بات کیوں کی؟ کیا وہ واقعی اپنی غلطی کا ازالہ کرنا چاہتا تھا جیسا کہ وہ سب سے کہہ چکا تھا؟ سب نے تو اس کی بات پر یقین کر لیا تھا لیکن بریرہ کو یہ وجہ کچھ ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

وہ جتنا اس معاملے پر سوچ رہی تھی اتنا ہی الجھتی جا رہی تھی۔ لیکن بلا آخر کافی دیر سوچنے کے بعد وہ ایک نتیجے پر پہنچ ہی گئی تھی۔ اور وہ فیصلہ اس نے بہت خود غرضی سے کیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی عمر کی وجہ سے اب کوئی مناسب رشتہ اس کے لیے نہیں آئے گا اور اسی وجہ سے اس کے والدین پریشان ہی رہیں گے

اس لیے اس نے اپنے والدین کے آگے اپنے سارے جذبات مار دیے تھے۔ وہ مصطفیٰ سے شادی کرنے کو تیار ہو گئی تھی۔ وہ جانتی تھی یہ مصطفیٰ کہ ساتھ زیادتی ہے وہ جانتی تھی وہ اس کے آگے کبھی سراٹھا کر نہیں جی پائے گی لیکن حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے وہ یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔

بعض فیصلوں پر انسان کا اختیار نہیں ہوتا۔ کبھی زندگی ایسے حالات پیدا کر دیتی ہے کہ آگے کنواں پیچھے کھائی والا حساب ہوتا ہے کہ اگر آگے بڑھو گے تب بھی مارے جاؤ گے پیچھے مڑو گے تب بھی مارے ہی جاؤ گے۔

ایسے میں پھر انسان کو کوئی تیسرا راستہ ہی چننا پڑتا ہے۔ بعض اوقات خود غرضی بھی دکھانی پڑتی ہے۔ پھر کسی ایک کی خوشی کے لیے کسی دوسرے کے ساتھ زیادتی بھی کرنی پڑ جاتی ہے۔

بریرہ نے بھی یہی کیا تھا اپنے والدین کی خوشی کے لیے مصطفیٰ کی خوشی برباد کی تھی کیوں کہ وہ جانتی تھی اس رشتے میں کبھی بھی مصطفیٰ کی خوشی شامل نہیں ہو سکتی۔

"بھائی۔۔۔ بھائی۔۔"

وہ عمر سے ملنے کے بعد گھر آ کر سو گیا تھا۔ اب بھی وہ گہری نیند پر تھا جب زینب کی مسلسل آواز پر اٹھ بیٹھا۔

"کیا مسئلہ ہے زینب کیوں چلا رہی ہو؟"

وہ اپنی آنکھیں ملتا ہوا بولا

"ایک گڈ نیوز ہے آپ کے لیے۔۔ آپ یقین نہیں کریں گے۔"

وہ جوش سے بولی

"میرے ایگزامز کینسل ہو گئے کیا؟"

وہ بھی اسی کے انداز میں بولا

"کیا بھائی آپ بس ساری زندگی نالائق ہی رہنا۔"

زینب کا جوش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

"تو کیا ابونے میری تعریف کر دی ہے آج جو تم اتنی خوش ہو رہی ہو؟ فلحال تو میرے

لیے یہی ایک خوش خبری ہو سکتی ہے جس پر میں یقین نہیں کر سکتا؟"

اس نے دوبارہ سے اندازہ لگایا تو زینب اسے گھور کر رہ گئی۔

"آپ اپنے اتنے عظیم اندازے رہنے ہی دیں میں خود آپ کو بتا دیتی ہوں۔"

وہ تنگ آتے ہوئے بولی

"جی فرماؤ"

مصطفیٰ اپنا موبائل چیک کرتا ہوا بولا

"بیا آپ نے آپ کے رشتے کے لیے ہاں کر دی ہے۔"

زینب کے جوش سے بولنے پر مصطفیٰ کا ہاتھ وہیں ساکن ہوا۔ وہ کچھ دیر بے یقینی سے

زینب کو دیکھتا رہا پھر موبائل بیڈ پر پھینک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"سچ کہہ رہی ہو؟"

اس کہ انداز میں اب بھی بے یقینی تھی۔

"لو بھلا میں جھوٹ کیوں بولوں گی؟ مجھے تو ابونے کہا جاؤ اس نالائق کو بلا کر لاؤ یہاں

اس کی شادی کی بات ہو رہی ہے اور وہ گدھے گھوڑے بیچ کر سو رہا ہے تو میں فوراً اسے

آپ کو اٹھانے آگئی۔"

زینب نے اسے تفصیل بتائی

"تم چلو نیچے میں ابھی آیا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا تو زینب نیچے آگئی جبکہ وہ تیار ہونے چل دیا۔ آخر کار وہ اپنے ایک مقصد میں تو کامیاب ہو ہی گیا تھا۔

وہ بلیک شرٹ کے ساتھ براؤن پینٹ پہنے بکھرے بالوں کو اچھی طرح سے سنوار کے نیچے آیا تو سب ہی لیونگ میں براجمان تھے۔ شام کا وقت تھا اسی لیے چائے کا دور چل رہا تھا۔ وہ خاموشی سے ایک صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔ اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی لیکن بریرہ سے کہیں نظر نہیں آئی اس لیے وہ خاموشی سے نظریں جھکا کر بیٹھ گیا۔

"ہو گئی تمہاری صبح؟"

شاہنواز صاحب اسے گھورتے ہوئے بولے

"وہ دراصل آج طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی اس لیے زیادہ دیر آنکھ لگ گئی۔"

وہ ہنوز سر جھکائے بولا

"شکل سے تو مجھے تمہاری طبیعت بالکل ٹھیک لگ رہی ہے۔"

"شاہنواز بس کریں۔ آج تو بچے کو ناڈا نہیں۔"

نانکہ بیگم شاہنواز صاحب کو ٹوکتے ہوئے بولیں

"کیوں بی؟ آج کونسا معرکہ سر کر کہ آیا ہے آپ کا بیٹا جوان کی شان میں کوئی گستاخی

نہ کی جائے؟"

وہ طنز کرتے ہوئے بولے تو مصطفیٰ نے سراٹھا کر داداجان کو مدد طلب نظروں سے

دیکھا کیونکہ وہ اب اپنے سسرال والوں کے سامنے مزید بے عزتی نہیں کروانا چاہتا

تھا۔

"یہاں آؤ تم میرے پاس مصطفیٰ۔"

داداجان نے اسے اپنے پاس بلایا تو وہ ان کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔

"دیکھو مصطفیٰ میں اپنی بہت قیمتی چیز تمہیں سونپ رہا ہوں اور مجھے امید ہے کہ تم اتنی

ہی اس کی قدر کرو گے۔"

وہ شفقت سے بولے تو مصطفیٰ ان کے گلے سے لگ گیا۔

"تھینک یو ابا۔"

اور آہستہ سے ان کے کان میں سرگوشی کی۔

"جاؤ زینب مٹھائی لے کر آؤ۔ سب سے پہلے ہم مصطفیٰ کو مٹھائی کھلائیں گے پھر باقی سب کو۔"

وہ زینب سے مخاطب ہوئے تو وہ فوراً سے کچن میں چلی گئی۔

پھر کافی دیر مبارک باد دینے کا دور چلتا رہا۔ بریرہ اور مصطفیٰ کی بہنیں بھی آگئیں تھیں۔ بریرہ تب سے باہر نہیں آئی تھی لیکن پھر مصطفیٰ کی بہنیں اسے زبردستی باہر لے آئی تھیں اور لا کر مصطفیٰ کے ساتھ بٹھا دیا تھا۔

"مصطفیٰ تم نے سب سے مٹھائی کھالی ہے اب تم بریرہ کو کھلاؤ گے۔"

یہ مصطفیٰ کی بڑی بہن حرا باجی نے کہا تھا۔ پہلے تو مصطفیٰ کشمکش میں ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر جب ہر جگہ سے گرین سگنل ملا تو مٹھائی کا ایک پیس اٹھا کر اس نے بریرہ کی طرف بڑھایا۔

بریرہ کو یہ سب بہت عجیب لگ رہا تھا اسے اس سب سے کوفت ہو رہی تھی جبکہ مصطفیٰ تو جیسے بہت انجوائے کر رہا تھا۔

منگنی کی تاریخ آنے والے جمعہ کی رکھی گئی تھی جو کہ چار دن بعد ہی تھا اس لیے اگلی صبح سب نے بریرہ کی زبردستی آفس سے چھٹی کروالی تھی اور اس کے اگلے چار دن کی بھی

چھٹی لے لی تھی۔

فنکشن چونکہ کافی دھوم دھام سے ہونا تھا اسی لیے آج سے ہی سب بزاروں میں نکل گئے تھے۔ سب نے بریرہ کو بھی ساتھ چلنے پر بہت زور دیا لیکن وہ سہولت سے انکار کر گئی۔

سب کے جانے کے بعد وہ کافی دیر دادی جان کہ پاس بیٹھی رہی جو اسے زمانے کی اونچ نیچ اور میاں بیوی کے تعلقات سمجھاتی رہیں۔ کچھ دیر بعد وہ سونے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تو بریرہ لان میں آ کر بیٹھ گئی۔

وہ اچانک اپنی زندگی میں آنے والی تبدیلی کے بارے میں سوچ رہی تھی جب قریب سے آنے والی آواز پر چونکی۔

اپنی منگنی کی خوشی میں مصطفیٰ نے بھی یونیورسٹی سے چھٹیاں لے لی تھیں۔ صبح سے وہ گھر سے باہر تھا اور ابھی وہ گھر میں داخل ہی ہوا تھا کہ اسے بریرہ لان میں بیٹھی نظر آئی۔ اسے دیکھ کر مصطفیٰ کے چہرے پر شریر مسکراہٹ در آئی۔ کل تو وہ سارا دن بریرہ سے بات نہیں کر پایا تھا کیونکہ وہ مہمانوں کے جانے سے پہلے ہی کمرے میں آگئی تھی لیکن اب وہ موقع ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔

"جے میں منڈا سوہنا تا میرا کی قصور اے۔۔"

سام لاؤں کڑیاں یا بوہے بند کر لو۔۔

ماں نے سوہنا جمی تا میرا کی قصور۔۔۔"

اونچی آواز میں گانا گاتا وہ گاڑی کی چابی ہاتھ میں گھماتا ہوا بریرہ کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔

اسے بیٹھتا دیکھ کر بریرہ اٹھنے ہی والی تھی کہ وہ بول پڑا۔

"بیٹھی رہو بیٹھی رہو اب ایسا بھی کیا پردہ۔"

وہ شرارت سے بولا

"دیکھو مصطفیٰ تم نے اپنی مرضی سے یہ رشتہ جوڑا ہے اس لیے مجھے باتیں مت سناؤ۔"

وہ غصے سے کہتی وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے ڈیر میں باتیں تھوڑی ناسنار ہا ہوں۔ میں تو اپنی نئی نویلی منگیتر کے ساتھ

انڈر سٹینڈنگ ڈویلپ کر رہا ہوں۔ یونواب اتنا تاج ڈفرنس ہے تو ایسے کیسے چلے گا۔"

وہ بڑے دوستانہ انداز میں بولتا بریرہ کے پیچھے ہی چلا آیا۔

جب وہ اپنے کمرے کے پاس پہنچی تو مصطفیٰ نے ایک بار پھر اونچی سے وہی گانا گایا۔

"ماں نے سوہنا جمی تا میرا کی قصور۔۔"

سام لاؤ کڑیاں یا بوہے بند کر لو۔۔۔۔"

اور اس کی آواز سن کر بریرہ نے زور سے اپنے کمرے کا دروازہ بند کیا۔ وہ اپنی مسکراہٹ دباتا سیٹی بجاتے ہوئے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

اگلے دن باقی سب مہمان بھی پہنچ چکے تھے۔ دونوں پھپھوان کے بچے تقریباً سب ہی پہنچ گئے تھے۔ فنکشن میں بس دو دن رہ گئے تھے اس لیے زور و شور سے تیاریاں جاری تھیں۔

مصطفیٰ گھر میں داخل ہوا تو ساری خواتین لیونگ میں سامان پھیلائے بیٹھی تھیں جبکہ بریرہ سب کہ درمیان کوفت سے بیٹھی ہوئی تھی۔ کبھی کوئی اسے کام والا دوپٹہ اوڑھاتا کبھی کوئی جیولری پہنا کر چیک کرنے لگتا۔ وہ کتنی دیر سے بے زار بیٹھی تھی۔ مصطفیٰ نے بریرہ کے تاثرات دیکھے تو مسکراہٹ دباتا وہیں سب کہ درمیان بیٹھ گیا۔

"آؤ مصطفیٰ تم بھی اپنی منگیترا کے لیے کی گئی شاپنگ دیکھ لو۔"

ان کی چھوٹی پھپھو خوشگواہی سے بولیں

"آپ جتنی بھی چیزیں لے آئیں اس کے لیے پھپھو خوبصورت تو پھر بھی زیادہ میں نے ہی لگنا ہے"

وہ کن اکھیوں سے بریرہ کو دیکھتا ہوا بولا

"اب ظاہر سی بات ہے عمروں کا بھی تو فرق پڑتا ہے نا۔"

یہ ان کی بڑی پھپھو نے کہا تھا جو کہ شاید اس رشتے سے زرا خوش نہیں تھیں۔ ان کی بات سن کر مصطفیٰ دلکش انداز میں مسکرایا وہ یہی چاہتا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے شائستہ بریرہ بھی کہاں بڑی لگتی ہے اتنی نفیس سی تو ہے۔"

مصطفیٰ کی امی ان کی بات کا برا مناتے ہوئے بولی

"میں تو بس ویسے ہی کہہ رہی تھی بھابھی۔۔ اب ظاہر سی بات ہے جیسے جیسے عمر بڑھتی

ہے شکل پر وہ رونق تو نہیں رہتی نا۔ اب میری مناہل کو ہی دیکھ لیں ماشا اللہ کتنا روشن

اور خوبصورت چہرہ ہے۔ کم عمر جو ہے ابھی۔"

وہ اپنے انداز میں وضاحت دیتے ہوئے بولیں۔ اپنی اکلوتی بیٹی کی خوبصورتی کا حوالہ دینا

انہوں نے فرض سمجھا تھا۔

اب کی بار ان کی بات کا جواب کسی نے نہیں دیا تھا۔

"جاؤ بریرہ تم روم میں جاؤ۔ رات میں ڈھولک بھی ہے اس لیے ابھی آرام کرو۔"
 نائلہ بیگم بریرہ سے بولیں تو وہ غنیمت جان وہاں سے اٹھ گئی۔

بریرہ کے اٹھنے کے بعد مصطفیٰ بھی اٹھ گیا اور اس کے پیچھے اس کے کمرے میں آ گیا۔
 "پھپھو کی باتوں کا برا مت منانا تمہیں تو پتا ہے ان کی عادت ہے اس طرح کی باتیں
 کرنے کی۔"

وہ بڑے دوستانہ انداز میں کہتا اس کے بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"مجھے پتا ہے میں تم سے زیادہ ان کو جانتی ہوں۔"

وہ کپڑے ہینگ کرتے ہوئے بولی

"ویسے وہ کچھ غلط بھی نہیں کہہ رہی تھیں۔ اب شکل سے عمروں کا تو پتا لگ ہی جاتا ہے
 نا۔"

وہ پھر طنز کرنے سے باز نہیں آیا تھا۔ بریرہ جواب میں کچھ بھی نا بولی

"یار منگیتر تم اتنا سڑی ہوئی کیوں رہتی ہو؟"

دونوں بازو اپنے سر کے نیچے رکھے وہ اس کے بیڈ پر نیم دراز ہوتا ہوا بولا

"اور تم آج کل اتنا فری کیوں ہو رہے ہو؟ نکلو باہر یہاں سے؟"

وہ بھی اسی کہ انداز میں بولی

اس کی بات پر مصطفیٰ بیڈ سے اٹھا اور آہستگی سے اس تک پہنچا۔

"اب تو مجھے تم سے فری ہونے کا پرمٹ مل گیا ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا

"ابھی صرف بات پکی ہوئی ہے سمجھے۔ زیادہ اور ہونے کی کوشش مت کرو۔"

وہ غصے سے بولی

"بنگ تو ہو ہی گئی ہے۔ جلد ر جسٹری بھی ہو جائے گی اور پھر قبضہ بھی مل جائے گا۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا

"میں انسان ہوں مسٹر کوئی پلاٹ نہیں ہوں۔"

وہ سر جھٹکتے ہوئے بولی

"ایک ہی بات ہے۔"

وہ اس کے بال کان کے پیچھے کرتے ہوئے بولا تو بریرہ نے اسے دوردھکیلا۔

"تمیز سے دور رہ کر کھڑے ہوا کرو۔"

وہ غصے سے بولی۔۔ اس سے پہلے مصطفیٰ اسے کوئی جواب دیتا۔ بریرہ کے کمرے کا دروازہ کھلا اور ثانیہ اندر داخل ہوئی۔

"اوہ سوری شاید میں غلط ٹائم پر آگئی یہاں تو سیکرٹ ملاقاتیں چل رہی ہیں۔"

وہ طنز کرتے ہوئے بولی

"ایسی بات نہیں ہے ثانیہ تم آؤ بیٹھو۔"

بریرہ شرمندہ ہوتے ہوئے بولی

"تم شاید نہیں بالکل غلط ٹائم پر آگئی ہو۔۔ بحر حال آئیندہ سے خیال کرنا۔"

مصطفیٰ سنجیدگی سے بولا تو بریرہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ ثانیہ ان کی بڑی

پھپھو کی بیٹی تھی اور مصطفیٰ میں بے حد انٹرسٹڈ بھی تھی۔ بریرہ اور باقی سب یہ بات

کافی حد تک جانتے تھے کہ ان دونوں کی منگنی کا سب سے زیادہ صدمہ ہی ثانیہ کو ہوا

ہے۔

"اب گھور کیا رہی ہو؟ جاؤ بھی۔۔"

مصطفیٰ اسے وہی کھڑا دیکھ کر بولا تو وہ پیر پٹختی ہوئی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔

"کیا بد تمیزی ہے مصطفیٰ؟ تم میں زرا بھی میسرز نہیں ہیں؟"

اس کے جاتے ہی بریرہ غصے سے بولی

"میسرز تو اس میں نہیں ہیں۔ اسے پتا ہونا چاہیے کہ نئے نئے نویلے منگنی شدگان آپس میں

انڈرسٹینڈنگ پیدا کر رہے ہیں اب انہیں ڈسٹرب کرنا اچھی بات تو نہیں ہے نا۔"

وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا

"نہایت گھٹیا ہو تم پتا نہیں اب وہ باہر جا کر کیا کیا باتیں بناتی رہے گی"

بریرہ پریشانی سے بولی

"جیسا بھی ہوں اب تو تمہارا ہی ہوں۔۔۔"

وہ اسے آنکھ مارتے ہوئے بولا تو وہ بغیر کچھ کہے کمرے سے باہر چلی گئی۔ وہ باتوں میں

اس کا مقابلہ کبھی نہیں کر سکتی تھی۔

"تم مانو ہمارا احسان کہ لڑکی نے ہاں کر دی۔۔۔"

رات میں ڈھولک کا انتظام گھر کہ لان میں ہی کیا گیا تھا۔ مصطفیٰ بلیک کلر کے شلوار

قمیض میں ملبوس تھا جبکہ بریرہ نے سبز رنگ کا فرائک پہن رکھا تھا۔ وہ دونوں لان میں

بنے سٹیج پر بیٹھے تھے جبکہ باقی سب کمزنان کے سامنے نیچے بیٹھے ہوئے تھے اور ڈھولک درمیان میں پڑی تھی۔

"دیکھو زرا کتنی غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں یہ سب۔۔۔ احسان مند تو سب کو میرا ہونا چاہیے کہ جس کو کسی نے منہ نہیں لگایا اس سے میں رشتہ جوڑ رہا ہوں۔۔۔"

سب گانوں میں مصروف تھے ان کی طرف کوئی بھی متوجہ نہیں تھا۔ مصطفی جھک کر بریرہ کے کان میں بولا تو بریرہ نے اسے گھور کر دیکھا۔

"جیسی تمہاری حرکتیں ہیں تمہیں کوئی ٹانی نہ دے شکر کرو میرے ابا نے تمہیں رشتہ دے دیا۔"

وہ بھی اسی کہ انداز میں بولی تو مصطفی کے چہرے پر جاندار مسکراہٹ درآئی۔

"خیر اب تو تم بھی غلط بیانی سے کام لے رہی ہو۔۔۔ یہ تو تم بھی اچھے سے جانتی ہو کہ مجھے رشتہ دینے کے لیے بڑے بڑے لوگ تیار تھے۔۔۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا تو بریرہ بس اسے گھور کر رہ گئی۔

"ایسی قاتل نگاہوں سے گھور گھور کرنے کی جان لوگی کیا؟"

اسے اپنی طرف گھورتا پا کر وہ بولا

"تھوڑی دیر خاموش ہو کر بیٹھ جاؤ اب۔"

وہ غصے سے بولی

"جو حکم آپ کا۔ بڑوں کی بات ماننی چاہیے۔۔۔ اب نہیں بولوں گا میں۔"

وہ پھر اسے اس کی بڑی عمر کا طنز کر کے خاموش ہو گیا۔

کافی دیر تک وہ خاموشی سے بیٹھا رہا لیکن پھر اس سے مزید برداشت نہ ہو اتو ثانیہ کو آواز دینے لگا جو مسلسل سیٹج کے آس پاس ہی بھٹک رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟"

وہ سنجیدگی سے بولی۔ مصطفیٰ جانتا تھا وہ صبح والی بات کو دل سے لگائے بیٹھی ہے۔

"اتنا غصہ کیوں کر رہی ہو؟ میں تو بس یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ تم کتنی پیاری لگ رہی ہو۔"

وہ آرام سے بولا تو بریرہ نے حیرت سے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"شکر ہے تمہیں بھی اپنی منگیتر کے علاوہ اور کوئی نظر آیا۔"

وہ بھی بریرہ کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے بولی

"وہ کیا ہے نایا یہ مجھے باتوں میں ہی ایسا الجھاتی ہے کہ میں کسی کام کا ہی نہیں رہتا۔ اب دیکھو نا صبح تمہارے آتے ہی مجھے کمرے میں لے گئی اور تمہارے خلاف میرے کان بھرنے شروع کر دیا اور میں بلا وجہ ہی تم پر بگڑ بیٹھا۔"

وہ بڑے سکون سے کہہ رہا تھا جبکہ بریرہ کا صدمے کے مارے برا حال تھا۔

"مصطفیٰ تم کیا کہہ رہے ہو۔۔۔؟"

وہ غصے سے بولی لیکن وہ اس کی بات سنی ان سنی کرتا سیٹیج سے اٹھ گیا اور ثانیہ کے ساتھ چلا گیا جبکہ وہ آنکھوں میں نمی لیے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"تمہیں کس نے کہا تھا مصطفیٰ بریرہ سے رشتہ کرو۔ اتنی حسین لڑکیاں تمہارے ارد گرد تھیں ان میں سے کوئی چن لیتے۔۔۔"

سیٹیج سے نیچے اترتے ہی ثانیہ بولی

"تمہیں کیوں اتنی فکر ہے؟ میں جس سے چاہے رشتہ جوڑوں۔۔۔"

اس کی بات پر مصطفیٰ نے اسے سنجیدگی سے کہا تو وہ اسے حیرت سے دیکھ کر رہ گئی۔

مصطفیٰ صرف بریرہ کو دکھ دینا چاہتا تھا اور نہ ثانیہ میں اسے کوئی انٹرسٹ نہیں تھا۔

کچھ دیر بعد وہ پھر سیٹیج پر آ گیا تھا۔ کھانا لگ چکا تھا اور سب کھانے میں مصروف تھے۔ وہ

سٹیج پر آ کر بیٹھا تو کچھ دیر بعد چھوٹی پھپھو بھی ان کے ساتھ آ کر بیٹھ گئیں اور بریرہ کو کھانا کھلانے لگیں۔

"میں سو تیرا ہوں کیا پھپھو؟"

مصطفیٰ سے جب بریرہ کے ساتھ ان کی محبت برداشت ناہوئی تو بولا

"تم دلہے ہو مصطفیٰ خود بھی کھا سکتے ہو۔ دلہنوں کو خود کھلانا پڑتا ہے۔"

وہ اسے جھڑکتے ہوئے بولیں تو وہ منہ بناتے ہوئے خاموش ہو گیا اور خود کھانا کھانے لگ گیا۔

"بس پھپھو اور کھانے کا دل نہیں کر رہا۔"

کچھ دیر بریرہ بولی

"چپ کر کہ کھاتی رہو۔"

انہوں نے بریرہ کو بھی بھڑکا تو مصطفیٰ کو سکون کا احساس ہوا۔

"دیکھو بیاتم نے یہاں کسی کی بھی بات کو دل سے نہیں لگانا۔ میں جانتی ہوں یہاں

تقریباً ہر کوئی تمہاری عمر پر طنز کر رہا ہے لیکن بیٹا یہ ان سب لوگوں کا کام ہے تم ان کی

باتوں کو اگنور کرو۔ یوں سوچ کر کر پریشان مت ہو۔"

وہ اس کی پریشان صورت دیکھ کر بولیں

"اور تم مصطفیٰ۔۔ تم نے اب لوگوں کا منہ بند کروانا ہے اور اگر کبھی مجھے شکایت ملی کہ تم نے بریرہ کو اس کی عمر کا طعنہ دیا ہے تو میں تمہاری ایسی پھینٹی لگاؤں گی کہ یاد کرو گے۔"

اب وہ اپنا رخ مصطفیٰ کی طرف کرتی ہوئی بولی جسے ان کی بات سن کر زور کا پھندہ لگا۔ وہ بہت شدت سے کہنا چاہتا تھا اسی لیے تو شادی کی ہے اس سے پھپھو لیکن ان کی پھینٹی والی دھمکی سے وہ حقیقتاً ڈرتا تھا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہیں پھپھو۔ اس لیے تھوڑی ناشادی کر رہا ہوں اس سے کہ طنز کروں اس پر۔"

وہ خفگی سے بولا

"اگر تمہیں یہ زرا بھی تنگ کرے بریرہ تو تم مجھے بتانا اس کی شامت تو میں لے کر آؤں گی پھر۔"

وہ اسے آنکھیں دکھاتی بولیں

"پھپھو انکل آپ کی امریکہ کی ٹکٹ کب بھیج رہے ہیں؟"

مصطفیٰ نے معصومیت سے پوچھا

"فکر نہیں کرو تمہاری شادی کروا کر ہی جاؤں گی اس بار۔"

وہ فوراً بولیں

"تم کیوں اتنی خاموش بیٹھی ہو؟ کوئی بات کر لو۔"

وہ بریرہ کو خاموش بیٹھا دیکھ کر بولیں

"صدمہ لگ گیا بچی کو۔"

مصطفیٰ بریرہ کہ کچھ بولنے سے پہلے ہی بولا

"کیسا صدمہ؟"

انہوں نے نا سمجھی سے پوچھا

"اب اتنا حسین خوبرو نوجوان آپ کا منگیترا بن جائے تو صدمہ لگنا تو بنتا ہے نا۔"

وہ فخر سے بولا تو انہوں نے اس کے سر پر چیت رسید کی۔

"انسان بنو تم۔"

وہ اسے گھور کر بولیں

"چھوڑیں اسے پھپھوائے میں آپ کو راز کی بات بتاؤں۔"

وہ انکا ہاتھ پکڑ کر انہیں سیٹج سے نیچے لایا اور ان کہ کندھے پر بازو رکھتا ہوا بولا

"مجھے لگتا ہے انکل کا افسیر چل رہا ہے کسی کے ساتھ۔۔ آپ ان پر نظر رکھا کریں۔۔"

اب مصطفیٰ شروع ہو چکا تھا۔ اب وہ تھا اور اس کی عجیب و غریب باتیں۔۔

رات کافی دیر تک فنکشن ختم ہوا تو بریرہ کی جان چھوٹی۔ وہ فوراً سے پہلے اپنے کمرے میں آئی اور بیڈ پر بیٹھتے ہی اس کہ کب سے ر کے آنسو بحال ہو گئے۔

آج مصطفیٰ نے حد ہی کر دی تھی وہ جتنی دیر بھی وہاں بیٹھی تھی وہ اتنی ہی دیر مسلسل اس پر طنز کرتا رہا تھا۔ وہ جانتی تھی اس کا قصور ہے وہ جانتی تھی اس نے خود غرضی میں یہ فیصلہ لیا ہے لیکن اس کی اتنی بڑی سزا تو اسے نہیں ملنے چاہیے تھی کہ ہر پل ہر لمحہ اسے طنز کیا جائے۔

صرف مصطفیٰ نے ہی نہیں وہاں موجود تقریباً تمام مہمانوں کی زبان پر بھی اس کی بڑی عمر کے لیے طنز ہی تھے لیکن اسے ان سب کی باتیں ویسا دکھ نہیں لگا تھا جیسا کہ مصطفیٰ کی باتوں سے لگا تھا۔

وہ سب کے طعنے برداشت کر سکتی تھی لیکن مصطفیٰ کہ نہیں کر پار ہی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ اس سب کی عادی نہیں تھی بلکہ وہ تو بچپن سے مصطفیٰ سے طعنے سننے کی عادی تھی

لیکن اب نجانے کیوں اس سے یہ برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ شاید وقت، رشتے اور حالات کہ ساتھ ساتھ اس کے جذبات بھی بدل رہے تھے۔

"کمرے سے باہر نکل آؤ مصطفیٰ ورنہ تمہیں یہی چھوڑ دیں گے ہم اور ہال میں بھی گھسنے نہیں دیں گے۔"

شاہنواز صاحب اس کے کمرے کہ باہر کھڑے غصے سے کہہ رہے تھے۔ انہیں دیر ہو رہی تھی جبکہ مصطفیٰ کی تیاریاں ہی ختم نہیں ہو رہی تھیں۔

"مجھے ہال میں نہیں گھسنے دیں گے تو دلہا کہاں سے آئے گا؟ پہلے ہی آپ کی عمر رسیدہ بھتیجی کو اتنی مشکل سے دلہا مل رہا ہے آپ اسے بھی بھگانا چاہ رہے ہیں۔"

وہ تھوڑا سا دروازہ کھول کر اپنا منہ باہر نکالتے ہوئے بولا

"تمہیں دیکھ کر مجھے محسوس ہوتا ہے جیسے میں کتنی بڑی غلطی کر بیٹھا ہوں۔"

وہ تنگ آتے ہوئے بولے

"ایسی شاندار حرکت غلطی سے ہی ہو سکتی ہے ابو جی۔"

وہ فخر سے بولا تو وہ اپنا سر پکڑ کر رہ گئے۔

"تم یہیں رہو مصطفیٰ اس قابل ہی نہیں ہو تم کہ تمہاری منگنی کرائی جائے۔"

وہ غصے سے کہتے وہاں سے چلے گئے۔

"ارے ارے آپ تو غصہ ہی کر گئے۔"

وہ فوراً سے ان کہ پیچھے آتے ہوئے بولا

"میرادل بہت گھبرارہا ہے زینب۔۔ کل تھوڑے لوگ تھے انہوں نے ہی اتنی باتیں بنالی تھیں میرے بارے میں آج اتنے سارے لوگوں کو میں کیسے فیس کروں گی؟"

وہ دونوں پارلر میں بیٹھی تھیں۔ چونکہ مصطفیٰ نے انہیں لینے آنا تھا اور وہ خود لیٹ ہو گیا تھا اس لیے وہ تیار ہونے کے بعد بھی وہاں ہی بیٹھی تھیں۔

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ۔۔ لوگوں کا تو کام ہے باتیں بنانا آپ بس ایک کان سے سنیں دوسرے سے نکال دیں۔"

وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولی لیکن بریرہ کی بے چینی میں کوئی کمی نہ ہوئی۔

ابھی انہیں بیٹھے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ مصطفیٰ کی کال پر وہ باہر آ گئیں۔۔

"آپ آج آگے بیٹھیں میں پیچھے بیٹھوں گی۔۔"

زینب کہتے ہی فوراً پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی تو مجبوراً بریرہ کو آگے بیٹھنا پڑا۔

جیسے ہی وہ گاڑی میں بیٹھی مصطفیٰ نے باقاعدہ گردن موڑ کر اس کا جائزہ لیا لیکن بولا کچھ نہیں۔

"زینب امی کو کال کر کہ بتادو کہ ہم آرہے ہیں۔ میں نے کال کی تو گالیاں ہی سننے کو ملیں گی۔"

وہ بیک و یومر سے زینب کو دیکھتا ہوا بولا تو وہ اپنا موبائل نکال کر کال پہ مصروف ہو گئی۔

"کسی نے خوبصورت لگنے کی پوری کوشش کی ہے اور وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں۔۔۔"

نظریں سامنے مرکوز کیے وہ جس سے مخاطب تھا اسے اچھے سے پتالگ گیا تھا۔

"لیکن پھر بھی کوئی اتنی کوشش کے بعد بھی اپنی عمر نہیں چھپا پارہا۔۔۔ چہرے سے صاف جھلک رہی ہے۔"

وہ پھر اس کی بڑی عمر پر طنز کر رہا تھا۔

بریرہ نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اسی وقت مصطفیٰ نے بھی اس کی طرف دیکھا۔
 ایک لمحے کو دونوں کی نظریں ملیں۔۔ ایک کی آنکھوں میں طنز تھا تو دوسرے کی
 آنکھوں میں شکوہ۔۔ دونوں ہی ایک دوسرے سے زیادہ دیر تک نظریں نہیں ملا پائے
 تھے اسی لیے نظریں پھیر گئے۔

وہ دونوں ایک ساتھ چلتے سٹیج کی طرف جا رہے تھے۔ ان کے آس پاس بہت سے لوگ
 کھڑے تھے۔ سامنے فوٹو گرافران کہ ہر لمحے کی تصویر لے رہا تھا جبکہ موی میکر بھی
 ان تمام لمحات کو قید کرنے میں مصروف تھا۔

مصطفیٰ نے جیٹ بلیک پینٹ کوٹ کہ ساتھ ٹی پینک ٹائی لگائی ہوئی تھی اور بال جیل سے
 پیچھے کو سیٹ کیے وہ بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔

بریرہ نے ٹی پینک کام والی شرٹ کے ساتھ ہم رنگ کیپری پہنی ہوئی تھی جبکہ کامدار
 دوپٹہ سر پر سیٹ تھا۔ لمبے بال کرل کر کہ ایک طرف کو ڈالے ہوئے تھے۔ ہلکے ہلکے

میک اپ میں وہ بھی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ لیکن مصطفیٰ کے آگے اس کی ساری چمک دمک ماند پڑ رہی تھی۔

آہستہ سے چلتے ہوئے وہ سیٹج کی طرف آئے۔ وائٹ اینڈ پنک تھیم سے سیٹج نہایت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ سیٹج پر پڑے صوفے پر مصطفیٰ اور بریرہ بیٹھ چکے تھے اور اب فوٹو گرافران کی پکچر بنانے میں مصروف تھا۔

"میم آپ تھوڑا سا سائل کریں پلیز۔"

بریرہ کا سنجیدہ چہرہ دیکھ کر فوٹو گرافر بولا

"اتنے عرصے بعد منگنی کی وجہ سے کہیں صدمے میں تو نہیں چلی گئی تو ایسی شکل بنا کر بیٹھی ہو؟"

مصطفیٰ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو بریرہ نے اسے غصے سے گھورا۔

"اچھی تو تم پہلے بھی نہیں لگ رہی مزید ایسی شکلیں بنا کر اور ستیاناس کیوں کر رہی ہو؟"

"

مسکراہٹ دباتے ہوئے وہ پھر باز نہیں آیا تھا۔

"اگر اب تم چپ نہ ہوئے تو میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی۔"

اس سے زیادہ بریرہ برداشت نہیں کر سکتی تھی اس لیے غصے سے بولی

"تم دونوں کو یہاں بھی چین نہیں ہے؟ کونسی ایسی باتیں ہیں جو ختم ہی نہیں ہو رہیں؟"

"

انہیں مسلسل باتیں کرتا دیکھ کر چھوٹی پھپھو سیٹج پر آ کر انہیں جھڑکتے ہوئے بولیں

"میں تو بس اس کی تعریف کر رہا تھا۔ کیا وہ بھی نا کروں اب؟"

مصطفیٰ فوراً معصومیت سے بولا

"میں اسے یہی سمجھا رہی تھی پھپھو کہ چپ کر جائے لیکن یہ کہاں کسی کی سنتا ہے۔"

بریرہ بھی اسی کہ انداز میں بولی

"بس کرو دونوں اب۔ کوئی شرم حیارہ ہی نہیں گئی آج کل کہ بچوں میں جو باتیں کرنی ہیں گھر جا کر کرنا خاموش رہو اب۔"

وہ جھڑکتے ہوئے بولیں

"ٹھیک ہے پھپھو جو آپ کا حکم۔۔ لیکن دیکھ لیں گھر جا کر باتیں کرنے کی اجازت اب آپ ہمیں دے چکی ہیں۔"

مصطفیٰ مسکراتے ہوئے بولا

"مجھے لگ رہا ہے شاہنواز بھائی سے کافی عرصے سے تمہاری ٹیوننگ نہیں ہوئی۔ کیا

خیال ہے ابھی کلاس نالگوادوں تمہاری؟"

وہ اسے گھورتیں ہوئی بولیں تو مصطفیٰ ہنس پڑا۔

"اللہ کو مانیں پھپھو کیوں بے چاری اپنی بھتیجی کو شادی سے پہلے ہی بیوہ کرنا ہے؟"

وہ ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا

"بہت فضول بولتے ہو تم۔"

انہوں نے اس کہ سر پر چیت لگائی

"چھوڑیں پھپھو غصہ نا کیا کریں۔۔ جلدی بوڑھی ہو جائیں گی۔"

اس کی باتیں پھر سے شروع ہو چکی تھیں اور اب اس کا چپ کرنا مشکل ہی تھا۔

تھوڑی دیر بعد منگنی کی رسم ادا کی گئی۔ پہلے مصطفیٰ نے بریرہ کو انگوٹھی پہنائی پھر جب بریرہ مصطفیٰ کو انگوٹھی پہنارہی تھی تو گھبراہٹ سے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ جب بریرہ نے بمشکل اس کو انگوٹھی پہنائی تو سب کزنز ہوٹنگ کرنے لگ گئے جبکہ مصطفیٰ جھک کر بریرہ کے کان میں بولا۔

"بڑھتی عمر کی وجہ سے اب تو تمہارے ہاتھ بھی کانپنے لگ گئے ہیں۔۔ ہاؤ سیڈ۔۔"

بریرہ نے اس کہ طنز کو صبر سے برداشت کیا کیونکہ فلحال اتنے لوگوں کے سامنے وہ اسے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔

وہ باہر کال اٹینڈ کرنے گیا تھا جب دوبارہ اندر آتے ہوئے اس کی کسی سے ٹکرا ہو گئی۔ وہ سنبھلتے ہوئے فوراً پیچھے ہوا لیکن زینب کا ڈوپٹہ اس کی گھڑی میں پھنس چکا تھا۔

"سوری مجھے پتا نہیں چلا آپ آرہی ہیں۔۔"

وہ فوراً سے گھبراتے ہوئے بولا۔ زینب کو دیکھتے ہی اس کا دل تیزی سے دھڑکنا شروع ہو چکا تھا۔ وہ نیوی بلوڈریس میں آج بھی ہمیشہ کی طرح حسین لگ رہی تھی۔

"توبہ ہے یہ انڈین ڈراموں والا سین میرے ساتھ اس وقت ہی ہونا تھا۔"

وہ اکتاہٹ سے بولی اور ساتھ ہی اپنا دوپٹہ نکالنے کی کوشش کرنے لگی لیکن وہ بری طرح سے پھسا ہوا تھا۔

"آپ کو کون مشورہ دیتا ہے اس طرح کی عجیب و غریب گھڑیاں پہننے کا۔ اتاریں

اسے۔۔۔ حد ہی ہو گئی میرا تناٹا تم ویسٹ ہو رہا ہے۔"

وہ غصے سے بولے جا رہی تھی جبکہ عمر حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اتاریں اب اس کو۔"

اسے سٹل کھڑا دیکھ کر وہ پھر بولی تو عمر کو اپنی گھڑی اتارنی پڑی۔

کچھ دیر کی کوشش کے بعد زینب اپنا دوپٹہ اس کی گھڑی سے نکالنے میں کامیاب ہو گئی تو اس کی گھڑی اسے واپس پکڑاتے ہوئے بولی

"ایسی عجیب و غریب چیزیں نہ پہن کر آیا کریں۔ پورے پندرہ منٹ ضائع ہو گئے میرے آپ کی وجہ سے۔"

اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے بولی

"سوری۔۔"

عمر اس کہ علاوہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا اس لیے نظریں نیچی کیے یہی بول دیا۔

زینب سر جھٹکتی ہوئے آگے بڑھ گئی جبکہ وہ بھی مسکراتا ہوا سٹیج کی طرف بڑھ گیا۔

"مبارک ہو بھابھی بہت بہت آپ کو۔"

سٹیج پر اتے ہی وہ بریرہ سے مخاطب ہوا۔

"شکریہ۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی

پھر وہ۔ مصطفیٰ کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ تو مصطفیٰ اس کہ کان میں بولا

"میں نے تو اپنا انتظام کر لیا ہے تو کہتا ہے تو تیرے لیے بھی کوئی ڈھونڈ دوں؟"

اس کی بات پر عمر نے اسے گھور کر دیکھا۔

"تو بہت مطلبی ہے بڑی۔۔ خود تو منگنی کرا کر بیٹھ گیا ہے اب ہم غریبوں کو کیا منہ لگائے

گا۔"

وہ افسوس سے بولا

"تو اپنی ریکوارمینٹس بتا میں ابھی تجھے ڈھونڈ کر دیتا ہوں لڑکی۔۔"

مصطفیٰ کی بات پر ایک لمحے کو عمر کی نظروں نے زینب کو تلاشنے کی کوشش کی پھر سر جھٹک دیا۔

"تو اپنی والی کی خیر منا میں اپنی خود ڈھونڈ لوں گا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا

"اوہ سمٹھنگ فشی فشی۔۔"

مصطفیٰ شرارت سے بولا

"باز آجا مصطفیٰ آج تو باز آجا۔"

عمر سے گھورتے ہوئے بولا

"ایسے کیسے راجا جی۔۔۔"

مصطفیٰ اپنے انداز میں بولا تو وہ دونوں ہی قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

بلاخر یہ فنکشن بھی اختتام کو پہنچا تھا۔۔۔ اب بریرہ مصطفیٰ سے منسوب ہو چکی تھی۔ وہ اب بھی بے یقین تھی کہ یہ سب آخر کیسے ہو گیا۔ اس کی سمجھ سے بالاتر تھا کہ مصطفیٰ نے آخر اتنا بڑا قدم کیسے اٹھالیا۔۔۔ وہ تو اس سے شدید نفرت کرتا تھا پھر اس سے یوں اچانک رشتہ جوڑنے کا کیا جواز بنتا تھا۔۔۔

بہت سے خیالات اس وقت اس کہ ذہن میں گردش کر رہے تھے۔۔۔ سوچ سوچ کر اس کا دماغ سن ہو رہا تھا لیکن وہ کوئی بھی نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر تھی۔۔۔

سر میں شدید درد کی وجہ سے وہ اٹھ کر چائے بنانے چلی گئی۔

ایک تھکا دینے والے دن کے بعد اب وہ اپنے بیڈ پر آنکھیں موندے لیٹا تھا۔ اتنی تھکن کے باوجود بھی نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس کا ذہن آنے والے وقت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔۔۔ جلد بازی میں وہ اتنا بڑا فیصلہ کر تو گیا تھا لیکن اب اس کا انجام کیا تھا؟ کیا وہ اپنی ساری زندگی بریرہ کے ساتھ گزار سکتا تھا؟

نہیں وہ ایسا بالکل نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ وہ کہیں سے بھی اس کہ قابل نہیں تھی۔ تو پھر وہ کیوں اپنی مرضی سے اس سے رشتہ جوڑ رہا تھا؟ صرف اس کو نیچا دکھانے کے لیے؟

تو اس چکر میں وہ اپنی زندگی کیوں خراب کر رہا تھا؟ وہ جانتا تھا اب وہ اس رشتے کو ختم نہیں کر سکتا تو کیا اب وہ اپنی ساری زندگی بریرہ کے ساتھ گزار پائے گا۔۔۔؟

وہ جتنا سوچتا اتنا ہی اس کا دماغ خراب ہونے لگ جاتا۔۔۔

پیاس محسوس ہونے پر اس نے سائڈ پر دیکھا جہاں پانی کا جگ خالی پڑا تھا۔۔ پانی لینے کے لیے وہ اٹھ کر کچن میں چلا گیا۔

اس وقت سب ہی سوچکے تھے۔ وہ خاموشی سے کچن میں چلی گئی اور چائے بنانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اسے اپنے پیچھے آہٹ محسوس ہوئی تو وہ پیچھے مڑی اور چونک گئی۔ سامنے مصطفیٰ بلیک ٹراؤزر اور ٹی شرٹ پہننے کھڑا تھا۔ وہ بھی اسے دیکھ اتنا ہی چونکا تھا۔

"ابھی سے میرے خیالات تمہیں سونے نہیں دے رہے؟"

چہرے پر جاندار مسکراہٹ سجائے وہ کاؤنٹر سے پانی کی بوتل اٹھاتے ہوئے بولا

"اپنی ان خوش فہمیوں سے باہر نکل آؤ اب مسٹر۔"

وہ غصے سے اسے گھورتے ہوئے بولی

اس کی بات پر مصطفیٰ آہستہ سے قدم اٹھاتے ہوئے اس کہ قریب آیا۔۔ اس کہ اتنا قریب آنے پر بریرہ کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی۔

مصطفیٰ آہستہ سے اس کی طرف جھکا اور ایک ہاتھ پیچھے لے جا کر چولہا بند کیا جس پر اب چائے ابل کر گرنے ہی والی تھی۔

"کیا میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ آج تم بہت اچھی لگ رہی تھی۔۔؟"

اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا اور پھر تیزی سے کچن سے باہر نکل گیا۔۔

دروازے پر وہ ایک پل کور کا اور مڑ کر اسے دیکھتے ہوئے بولا

"اب میرے خیالوں میں کھو کر چائے ٹھنڈی بنا کر لینا۔۔"

مسکرا کر کہتا وہ باہر چلا گیا جبکہ بریرہ کتنی ہی دیروہاں کھڑی اپنے آپ کو نارمل کرتی رہی۔۔۔ مصطفیٰ کی باتیں اس سے ہضم نہیں ہو رہی تھیں۔ وہ کبھی اس کی تعریف

نہیں کر سکتا تھا۔۔ تو کیا وہ صرف اسے ڈوج کر رہا تھا؟ لیکن اس کہ انداز سے لگ تو

نہیں رہا تھا کہ وہ جھوٹ کہہ رہا ہے۔۔۔ تو کیا واقعی آج وہ اچھی لگ رہی تھی۔۔۔؟ اس سوچ پر اس کہ چہرے پر مسکراہٹ آئی۔۔۔

لیکن پھر سارے فنکشن میں مصطفیٰ اس پر طنز کیوں کرتا رہا؟

ایک بار پھر اس کا ذہن سوچوں میں ڈوبنے لگا تھا۔۔۔ لیکن وہ اپنے تمام تر خیالات کو جھٹکتی کمرے میں چلی گئی۔

کمرے میں گھستے ہی مصطفیٰ زور سے ہنس پڑا تھا۔۔۔ بریرہ کہ سامنے وہ بمشکل اپنی ہنسی روک رہا تھا۔۔۔ جو بھی اس نے بریرہ سے کہا وہ سب بس اسے تنگ کرنے کے لیے تھا لیکن بریرہ کے تاثرات دیکھ کر کوئی بھی اندازہ لگا سکتا تھا کہ وہ اس کی باتوں پر یقین کر بیٹھی ہے۔۔۔

"کتنی بھولی ہو تم بریرہ۔۔ کتنا آسان ہے تمہیں بے وقوف بنانا۔۔ ویسے یہ طریقہ بھی اچھا ہے تمہیں مجھ سے محبت کرنے پر میں اتنا مجبور کر دوں گا کہ کوئی اور راستہ نہیں بچے گا تمہارے پاس۔۔ تمہیں ایسی تکلیف دوں گا جہاں تم نامیرے ساتھ رہنے کے قابل رہو گی نا مجھ سے دور۔۔"

تلخی سے سوچتا ہوا وہ بیڈ پر جا کر لیٹ گیا۔

رات کو دیر سے سونے کی وجہ سے صبح اس کی آنکھ بھی دیر سے کھلی۔۔ وہ نیچے آیا تو سب ناشتے سے فارغ ہو چکے تھے اور اپنے اپنے کاموں پر جانے کی تیاری کر رہے تھے۔

وہ اندر ناشتے کا کہہ کر باہر لان میں آ کر بیٹھ گیا جب اس کی نظر بریرہ پر پڑی جو کہ آفس جانے کے لیے تیار تھی اور اپنا بیگ اور موبائل ہاتھ میں پکڑے گاڑی کی طرف جا رہی تھی۔

مصطفیٰ فوراً سے پہلے اس کی طرف بڑھا اور اس کا بازو تھام کر اپنی طرف کھینچا۔

وہ اپنے خیالوں میں گم تھی جب اچانک اس حملے پر چونکی۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے مصطفیٰ؟"

"کہاں جا رہی ہو تم؟"

اس کا سوال نظر انداز کر کے مصطفیٰ نے غصے سے پوچھا۔

"نظر نہیں آ رہا؟ آفس جا رہی ہوں۔"

وہ بھی اسی کہ انداز میں بولی

"نہیں جاؤ گی تم آفس اب۔"

وہ غصے سے بولا

"کیوں؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا

"کیونکہ میں نہیں چاہتا تم اب آفس جاؤ۔"

"اور تم ایسا کیوں نہیں چاہتے؟"

"کیونکہ اب تم میرے نام سے منسوب ہو اور میں نہیں چاہتا اب تم یوں بلا ضرورت

گھر سے باہر نکلو۔"

"تمہارے نام سے منسوب ہو گئی ہوں یا قید ہو گئی ہوں؟"

"تمہیں جو سمجھنا ہے سمجھ لو لیکن تم اب جا ب پر نہیں جاؤ گی میں نے کہہ دیا ہے

بس۔۔۔"

وہ ہتھی انداز میں بولا

"میں جاؤں گی جا ب پر مصطفی تم مجھے نہیں روک سکتے۔۔ ابھی ایک دن ہوا نہیں منگنی

کو اور تم یوں حکم چلانا شروع ہو گئے ہو۔"

وہ بھی اسی کہ انداز میں بولی

"تم۔۔۔"

مصطفی نے غصے سے اس کا بازو دبوچا لیکن پیچھے سے آنے والی آواز پر اسے دور ہونا پڑا۔

"کیا ہوا ہے؟"

شاہنواز صاحب ان دونوں کو یوں باہر کھڑا کسی بات پر بحث کرتا دیکھ کر بولے۔۔

کچھ دیر کے لیے وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

"میں اسے کہی رہا تھا کہ اب اسے جاب چھوڑ دینی چاہیے۔"

مصطفیٰ سنجیدگی سے بولا

"اور میں جاب نہیں چھوڑنا چاہتی۔"

وہ بھی بولی

"اگر وہ جاب نہیں چھوڑنا چاہتی تو تم کیوں اسے مجبور کر رہے ہو؟ ابھی وہ صرف تمہارے نام سے منسوب ہوئی ہے تمہاری تحویل میں نہیں آئی جو تم یوں حکم چلا رہے ہو۔۔۔ جب شادی ہو جائے گی تب کر لینا اپنی مرضیاں۔۔۔ فلحال وہی ہو گا جو یہ چاہے گی۔ تم جاؤ بریرہ۔۔۔"

وہ اچھے طریقے سے اس کا دماغ سیٹ کرتے چلے گئے جبکہ وہ وہیں کھڑا غصے سے لب بھینچ کر رہ گیا۔

بریرہ مغرب کے وقت گھر واپس آئی تو مصطفیٰ گھر پر موجود نہیں تھا۔ وہ آج سارا دن آفس میں صبح ہونے والے واقعے کے بارے میں سوچتی رہی تھی۔ اسے افسوس تھا کہ اسے یوں مصطفیٰ سے بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ وہ اسے آرام سے بھی تو سمجھا سکتی تھی۔ کیا پتا وہ اس کے خیال سے ہی اسے جا ب چھوڑنے کے لیے کہہ رہا ہو۔۔۔

وہ مصطفیٰ سے اپنے رویے کی معافی مانگنا چاہتی تھی تبھی گھر آتے ہی اس کی نظریں مصطفیٰ کو تلاش کر رہی تھیں لیکن اسے گھر پر موجود ناپا کر وہ مایوس ہو گئی۔۔

رات کو کھانے کی میز پر سب براجمان تھے۔۔ مصطفیٰ بھی وہاں موجود تھا۔ بریرہ دھڑکتے دل کے ساتھ آکر وہاں بیٹھ گئی۔۔ اسے یہ سب عجیب سا لگ رہا تھا کیونکہ ان کی منگنی کے بعد یہ پہلا کھانا تھا جو وہ ساتھ بیٹھ کر کھا رہے تھے۔

"میرا خیال میں اب شادی کی تاریخ بھی جلد ہی رکھ دینی چاہیے۔۔ جب بریرہ نے اسی گھر میں رہنا ہے تو پھر دیر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

کھانے کے اختتام پر داداجان بولے

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں میرا بھی یہی خیال ہے ابا۔"

فاروق صاحب ان کی حمایت میں بولے

باقی سب کو بھی کوئی اعتراض نہیں تھا جب منگنی ہو گئی تھی تو پھر شادی لیٹ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

"لیکن ابا ایک دو مہینے تو ہمیں چاہیے ہوں گے ناتیاری کرنے کے لیے۔۔۔ آخر ہمارے اکلوتے بیٹے کی شادی ہے۔"

مصطفیٰ کی امی بولیں

"میرا خیال میں ایک مہینہ کافی ہے سب تیاریوں کے لیے۔۔۔" شہنواز صاحب بولے تو سب نے ہی ان کی بات کی تائید کی اور ایک ماہ بعد کی تاریخ رکھ دی گئی۔

سب ہی اپنی رائے دے رہے تھے جبکہ اس دوران مصطفیٰ اور بریرہ دونوں ہی خاموش بیٹھے تھے۔۔۔

"تم دونوں بھی کچھ بول لو تمہاری ہی شادی کی بات کر رہے ہیں ہم۔"

دادا جان ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے بولے

"آپ لوگوں نے سب ڈیساٹڈ کر ہی لیا ہے ہمیں اس پر کیا اختلاف ہو سکتا ہے۔"

مصطفیٰ مسکراتے ہوئے بولا جبکہ بریرہ ابھی بھی نظریں نیچی کیے بیٹھی رہی۔۔

وہ کافی دیر سے سوچ رہی تھی کہ مصطفیٰ سے کیسے بات کرے۔۔ پہلے تو وہ بلا جھجک اس کہ کمرے میں چلی جایا کرتی تھی لیکن اب ان کا رشتہ بدل چکا تھا۔۔ اب ان کی شادی کی تاریخ تہ ہو چکی تھی اب وہ یوں منہ اٹھا کر اس کہ کمرے میں نہیں جاسکتی تھی۔۔ لیکن اس سے بات کرنا بھی ضروری تھا۔

وہ کافی دیر سوچتی رہی پھر موبائل اٹھا کر مجبوراً اسے میسج کرنا پڑا۔

"تھوڑی دیر کے لیے باہر لان میں آ جاؤ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد ہی مصطفیٰ کا جواب آیا تھا۔

"لیکن مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔"

اس کا جواب پڑھ کہ بریرہ کو اس کی ناراضگی کا اندازہ ہو گیا تھا۔

"پلیز مصطفیٰ صرف دس منٹ کے لیے آ جاؤ۔"

اس نے دوبارہ میسج کیا تو مصطفیٰ نے باہر آنے کی ہامی بھر لی۔

بریرہ اپنے گرد شال لپیٹتی ہوئی باہر لان میں چلی گئی۔

وہ باہر آئی تو مصطفیٰ پہلے سے لان میں موجود تھا اور کرسی پر بیٹھا تھا۔ رات زیادہ ہونے کے باعث اندھیرا تھا اور ہلکی ہلکی دھند بھی پڑ رہی تھی۔ وہ آہستگی سے جا کر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

کچھ دیر دونوں کہ درمیان خاموشی رہی۔۔

"تم نے کچھ کہنا ہے تو کہو ورنہ میں جا رہا ہوں۔"

اس خاموشی کو توڑتے ہوئے مصطفیٰ بولا

"میں صبح والی بات کے لیے تم سے سوری کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے اس طرح تم سے

بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

وہ آہستگی سے بولی

"تم ہمیشہ ایسے ہی کرتی ہو۔۔ میں چاہے تمہارے بھلے کی بھی بات کروں تمہیں تب

بھی بری لگتی ہے۔"

وہ لا پرواہی سے بولا

"پہلے کی بات اور تھی پہلے ہمارا کوئی رشتہ نہیں تھا لیکن اب ہمارے رشتے کو مد نظر رکھتے ہوئے مجھے اس لہجے میں بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

وہ شرمندگی سے بولی

"اصل میں تم مجھ پر پانچ سال بڑا ہونے کا رعب جھاڑتی آئی ہونا اس لیے عادت سے مجبور ہو۔"

وہ ناراضگی سے بولا تو بریرہ نے اپنی مسکراہٹ روکی۔

"آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ میں خیال رکھوں گی کہ تم مجھ سے پانچ سال چھوٹے ہو لیکن میرے ہونے والے شوہر ہو اس لیے میں اس لہجے میں تم سے بات نہیں کروں گی۔"

وہ بمشکل اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے بولی

"تو پھر میری بات بھی مانو اور چھوڑ دو جا ب۔"

وہ سنجیدگی سے بولا

"میں ایسے اچانک جا ب نہیں چھوڑ سکتی مصطفیٰ۔۔ مجھے کچھ ٹائم چاہیے۔"

"ٹھیک ہے تمہارے پاس شادی تک کا ٹائم ہے۔۔ شادی سے ٹھیک ایک ہفتہ پہلے تم

مجھے جا ب پر جاتی نظر نا آؤ۔۔ اور شادی کہ بعد تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

وہ حتمی لہجے میں بولا

"لیکن۔۔۔"

بریرہ نے احتجاج کرنا چاہا لیکن وہ بیچ میں ہی اس کی بات کاٹ گیا۔

"بس مزید کوئی بحث نہیں۔۔۔ میں نے جو کہہ دیا ہے وہی ہوگا۔"

غصے سے کہتا وہ وہاں سے چلا گیا جبکہ بریرہ وہیں بیٹھی اس کہ مزاج کہ بارے میں سوچتی رہی جو ایک پل میں بالکل بدل جاتا تھا۔

گھر میں شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔۔۔ ہر کوئی زور و شور سے شادی کی تیاریوں میں مصروف تھا۔

بریرہ کو روز کوئی نا کوئی آفس سے لینے آ جاتا اور اسے لے کر سیدھا بازار چلے جاتے۔۔۔ روز بازار جا جا کر وہ تنگ آچکی تھی لیکن شادی کی تیاریاں ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

ابھی بھی وہ آفس میں بیٹھی تھی جب تائی جان کی کال آئی۔۔۔

"مصطفی تمہیں لینے آرہا ہے بیاتم اس کہ ساتھ بازار چلی جانا اور اپنا بارات اور ولیمے کا ڈریس پسند کر لینا۔"

وہ بولیں

"تائی جان اس کی کیا ضرورت ہے آپ اپنی پسند کالے آتیں تو میں پہن لیتی۔"

"ارے شادی تم لوگوں کی ہے ہماری تھوڑی ناہے۔ تم اور مصطفی دونوں اپنی مرضی سے پسند کر لینا۔"

وہ پیار سے بولیں تو بریرہ کو مجبور آن کی بات ماننا پڑی۔

وہ باہر نکلی تو سامنے ہی مصطفی کی گاڑی کھڑی تھی۔ وہ گاڑی میں بیٹھی ہی تھی جب مصطفی شروع ہو گیا۔

"میں تمہارا ڈرائیور نہیں ہوں جو ہر وقت کبھی یہاں تو کبھی وہاں لے کر پھرتا ہوں تمہیں۔ حد ہو گئی کبھی یہ شاپنگ کروالو تو کبھی یہ کروالو۔"

وہ غصے سے بول رہا تھا۔

"مجھ پر کیوں غصہ کر رہے ہو؟ میں نے تو کبھی تمہیں کہیں لے جانے کو نہیں کہا۔"

وہ حیرت سے بولی

"تم خود نہیں کہتی لیکن اپنے سارے حمایتی میرے پیچھے لگائے ہوئے ہیں جو مجھے ٹیکے

لگاتے رہتے ہیں۔۔"

وہ اسے گھور کر کہہ رہا تھا۔

"اب سب میرے اچھے اخلاق کی وجہ سے میرے حمایتی ہیں تو میرا کیا قصور؟"

وہ مزے سے بولی

"ہنہ۔۔۔ تم اور تمہارا اخلاق۔۔ اتنی ہی اچھی ہوتی تو رشتے کہ انتظار میں گھر بیٹھی
بوڑھی ناہور ہی ہوتی۔۔"

وہ طنزیہ لہجے میں بولا تو بریرہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ سمجھی تھی وہ شاید اسے تنگ
کرنے کے لیے ایسی باتیں کر رہا ہے لیکن وہ بالکل سیریس تھا۔ بریرہ نے اس کی بات کا
کوئی جواب نہیں دیا اور کھڑکی کی طرف منہ موڑ کر بیٹھ گئی۔ آنسو اس کی آنکھوں سے
نکلنے کو بے تاب تھے لیکن اس نے مشکل سے انہیں اندر دھکیلا۔
باقی کا سارا راستہ خاموشی میں کٹا۔

"جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے کال کر دینا میں لے لوں گا تمہیں۔۔"

گاڑی مارکیٹ کے باہر روکتے ہوئے بولا

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

بریرہ نے حیرت سے پوچھا

"جہاں بھی جا رہا ہوں تم سے کیا مطلب۔۔ اب تمہارے ساتھ ہزاروں میں گھومنے سے تو رہا۔"

"لیکن سب نے ہمیں ہم دونوں کی پسند کی شاپنگ کے لے بھیجا ہے صرف میری نہیں۔"

وہ غصے سے بولی

"لاکھ میری پسند کے کپڑے پہن لو۔۔ تم تو پھر بھی میری پسند کے معیار پر پورا نہیں اترو گی۔"

وہ پھر تلخی سے بولا تھا۔

"تمہیں اگر نہیں آنا میرے ساتھ تو مجھے بھی نہیں جانا کچھ لینے۔۔ گھر چھوڑ آؤ مجھے۔"

وہ سنجیدگی سے بولی تو مصطفیٰ نے گھور کر اسے دیکھا۔

"جاؤ اندر اور جو لینا ہے جلدی لے کر آؤ۔۔ میں یہی کھڑا ہوں۔"

وہ سنجیدگی سے بولا

"مجھے نہیں لینا کچھ بھی تم گھر چھوڑ دو مجھے۔"

وہ اسی کہ انداز میں بولی تو مصطفیٰ نے غصے سے سٹیرنگ پر ہاتھ مارا۔ پھر اپنا موبائل اور

والٹ اٹھا کر گاڑی سے باہر نکلا۔

"نکلو اب باہر۔۔"

بریرہ کو ہنوز اندر بیٹھا دیکھ کر وہ اس کی سائنڈ کا دروازہ کھول کر غصے سے بولا

"تم نے اگر یونہی مجھ پر طنز کرنے ہیں تو میں نہیں جا رہی کہیں۔"

"تو محترمہ اور کیا کروں؟ ایک تو ساتھ جا رہا ہوں اوپر سے نخرے دیکھو ذرا میڈم کے۔"

وہ اس کے نخرے دیکھ کر لب بھینچتے ہوئے بولا

"تو کوئی احسان نہیں کر رہے مجھ پر۔۔۔ صرف میری نہیں تمہاری بھی شادی ہے۔"

وہ بھی اسی کے انداز میں بولی

"تم نکل رہی ہو باہر یا گھسیٹ کر نکالوں؟"

وہ غصے سے بولا تو بریرہ اتر گئی گاڑی سے اور اپنا بیگ اٹھا کر آگے بڑھ گئی۔

پیچھے سے مصطفیٰ نے زور سے گاڑی کا دروازہ بند کیا اور غصے سے بولا

"نخرے دیکھو محترمہ کے جیسے میں نہیں یہ مجھ سے پانچ سال چھوٹی ہو۔"

اور پھر اس کہ پیچھے چل دیا۔

بریرہ ولیمے کے لیے لائٹ بلو کلر کی میکسی دیکھ رہی تھی جب مصطفیٰ پیچھے سے بولا

"اپنی عمر کے حساب سے کپڑے سلیکٹ کرو۔ اٹھارہ سال کی کلی نا سمجھو اپنے آپ

کو۔"

"تم اگر کچھ ہیلپ نہیں کر سکتے میری تو اپنا منہ بند رکھو۔"

وہ اسے گھورتے ہوئے بولی تو مصطفیٰ ادھر ادھر دیکھنے لگ گیا۔۔ وہ سب کے سامنے مزید عزت افزائی نہیں کروانا چاہتا تھا۔۔

کچھ دیر ادھر ادھر پھرنے کے بعد مصطفیٰ کے ذہن میں ایک خیال آیا۔
اسے بہت اچھے سے پتا تھا کہ بریرہ کو مہرون کلر بہت برا لگتا ہے۔
یاد آتے ہی اس کہ چہرے پر شیطانی مسکراہٹ آئی اور وہ ڈیزائزر سے سامنے پڑا مہرون
رنگ کا لہنگا دکھانے کو بولا

"مجھے یہ کلر نہیں پسند مصطفیٰ میں یہ نہیں پہنوں گی۔"

وہ اسے منع کرتی ہوئی بولی

"لیکن مجھے یہی اچھا لگ رہا ہے اور تم یہی پہنوں گی۔"

وہ سنجیدگی سے بولا

"اچھا تمہیں لگ رہا ہے تو میں کیوں پہنوں؟"

"کیوں کہ صرف تمہاری ہی نہیں میری بھی شادی ہو رہی ہے۔"

وہ اس کا جملہ اسی کو واپس کرتے ہوئے بولا

شاپ کیپرا نہیں لہنگا دکھا رہا تھا جو کہ پورا کام سے بھرا ہوا تھا۔ بلاشبہ وہ بہت خوبصورت لہنگا تھا۔

"یہ بہت ہیوی ہے مصطفیٰ میں نہیں پہنوں گی۔"

وہ پھر بولی

"میں نے تم سے پوچھا نہیں ہے۔۔۔ میں نے کہہ دیا ہے تو تم یہی پہنوں گی۔"

وہ زرا اونچی آواز میں بولا تو بریرہ کو خاموش ہونا پڑا۔

ڈریس کا آرڈر دے کر وہ دونوں وہاں سے باہر آگئے۔

”گھر چلو اب مجھے اور کچھ نہیں لینا۔“

مصطفیٰ کو ایک اور بوتیک کے سامنے رکتا دیکھ کر وہ بولی

”کیوں ولیمے کا ڈریس نہیں لینا کیا؟ میرا خیال میں تو پریل کلر بہت اچھا لگے گا ولیمے

پر۔“

وہ چہرے پر دل جلا دینے والی مسکراہٹ سجاتے ہوئے بولا

"رہنے دو تم۔۔ خود پہن لینا پر پل میں تو اب تمہارے ساتھ کبھی شاپنگ پر نہیں آؤں گی۔"

وہ غصے سے کہتی آگے بڑھ گئی جبکہ وہ مسکراہٹ دباتا پیچھے آگیا۔

رات کو دیر سے سونے کی وجہ سے صبح اس کی آنکھ بھی دیر سے کھلی۔۔ وہ نیچے آیا تو سب ناشتے سے فارغ ہو چکے تھے اور اپنے اپنے کاموں پر جانے کی تیاری کر رہے تھے۔

وہ اندر ناشتے کا کہہ کر باہر لان میں آکر بیٹھ گیا جب اس کی نظر بریرہ پر پڑی جو کہ آفس جانے کے لیے تیار تھی اور اپنا بیگ اور موبائل ہاتھ میں پکڑے گاڑی کی طرف جارہی تھی۔

مصطفیٰ فوراً سے پہلے اس کی طرف بڑھا اور اس کا بازو تھام کر اپنی طرف کھینچا۔

وہ اپنے خیالوں میں گم تھی جب اچانک اس حملے پر چونکی۔۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے مصطفیٰ؟"

"کہاں جا رہی ہو تم؟"

اس کا سوال نظر انداز کر کے مصطفیٰ نے غصے سے پوچھا۔

"نظر نہیں آ رہا؟ آفس جا رہی ہوں۔"

وہ بھی اسی کہ انداز میں بولی

"نہیں جاؤ گی تم آفس اب۔۔"

وہ غصے سے بولا

"کیوں؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا

"کیونکہ میں نہیں چاہتا تم اب آفس جاؤ۔"

"اور تم ایسا کیوں نہیں چاہتے؟"

"کیونکہ اب تم میرے نام سے منسوب ہو اور میں نہیں چاہتا اب تم یوں بلا ضرورت گھر سے باہر نکلو۔"

"تمہارے نام سے منسوب ہو گئی ہوں یا قید ہو گئی ہوں؟"

"تمہیں جو سمجھنا ہے سمجھ لو لیکن تم اب جا ب پر نہیں جاؤ گی میں نے کہہ دیا ہے
بس۔۔۔"

وہ ہتھی انداز میں بولا

"میں جاؤں گی جاب پر مصطفیٰ تم مجھے نہیں روک سکتے۔۔ ابھی ایک دن ہوا نہیں منگنی
کو اور تم یوں حکم چلانا شروع ہو گئے ہو۔"

وہ بھی اسی کہ انداز میں بولی

"تم۔۔۔"

مصطفیٰ نے غصے سے اس کا بازو دبوچا لیکن پیچھے سے آنے والی آواز پر اسے دور ہونا پڑا۔

"کیا ہوا ہے؟"

شاہنواز صاحب ان دونوں کو یوں باہر کھڑا کسی بات پر بحث کرتا دیکھ کر بولے۔۔

کچھ دیر کے لیے وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

"میں اسے کہی رہا تھا کہ اب اسے جا ب چھوڑ دینی چاہیے۔"

مصطفیٰ سنجیدگی سے بولا

"اور میں جا ب نہیں چھوڑنا چاہتی۔"

وہ بھی بولی

"اگر وہ جا ب نہیں چھوڑنا چاہتی تو تم کیوں اسے مجبور کر رہے ہو؟ ابھی وہ صرف تمہارے نام سے منسوب ہوئی ہے تمہاری تحویل میں نہیں آئی جو تم یوں حکم چلا رہے ہو۔۔۔ جب شادی ہو جائے گی تب کر لینا اپنی مرضیاں۔۔۔ فحالی وہی ہو گا جو یہ چاہے گی۔ تم جاؤ بریرہ۔۔۔"

وہ اچھے طریقے سے اس کا دماغ سیٹ کرتے چلے گئے جبکہ وہ وہیں کھڑا غصے سے لب بھینچ کر رہ گیا۔

بریرہ مغرب کے وقت گھر واپس آئی تو مصطفیٰ گھر پر موجود نہیں تھا۔ وہ آج سارا دن آفس میں صبح ہونے والے واقعے کے بارے میں سوچتی رہی تھی۔ اسے افسوس تھا کہ اسے یوں مصطفیٰ سے بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ وہ اسے آرام سے بھی تو سمجھا سکتی تھی۔ کیا پتا وہ اس کے خیال سے ہی اسے جا ب چھوڑنے کے لیے کہہ رہا ہو۔۔۔ وہ مصطفیٰ سے اپنے رویے کی معافی مانگنا چاہتی تھی تبھی گھر آتے ہی اس کی نظریں مصطفیٰ کو تلاش کر رہی تھیں لیکن اسے گھر پر موجود ناپا کر وہ مایوس ہو گئی۔۔

رات کو کھانے کی میز پر سب براجمان تھے۔۔ مصطفیٰ بھی وہاں موجود تھا۔ بریرہ دھڑکتے دل کے ساتھ آکر وہاں بیٹھ گئی۔۔ اسے یہ سب عجیب سا لگ رہا تھا کیونکہ ان کی منگنی کے بعد یہ پہلا کھانا تھا جو وہ ساتھ بیٹھ کر کھا رہے تھے۔

"میرا خیال میں اب شادی کی تاریخ بھی جلد ہی رکھ دینی چاہیے۔۔۔ جب بریرہ نے اسی

گھر میں رہنا ہے تو پھر دیر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

کھانے کے اختتام پر داداجان بولے

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں میرا بھی یہی خیال ہے ابا۔"

فاروق صاحب ان کی حمایت میں بولے

باقی سب کو بھی کوئی اعتراض نہیں تھا جب منگنی ہو گئی تھی تو پھر شادی لیٹ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

"لیکن ابا ایک دو مہینے تو ہمیں چاہیے ہوں گے ناتیاری کرنے کے لیے۔۔۔ آخر

ہمارے اکلوتے بیٹے کی شادی ہے۔"

مصطفیٰ کی امی بولیں

"میرا خیال میں ایک مہینہ کافی ہے سب تیاریوں کے لیے۔۔۔"

شاہنواز صاحب بولے تو سب نے ہی ان کی بات کی تائید کی اور ایک ماہ بعد کی تاریخ رکھ دی گئی۔

سب ہی اپنی رائے دے رہے تھے جبکہ اس دوران مصطفیٰ اور بریرہ دونوں ہی خاموش بیٹھے تھے۔۔۔

"تم دونوں بھی کچھ بول لو تمہاری ہی شادی کی بات کر رہے ہیں ہم۔"

دادا جان ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے بولے

"آپ لوگوں نے سب ڈیساٹڈ کر ہی لیا ہے ہمیں اس پر کیا اختلاف ہو سکتا ہے۔"

مصطفیٰ مسکراتے ہوئے بولا جبکہ بریرہ ابھی بھی نظریں نیچی کیے بیٹھی رہی۔۔

وہ کافی دیر سے سوچ رہی تھی کہ مصطفیٰ سے کیسے بات کرے۔۔ پہلے تو وہ بلا جھجک اس کہ کمرے میں چلی جایا کرتی تھی لیکن اب ان کا رشتہ بدل چکا تھا۔۔ اب ان کی شادی کی تاریخ تیار ہو چکی تھی اب وہ یوں منہ اٹھا کر اس کہ کمرے میں نہیں جاسکتی تھی۔۔ لیکن اس سے بات کرنا بھی ضروری تھا۔

وہ کافی دیر سوچتی رہی پھر موبائل اٹھا کر مجبوراً اسے میسج کرنا پڑا۔

"تھوڑی دیر کے لیے باہر لان میں آ جاؤ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد ہی مصطفیٰ کا جواب آیا تھا۔

"لیکن مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔"

اس کا جواب پڑھ کہ بریرہ کو اس کی ناراضگی کا اندازہ ہو گیا تھا۔

"پلیز مصطفیٰ صرف دس منٹ کے لیے آ جاؤ۔"

اس نے دوبارہ میسج کیا تو مصطفیٰ نے باہر آنے کی ہامی بھر لی۔

بریرہ اپنے گرد شال لپیٹتی ہوئی باہر لان میں چلی گئی۔

وہ باہر آئی تو مصطفیٰ پہلے سے لان میں موجود تھا اور کرسی پر بیٹھا تھا۔ رات زیادہ ہونے کے باعث اندھیرا تھا اور ہلکی ہلکی دھند بھی پڑ رہی تھی۔ وہ آہستگی سے جا کر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

کچھ دیر دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔۔

"تم نے کچھ کہنا ہے تو کہو ورنہ میں جا رہا ہوں۔"

اس خاموشی کو توڑتے ہوئے مصطفیٰ بولا

"میں صبح والی بات کے لیے تم سے سوری کرنا چاہتی ہوں۔۔ مجھے اس طرح تم سے
بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

وہ آہستگی سے بولی

"تم ہمیشہ ایسے ہی کرتی ہو۔۔ میں چاہے تمہارے بھلے کی بھی بات کروں تمہیں تب
بھی بری لگتی ہے۔"

وہ لا پرواہی سے بولا

"پہلے کی بات اور تھی پہلے ہمارا کوئی رشتہ نہیں تھا لیکن اب ہمارے رشتے کو مد نظر
رکھتے ہوئے مجھے اس لہجے میں بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

وہ شرمندگی سے بولی

"اصل میں تم مجھ پر پانچ سال بڑا ہونے کا روب جھاڑتی آئی ہونا اس لیے عادت سے
مجبور ہو۔"

وہ ناراضگی سے بولا تو بریرہ نے اپنی مسکراہٹ روکی۔

"آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ میں خیال رکھوں گی کہ تم مجھ سے پانچ سال چھوٹے ہو لیکن
میرے ہونے والے شوہر ہو اس لیے میں اس لہجے میں تم سے بات نہیں کروں گی۔"

وہ بمشکل اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے بولی

"تو پھر میری بات بھی مانو اور چھوڑ دو جا۔"

وہ سنجیدگی سے بولا

"میں ایسے اچانک جا نہیں چھوڑ سکتی مصطفیٰ۔ مجھے کچھ ٹائم چاہیے۔"

"ٹھیک ہے تمہارے پاس شادی تک کا ٹائم ہے۔۔ شادی سے ٹھیک ایک ہفتہ پہلے تم مجھے جا ب پر جاتی نظر نا آؤ۔۔ اور شادی کہ بعد تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

وہ حتمی لہجے میں بولا

"لیکن۔۔۔۔"

بریرہ نے احتجاج کرنا چاہا لیکن وہ بیچ میں ہی اس کی بات کاٹ گیا۔

"بس مزید کوئی بحث نہیں۔۔ میں نے جو کہہ دیا ہے وہی ہوگا۔"

غصے سے کہتا وہ وہاں سے چلا گیا جبکہ بریرہ وہیں بیٹھی اس کہ مزاج کہ بارے میں سوچتی رہی جو ایک پل میں بالکل بدل جاتا تھا۔

گھر میں شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔۔ ہر کوئی زور و شور سے شادی کی تیاریوں میں مصروف تھا۔

بریرہ کو روز کوئی نا کوئی آفس سے لینے آجاتا اور اسے لے کر سیدھا بازار چلے جاتے۔۔ روز بازار جا جا کر وہ تنگ آچکی تھی لیکن شادی کی تیاریاں ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

ابھی بھی وہ آفس میں بیٹھی تھی جب تائی جان کی کال آئی۔۔

"مصطفی تمہیں لینے آرہا ہے بیاتم اس کہ ساتھ بازار چلی جانا اور اپنا بارات اور ویسے کا ڈریس پسند کر لینا۔"

وہ بولیں

"تائی جان اس کی کیا ضرورت ہے آپ اپنی پسند کالے آتیں تو میں پہن لیتی۔"

"ارے شادی تم لوگوں کی ہے ہماری تھوڑی ناہے۔۔ تم اور مصطفیٰ دونوں اپنی مرضی سے پسند کر لینا۔"

وہ پیار سے بولیں تو بریرہ کو مجبوراً ان کی بات ماننا پڑی۔

وہ باہر نکلی تو سامنے ہی مصطفیٰ کی گاڑی کھڑی تھی۔ وہ گاڑی میں بیٹھی ہی تھی جب مصطفیٰ شروع ہو گیا۔

"میں تمہارا ڈرائیور نہیں ہوں جو ہر وقت کبھی یہاں تو کبھی وہاں لے کر پھرتا ہوں تمہیں۔ حد ہو گئی کبھی یہ شاپنگ کروالو تو کبھی یہ کروالو۔"

وہ غصے سے بول رہا تھا۔

"مجھ پر کیوں غصہ کر رہے ہو؟ میں نے تو کبھی تمہیں کہیں لے جانے کو نہیں کہا۔"

وہ حیرت سے بولی

"تم خود نہیں کہتی لیکن اپنے سارے حمایتی میرے پیچھے لگائے ہوئے ہیں جو مجھے ٹیکے

لگاتے رہتے ہیں۔۔"

وہ اسے گھور کر کہہ رہا تھا۔

"اب سب میرے اچھے اخلاق کی وجہ سے میرے حمایتی ہیں تو میرا کیا قصور؟"

وہ مزے سے بولی

"ہنہ۔۔۔ تم اور تمہارا اخلاق۔۔ اتنی ہی اچھی ہوتی تو رشتے کہ انتظار میں گھر بیٹھی

بوڑھی ناہور ہی ہوتی۔۔"

وہ طنزیہ لہجے میں بولا تو بریرہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ سمجھی تھی وہ شاید اسے تنگ

کرنے کے لیے ایسی باتیں کر رہا ہے لیکن وہ بالکل سیریس تھا۔ بریرہ نے اس کی بات کا

کوئی جواب نہیں دیا اور کھڑکی کی طرف منہ موڑ کر بیٹھ گئی۔ آنسو اس کی آنکھوں سے نکلنے کو بے تاب تھے لیکن اس نے مشکل سے انہیں اندر دھکیلا۔

باقی کا سارا راستہ خاموشی میں کٹا۔

"جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے کال کر دینا میں لے لوں گا تمہیں۔۔"

گاڑی مارکیٹ کے باہر روکتے ہوئے بولا

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

بریرہ نے حیرت سے پوچھا

"جہاں بھی جا رہا ہوں تم سے کیا مطلب۔۔ اب تمہارے ساتھ ہزاروں میں گھومنے سے تو رہا۔"

"لیکن سب نے ہمیں ہم دونوں کی پسند کی شاپنگ کے لے بھیجا ہے صرف میری نہیں۔"

وہ غصے سے بولی

"لاکھ میری پسند کے کپڑے پہن لو۔۔ تم تو پھر بھی میری پسند کے معیار پر پورا نہیں اترو گی۔"

وہ پھر تلخی سے بولا تھا۔

"تمہیں اگر نہیں آنا میرے ساتھ تو مجھے بھی نہیں جانا کچھ لینے۔۔ گھر چھوڑ آؤ مجھے۔"

وہ سنجیدگی سے بولی تو مصطفیٰ نے گھور کر اسے دیکھا۔

"جاؤ اندر اور جو لینا ہے جلدی لے کر آؤ۔۔ میں یہی کھڑا ہوں۔"

وہ سنجیدگی سے بولا

"مجھے نہیں لینا کچھ بھی تم گھر چھوڑ دو مجھے۔"

وہ اسی کہ انداز میں بولی تو مصطفیٰ نے غصے سے سٹیئرنگ پر ہاتھ مارا۔ پھر اپنا موبائل اور والٹ اٹھا کر گاڑی سے باہر نکلا۔

"نکلوا باہر۔۔"

بریرہ کو ہنوز اندر بیٹھا دیکھ کر وہ اس کی سائڈ کادر واڑہ کھول کر غصے سے بولا

"تم نے اگر یونہی مجھ پر طنز کرنے ہیں تو میں نہیں جا رہی کہیں۔"

"تو محترمہ اور کیا کروں؟ ایک تو ساتھ جا رہا ہوں اوپر سے نخرے دیکھو ذرا میڈم کے۔"

وہ اس کہ نخرے دیکھ کر لب بھینچتے ہوئے بولا

"تو کوئی احسان نہیں کر رہے مجھ پر۔۔۔ صرف میری نہیں تمہاری بھی شادی ہے۔" وہ بھی اسی کہ انداز میں بولی

"تم نکل رہی ہو باہر یا گھسیٹ کر نکالوں؟"

وہ غصے سے بولا تو بریرہ اتر گئی گاڑی سے اور اپنا بیگ اٹھا کر آگے بڑھ گئی۔

پیچھے سے مصطفیٰ نے زور سے گاڑی کا دروازہ بند کیا اور غصے سے بولا

"نخرے دیکھو محترمہ کے جیسے میں نہیں یہ مجھ سے پانچ سال چھوٹی ہو۔"

اور پھر اس کہ پیچھے چل دیا۔

بریرہ ولیمے کے لیے لائٹ بلو کلر کی میکسی دیکھ رہی تھی جب مصطفیٰ پیچھے سے بولا

"اپنی عمر کے حساب سے کپڑے سلیکٹ کرو۔ اٹھارہ سال کی کلی نا سمجھو اپنے آپ کو۔"

"تم اگر کچھ ہیلپ نہیں کر سکتے میری تو اپنا منہ بند رکھو۔"

وہ اسے گھورتے ہوئے بولی تو مصطفیٰ ادھر ادھر دیکھنے لگ گیا۔ وہ سب کے سامنے مزید عزت افزائی نہیں کروانا چاہتا تھا۔

کچھ دیر ادھر ادھر پھرنے کے بعد مصطفیٰ کے ذہن میں ایک خیال آیا۔

اسے بہت اچھے سے پتا تھا کہ بریرہ کو مہرون کلر بہت برا لگتا ہے۔

یاد آتے ہی اس کہ چہرے پر شیطانی مسکراہٹ آئی اور وہ ڈیزائنر سے سامنے پڑا مہرون
رنگ کا لہنگا دکھانے کو بولا

"مجھے یہ کلر نہیں پسند مصطفیٰ میں یہ نہیں پہنوں گی۔"

وہ اسے منع کرتی ہوئی بولی

"لیکن مجھے یہی اچھا لگ رہا ہے اور تم یہی پہنوں گی۔"

وہ سنجیدگی سے بولا

"اچھا تمہیں لگ رہا ہے تو میں کیوں پہنوں؟"

"کیوں کہ صرف تمہاری ہی نہیں میری بھی شادی ہو رہی ہے۔"

وہ اس کا جملہ اسی کو واپس کرتے ہوئے بولا

شاپ کیپرا نہیں لہنگا دکھا رہا تھا جو کہ پورا کام سے بھرا ہوا تھا۔ بلاشبہ وہ بہت خوبصورت لہنگا تھا۔

"یہ بہت ہیوی ہے مصطفیٰ میں نہیں پہنوں گی۔"

وہ پھر بولی

"میں نے تم سے پوچھا نہیں ہے۔۔۔ میں نے کہہ دیا ہے تو تم یہی پہنوں گی۔"

وہ زرا اونچی آواز میں بولا تو بریرہ کو خاموش ہونا پڑا۔

ڈریس کا آرڈر دے کر وہ دونوں وہاں سے باہر آگئے۔

"گھر چلو اب مجھے اور کچھ نہیں لینا۔"

مصطفیٰ کو ایک اور بوتیک کے سامنے رکتا دیکھ کر وہ بولی

"کیوں ویسے کاڈریس نہیں لینا کیا؟ میرا خیال میں تو پریل کلر بہت اچھا لگے گا ویسے

پر۔"

وہ چہرے پر دل جلا دینے والی مسکراہٹ سجاتے ہوئے بولا

"رہنے دو تم۔۔ خود پہن لینا پریل میں تو اب تمہارے ساتھ کبھی شاپنگ پر نہیں آؤں

گی۔"

وہ غصے سے کہتی آگے بڑھ گئی جبکہ وہ مسکراہٹ دباتا پیچھے آگیا۔

مصطفیٰ کہنے پر بریرہ نے شادی سے ٹھیک ایک ہفتہ پہلے سے آفس جانا چھوڑ دیا تھا۔
 شادی کہ فنکشنز ہفتہ پہلے ہی شروع ہو چکے تھے۔ کبھی ڈھولک ہوتی تو کبھی کچھ۔۔۔
 آج ان کا نکاح تھا۔۔۔ کل مہندی اور پھر اسے سے آگے بارات اور ولیمہ۔

نکاح ہر بریرہ نے آف وائٹ فرائز کے ساتھ ریڈ ڈوپٹ لیا ہوا تھا۔۔۔ میک اپ سے
 پاک چہرہ لیے وہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔
 جبکہ مصطفیٰ وائٹ شلوار قمیض پہنے ہوئے تھا۔

نکاح کے پیپر زپر دستخط کرتے ہوئے بریرہ کی آنکھیں بار بار بھیگ رہی تھیں۔۔۔ اس
 کہ دل میں اس رشتے کو لے کر بہت سے اندیشے تھے۔۔۔ لیکن ان سب اندیشوں کو نظر
 انداز کرتے ہوئے اس نے ان پر دستخط کر کے خود کو ساری زندگی کے لیے مصطفیٰ کے
 نام کر دیا۔۔۔

دوسری طرف مصطفیٰ کا دل بھی بہت بے چین تھا۔ اسے خدشہ تھا کہ کہیں جذبات میں کیے گئے فیصلے پر وہ اپنی زندگی ناخراب کر لے۔۔

لیکن اب اس وقت کچھ نہیں سوچا جاسکتا تھا اس لیے اس نے بھی پیپر زپر دستخط کر کے اپنا نام تا عمر بریرہ کے نام کے ساتھ جوڑ دیا تھا۔۔

جس طرح سے ان کہ نام جڑ گئے تھے۔۔ جس طرح سے ان کا رشتہ جڑ گیا تھا۔ کیا اسی طرح سے ان کے دل بھی جڑ سکیں۔۔۔۔؟

نکاح کے کچھ دیر بعد بریرہ کو مصطفیٰ کے ساتھ لا کر سٹیج پر بٹھایا گیا۔ مصطفیٰ آج اسے تین دن بعد دیکھ رہا تھا کیونکہ پچھلے تین دن سے ان کا پردہ چل رہا تھا۔۔

بریرہ کا چہرہ رونے کے باعث سرخ ہو چکا تھا۔ جب وہ اس کے ساتھ آکر بیٹھی تو مصطفیٰ نے اسے نظر موڑ کر دیکھا۔ ایک لمحے کو مصطفیٰ کی نظر اس کے چہرے پر ٹھہر سی گئی۔

وہ اتنا تیار ہو کر بھی کبھی اتنی اچھی نہیں لگتی تھی جتنی اس وقت مصطفیٰ کو لگ رہی تھی۔ اس وقت وہ اسے اچانک سے ہی بہت اپنی اپنی سی لگ رہی تھی۔۔۔ کچھ لمحے وہ اسے پلک جھپکے بغیر دیکھے گیا۔۔۔ بریرہ اس کی نظریں خود پر بخوبی محسوس کر سکتی تھی لیکن نظریں اٹھا کر اسے دیکھ نہیں پائی۔

کافی دیر یوں ہی اسے دیکھتے رہنے کے بعد مصطفیٰ کو جب اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس نے فوراً سے اپنی نظروں کا رخ موڑا۔ اس لمحے اس کا دل اس سے دغا کر رہا تھا۔۔۔ بریرہ کی آنکھوں میں آنسو نجانے اس سے کیوں برداشت نہیں ہو رہے تھے جبکہ اسے انہی آنسوؤں میں دیکھنے کے لیے تو اس نے اتنا بڑا قدم اٹھایا تھا۔۔۔ اپنے دل کی آواز کو دل میں ہی دبا تلواہ کافی دیر خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

بریرہ اپنے کمرے میں آ کر سر سے ابھی اپنا دوپٹہ اتارنے ہی لگی تھی جب اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔۔۔

اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو سامنے مصطفیٰ کو دیکھ کر پریشان ہو گئی۔۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"تم سے ملنے آیا ہوں۔۔ میں نے سوچا مبارکباد دے دوں تمہیں۔۔ فائنلی تم بھی شادی شدہ ہو ہی گئی۔۔ ویسے یہ بھی میری ہی مہربانی ہے ورنہ جو حالات تھے تم آج بھی رشتے والوں کو بوتلیں ہی پیش کر رہی ہوتی۔"

اندر آ کر کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے بولا

اس کی باتیں بریرہ کے دل پر بری طرح سے لگیں۔ اس کی آنکھیں فوراً ہی نمکین پانی سے بھرنے لگیں۔

"تم جاؤ یہاں سے مصطفیٰ کوئی دیکھ لے گا۔"

"تو دیکھ لینے دو۔۔۔ اب تو میں نے رجسٹری بھی کروالی ہے اب کوئی نہیں روک سکتا مجھے۔۔۔"

وہ آنکھ مارتے ہوئے بولا

جواب میں کچھ کہنے کی بجائے بریرہ کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔
مصطفیٰ نے آگے بڑھ کر اپنی انگلی سے اس کہ آنسو صاف کیے اور آہستگی سے بولا

"اپنے یہ آنسو سنبھال کر رکھو۔۔۔ آگے بہت سے موقعے آئینگے جہاں تمہیں ان کی ضرورت پڑے گی۔"

سنجیدگی سے کہتا وہ کمرے سے باہر چلا گیا جبکہ بریرہ وہیں بیٹھ کر رو دی۔

مصطفیٰ کمرے میں آیا تو حد سے زیادہ بے چین تھا۔ وہ اپنے دل کی حالت سمجھ نہیں پارہا تھا جو اچانک سے ہی بریرہ کی طرف کھینچا چلا جا رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی ایسا کیوں ہو رہا ہے وہ کیوں اپنے دل پر سے قابو کھو رہا ہے۔

وہ بریرہ کو ایک بار پھر دیکھنا چاہتا تھا اسی لیے وہ اس کہ کمرے میں چلا گیا۔۔۔ لیکن وہاں جا کر وہ کوئی بھی ایسی بات نہیں کہنا چاہتا تھا جس سے بریرہ خوش ہوتی اس لیے اسے ہرٹ کرنے کے لیے نجانے وہ کیا کچھ کہہ آیا تھا اسے اور آخر میں اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر مصطفیٰ سے برداشت نہیں ہوا تھا اس لیے وہ وہاں سے باہر نکل آیا تھا۔

اسے خود کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ آخر کیا چاہتا ہے۔۔۔ ایک لمحے وہ بریرہ کو تکلیف دینا چاہتا تھا جبکہ دوسرے پل وہ خود اس کی تکلیف نہیں برداشت کر پارہا تھا۔

اگلے دن بھی پورے گھر میں ہلچل تھی۔ آج ان کی مہندی تھی۔

چونکہ مہندی بھی کمبائن ہی تھی اس لیے مصطفیٰ اور بریرہ ایک ساتھ سیٹج پر بیٹھے ہوئے تھے۔

بریرہ پیلے جوڑے میں ملبوس تھی جبکہ مصطفیٰ نے آج بھی شلوار قمیض پہن رکھا تھا۔ اب دونوں کا فوٹوشوٹ ہو رہا تھا۔ بریرہ کا ایک ہاتھ مصطفیٰ کے کندھے پر تھا جبکہ ایک ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا۔

بریرہ کی نظر مصطفیٰ کے ہاتھ میں قید اپنے ہاتھ پر پڑی تو وہ یوں بلاوجہ ہی دلبرداشتہ سی ہونے لگی۔ اس کے ہاتھ کارنگ مصطفیٰ کے رنگ کے مطابق کافی سانولا لگ رہا تھا۔ مصطفیٰ کارنگ نہایت گورا تھا جبکہ وہ زرا سانولی رنگت کی تھی۔

مصطفیٰ نے بریرہ کی نظروں کے تعاقب میں اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا تو چہرے پر مسکراہٹ آئی۔

"پریشان ناہو۔۔ تم فائزہ بیوٹی کریم لگا لینا تم بھی گوری ہو جاؤ گی۔"

وہ یقیناً اس کی سوچ پڑھ چکا تھا اس لیے بظاہر مسکراتے ہوئے بولا لیکن بریرہ اچھے سے جانتی تھی کہ وہ اس کا مزاق اڑا رہا ہے۔

فنکشن رات دیر تک چلتا رہا۔ کھانے کے بعد سب ڈانس فلور پر موجود تھے اور اپنی اپنی
پر فارمنس کر رہے تھے۔

مصطفیٰ کو بھی اس کہ دوستوں نے سیٹج سے اٹھالیا اور اب وہ بھی سب کہ ساتھ ڈھول
کی تھاپ پر بھنگڑے ڈال رہا تھا۔

بریرہ سیٹج پر بیٹھی مصطفیٰ کو ہی دیکھ رہی تھی جو بھرپور انداز میں مسکرا رہا تھا اور بے حد
خوبصورت بھی لگ رہا تھا۔

بریرہ اس کی مسکراہٹ کے سحر میں ہی کھو گئی تھی جب نمرہ بھا بھی نے اس کہ آگے
چٹکی بجائی۔

"اتنے پیار سے دیکھ رہی ہو نظر لگاؤ گی کیا؟"

ان کہ شرارت سے کہنے پر وہ جھینپ گئی اور اپنی نظروں کا زاویہ موڑ لیا۔

اگلے روزان کی بارات تھی۔۔ بریرہ پارلر میں تیار ہو رہی تھی۔ اس نے مصطفیٰ کا پسند کردہ لہنگا ہی پہن رکھا تھا۔ آج اس کا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔۔ آج وہ ساری زندگی کے لیے مصطفیٰ کی ہونے والی تھی۔ وہ یہ بات تو جانتی تھی کہ مصطفیٰ کا سلوک اس کے ساتھ اچھا نہیں ہوگا کیونکہ اس کے اب تک کے رویے سے وہ اتنا اندازہ تو کر ہی چکی تھی۔

تیار ہونے کے بعد اس نے ایک نظر اپنے سر پرے پر ڈالی تو ایک پل کو اسے خود کو دیکھ کر یقین ہی نا آیا۔ بلاشبہ وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ مہرون لہنگے کے ساتھ ڈل گولڈ دوپٹہ اس پر بہت بیچ رہا تھا۔ اپنے آپ کو دیکھ کر ایک لمحے اس کا دل زور سے دھڑکے۔۔ لیکن اگلے ہی لمحے اپنے ساتھ مصطفیٰ کو تصور کر کے اس کی ساری خوشی جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ وہ جانتی تھی وہ چاہے جتنا مرضی تیار ہو جائے لیکن مصطفیٰ کے آگے وہ پھر بھی اچھی نہیں لگے گی۔

مصطفیٰ بارات لے کر آچکا تھا۔ آج مصطفیٰ نے شیروانی پہن رکھی تھی اور وہ کسی ریاست کے شہزادے سے کم نہیں لگ رہا تھا۔ چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ سجائے وہ سب کزنز کے جھرمٹ میں سیٹھ تک آیا۔

سیٹھ پر آتے سب سے پہلے دادا جان اس سے ملے تھے۔

"میرا پوتا تو شہزادہ لگ رہا ہے۔"

وہ پیار سے بولے

"آخر پوتا کس کا ہوں۔ دیکھیں زرا آپ آج تک اپنے ڈیشنگ لگتے ہیں کہ دادی جان

ابھی بھی آپ کو دیکھ رہی ہیں۔"

وہ شرارت سے بولا

"بہت شرارتی ہو تم مصطفیٰ۔"

وہ اس کا کان پکڑ کر بولے

پھر آہستہ آہستہ سب اس سے آکر ملے کہ اچانک سب لائٹس مدھم ہو گئیں۔ سب کی نظریں ہال کہ داخلی دروازے کی طرف اٹھیں جہاں سے بریرہ اندر داخل ہو رہی تھی۔ اس کی ایک طرف فاروق صاحب تھے جبکہ دوسری طرف سے اس کی اماں نے اسے پکڑا ہوا تھا۔

وہ اپنی نظریں جھکائے آہستہ سے چلتی آرہی تھی جبکہ مصطفیٰ کی نظریں اس کہ چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

وہ کافی خوبصورت لگ رہی تھی۔ مصطفیٰ کو اندازہ نہیں تھا کہ وہ کبھی اتنی خوبصورت بھی لگ سکتی ہے۔

اسے احساس ہی نہیں ہوا کہ اس کہ دیکھتے دیکھتے وہ کب سٹیج پر پہنچی۔ احساس ہونے پر نیچے آیا اور اس کا ہاتھ تھام کر اسے سٹیج پر آنے میں مدد دی۔ آج دونوں کے دل ہی زور سے دھڑک رہے تھے۔ مصطفیٰ پلک جھپکے بغیر بریرہ کو دیکھ رہا تھا جبکہ بریرہ کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ نظر اٹھا کر اسے دیکھتی۔

آج بھی ان کا فوٹوشوٹ ہونا تھا لیکن ایک دو تصاویر کہ بعد بریرہ نے مزید سے انکار کر دیا۔ اس کی حالت کے پیش نظر مصطفیٰ اس کی بات مان گیا۔

کھانا لگ چکا تھا اور سب کھانے میں مصروف تھے جبکہ مصطفیٰ اور بریرہ اکیلے سیٹج پر بیٹھے تھے۔ ان کہ آگے بھی کھانے میز لگی ہوئی تھی۔ مصطفیٰ کو محسوس ہوا جیسے بریرہ اس کہ ساتھ بیٹھی ہلکا ہلکا کانپ رہی ہے۔

اس نے پریشان نظروں سے اس کی طرف دیکھا تو وہ نظریں جھکا کر بیٹھی ہوئی تھی۔

"کیا ہوا ہے بریرہ طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟"

مصطفیٰ نے پریشانی سے پوچھا

"مجھے اتنے سارے لوگوں میں گھبراہٹ ہو رہی ہے۔"

وہ آہستہ سے بولی۔ مصطفیٰ کو محسوس ہوا جیسے اس کی آواز بھی کانپ رہی ہے۔

"گھبرانے والی کیا بات ہے میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

مصطفیٰ جلد بازی میں کہہ گیا۔ اسے اپنی بات کا احساس تب ہوا جب بریرہ نے نظریں

اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ بھی اس کہ جملے پر اتنی ہی حیران تھی جتنا وہ تھا۔

"میرا مطلب ہے اس میں گھبرانے والی کیا بات ہے اتنے دن سے انہی لوگوں کے سامنے ہم روز ہی بیٹھے ہوتے ہیں۔۔ آج تمہیں کچھ زیادہ ہی فیل ہو رہا ہے۔"

اپنی بات کا اثر زائل کرنے کے لیے وہ کچھ لاپرواہی سے بولا۔۔۔ لیکن درحقیقت اس کا دل بریرہ کے چہرے سے نظریں ہٹانے کو کر ہی نہیں رہا تھا۔ اس کا دل بار بار اس کی گہری آنکھوں میں ڈوبنے کی ضد کر رہا تھا۔

بمشکل اپنے دل پر قابو پاتے ہوئے اس نے اپنا دھیان کھانے کی طرف کیا اور ایک پلیٹ میں تھوڑا سا کھانا ڈال کر بریرہ کی طرف بڑھایا جسے اس نے لینے سے انکار کر دیا تو وہ سر جھٹک کر خود ہی کھانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد رخصتی کا وقت ہو چکا تھا۔ بریرہ مصطفیٰ کا ہاتھ تھامے آہستہ سے چل رہی تھی۔ اس کا دل بہت عجیب سا ہو رہا تھا۔ حالانکہ اس نے رخصت ہو کر کسی دوسرے

گھر نہیں جانا تھا لیکن پھر بھی وہ بہت ادا اس ہو رہی تھی۔ ناچاہتے ہوئے بھی سب سے ملتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔ مصطفیٰ کے ہاتھ پر اس کی گرفت سخت ہو گئی تھی۔ باری باری سب سے ملتے اس کا دل زور سے دھڑک رہا تھا۔ جب وہ لوگ فاروق صاحب سے ملنے کور کے تو وہ مصطفیٰ کا ہاتھ تھام کر بولے۔

"میں نے بڑے مان سے اپنی بچی کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں تھمایا ہے مصطفیٰ۔ مجھے یقین ہے تم میرا مان نہیں ٹوٹنے دو گے۔"

ان کی بات پر وہ شرمندہ ہو گیا۔

"مجھے اگر کوئی بھی شکایت آئی مصطفیٰ تو تم جانتے ہو میں تمہارا نہیں اپنی بیٹی کا ساتھ دوں گا۔ اس لیے خیال سے رہنا۔"

شاہنواز صاحب بولے تو مصطفیٰ بس کڑھ کر رہ گیا۔

اسی طرح سب سے ملتے ملاتے وہ سب کی دعاؤں کے سائے تلے مصطفیٰ کے ساتھ
رخصت ہو گئی۔

گھر پہنچنے کے بعد کافی ساری رسموں کے بعد اسے مصطفیٰ کے کمرے میں لا کر بٹھا دیا
گیا۔

وہ کافی دیر سے بیڈ پر بیٹھ کر اس کا انتظار کرتی رہی لیکن مصطفیٰ کمرے میں نا آیا۔
اس کی سوچوں کے دھاگے مصطفیٰ اور اپنے رشتے کے ساتھ جڑے تھے۔ اسے بہت
عجیب سا لگ رہا تھا۔ مصطفیٰ اس سے پانچ سال چھوٹا تھا وہ کبھی ساری زندگی بھی مصطفیٰ
کے ساتھ اس طرح کے رشتے کا نہیں سوچ سکتی تھی لیکن اب ان کا رشتہ بن چکا تھا۔
اب بریرہ کو اسے قبول کرنا تھا لیکن وہ جانتی تھی اسے اس رشتے کو قبول کرنے کے لیے
کچھ وقت چاہیے ہوگا۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ مصطفیٰ کے لیے بھی بریرہ کو قبول کرنا
آسان نہیں ہوگا۔ بریرہ کو اس وقت مصطفیٰ کے لیے بہت برا لگ رہا تھا۔ کیونکہ اس کے

ذہن میں بس یہی تھا کہ مصطفیٰ اس جیسی لڑکی کو ڈیزرو نہیں کرتا جسے تقریباً ہر کوئی ٹھکر اچکا ہو۔ مصطفیٰ کو اپنے جیسی کوئی لڑکی ملنی چاہیے تھی بریرہ اس کہ قابل نہیں تھی۔ وہ نہیں جانتی کہ کس دباؤ میں آکر یا کس مجبوری کہ تحت مصطفیٰ اس سے شادی پر راضی ہوا تھا لیکن اسے اتنا معلوم تھا کہ وہ مصطفیٰ کے سر پر زبردستی مسلط کر دی گئی ہے۔ اسے اپنا ایک بوجھ لگ رہا تھا۔

وہ اپنی سوچوں میں گم تھی جب دروازہ کھلنے کی آواز پر سیدھی ہو کر بیٹھی۔

اس نے یہ رشتہ اپنی مرضی سے جوڑا تھا۔ اپنے مفاد کے لیے جوڑا تھا۔ اپنی خود غرضی سے جوڑا تھا۔ بچپن سے لے کر آج تک اس کہ اور شاہنواز صاحب کے درمیان ایک خلش سی چلی آرہی تھی۔ ہر روز کوئی نا کوئی ایسی بات ہو جایا کرتی تھی جسکی وجہ سے ان دونوں کا اختلاف ہو جایا کرتا تھا۔ چاہے بات پڑھائی کی ہو یا کام کی۔۔ کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور نکل آتی جس کی وجہ سے ان دونوں میں تلخ کلامی ہو جایا کرتی تھی۔

کالج میں ایڈمیشن لینے وقت شاہنواز صاحب چاہتے تھے کہ وہ میڈیکل رکھے لیکن اس نے اپنی مرضی کرتے ہوئے اکاؤنٹس رکھا تھا۔

یونیورسٹی کے وقت بھی شاہنواز صاحب جس یونیورسٹی میں اس کا ایڈمنڈ سن چاہتے تھے اسے چھوڑ کر اس نے اپنی مرضی کی تھی۔

اس کہ بعد بھی وہ ہر معاملے میں اپنی مرضی کرتا کیونکہ شاہنواز صاحب کہ علاوہ ہر ایک نے اکلوتا ہونے کے باعث اسے کھلی چھوٹ دے رکھی تھی لیکن شاہنواز صاحب اسے ہر بات پر روکتے تو وہ انہیں اپنے مخالف سمجھنے لگ گیا تھا۔ آہستہ آہستہ سے ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ خود سر ہوتا جا رہا تھا۔ اسے اپنے آگے اور کسی کی خوشی نظر نا آتی تھی۔

جب شاہنواز صاحب نے اس سے بریرہ کی شادی کی بات کی تو وہ بہت بھڑکا تھا۔ وہ جانتا تھا شاہنواز صاحب بریرہ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ اسے ہمیشہ لگتا تھا کہ وہ بریرہ کو اس سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اس لیے اس نے فوراً انکار کیا تھا اور ساتھ ہی ایک ایسی حرکت بھی کر دی جس سے وہ سب کی نظروں سے گر گیا تھا۔

اس کی اس حرکت کی وجہ سے ہر کوئی اس سے ناراض تھا جبکہ سب سے زیادہ شاہنواز صاحب غصہ تھے اس سے۔

پھر جب کافی معافی مانگنے کے بعد بھی کوئی راضی نہ ہوا تو سب کو راضی کرنا کا اسے یہی طریقہ نظر آیا کہ وہ بریرہ سے رشتہ جوڑ لے۔ وہ جانتا تھا اس کہ اس قدم سے سب اس سے بہت خوش ہوں گے اور ہو سکتا ہے شاید شاہنواز صاحب اور اس کہ درمیان بنی دیوار بھی گر جائے۔

اسے یقین تھا کہ اس کہ اس قدم سے شاہنواز صاحب اس سے بہت خوش ہوں گے اور اس پر فخر بھی کریں گے۔ ساری زندگی جو وہ اپنے بیٹے کو نالائق سمجھتے آئے ہیں ان کا یہ اندازہ بھی غلط ہو جائے گا۔ وہ جو ہمیشہ اسے خود غرض سمجھتے ہیں اب وہ یہ سمجھیں گے کہ اس نے ان کی خوشی کی خاطر اپنی خوشی قربان کی۔۔

وہ صرف شاہنواز صاحب کا دل اپنی طرف سے صاف کرنا چاہتا تھا اس لیے اتنا بڑا قدم اٹھانے پر تیار ہو گیا تھا۔

دوسری طرف جہاں تک بریرہ کی بات تھی تو وہ کبھی اسے اچھی نہیں لگی تھی۔ ایک تو وہ اس سے عمر میں بھی بڑی تھی دوسرا ویسی خوبصورت بھی نہیں تھی جس طرح کی خوبصورتی وہ چاہتا تھا۔ بریرہ کی وجہ سے مصطفیٰ ہر وقت شاہنواز صاحب کی نظروں میں

برابر ہتا تھا تو اس نے سوچا تھا چلو لگے ہاتھوں بریرہ سے پرانے بدلے بھی لے لیگا
کیونکہ وہ اتنا تو جانتا تھا کہ مصطفیٰ چاہے اس کہ ساتھ کچھ بھی کر لے وہ کسی کے آگے اپنی
زبان نہیں کھولے گی کیونکہ وہ مصطفیٰ کے احسان تلے دب گئی ہے۔۔

اپنی تمام تر سوچوں کو جھٹکتے ہوئے وہ کمرے میں چلا آیا اور دروازہ کھول کر آہستگی سے
اندر داخل ہوا۔ سامنے ہی اسے اپنے کمرے اور اپنی زندگی میں رونما ہونے والی بہت
بڑی تبدیلی نظر آگئی تھی۔

وہ آہستہ قدموں سے چلتا ہوا بیڈ تک آیا اور بریرہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے سامنے کھڑا
کیا۔

"اصولاً تو مجھے تمہاری تعریف کرنی چاہیے جیسے کہ سب دلہے اپنی دلہنوں کی کرتے
ہیں لیکن کیا ہے نا ان سب کی دلہنیں خوبصورت بھی ہوتی ہیں اور ان سے چھوٹی بھی

ہوتی ہیں لیکن وہ کیا ہے نا تم مجھ سے پانچ سال بڑی بھی ہو اور خوبصورت بھی نہیں ہو تو تمہاری تعریف کرنے کا تو کوئی جواز ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

اس کا ہاتھ تھامے وہ اس کہ چہرے پر نظریں جمائے بڑے آرام سے کہہ رہا تھا۔ جبکہ بریرہ نظریں جھکائے کھڑی تھی۔

"ویسے کوشش تو تم نے بہت کی ہے کہ میرا دل جیت سکو لیکن وہ کہتے ہیں ناد لہن وہی جو پیمان بھائے۔۔۔ اور تم تو میرے دل کو کبھی نہیں بھاسکتی اس لیے اس سارے ڈرامے کی تو کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔"

تلخی سے کہتا اس کا ہاتھ چھوڑ کر وہ ڈریسنگ میں چلا گیا جبکہ وہ وہیں سن کھڑی رہی۔ جس بات کا ڈر تھا وہی ہو اس کہ ساتھ۔ اس کہ دل میں بہت سے سوالات تھے جو وہ اس سے پوچھنا چاہتی تھی۔ وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ اگر وہ اسے اتنی ہی بری لگتی تھی تو اس سے رشتہ کیوں جوڑا؟ وہ اتنی ہی بری تھی تو کیوں اپنی مرضی سے اس سے شادی کی۔۔؟ لیکن فحاح وہ یہ سارے سوالات اپنے دل میں دبا گئی کیونکہ اس وقت اس کے لیے یہی کافی تھا کہ جہاں کسی نے اسے قبول نہیں کیا وہاں مصطفیٰ نے اسے اپنا نام دیا۔

جہاں سب نے اسے دھتکارا وہاں زبردستی ہی سہی لیکن مصطفیٰ نے اسے اپنایا تو سہی۔
فلحال اس کے لیے یہی کافی تھا۔

وہ اپنی سوچوں میں گم تھی جب مصطفیٰ کیرنول ٹراؤزر شرٹ پہنے باہر آیا۔

"اب یہاں کھڑی مراقبے کرنا بند کرو اور جا کر بدلو یہ سب مجھے الجھن ہو رہی ہے۔"
وہ اکتاہٹ سے بولا تو بریرہ ڈریسنگ روم میں چلی گئی جبکہ مصطفیٰ گہری سانس لے کر رہ گیا۔

بریرہ اتنی حسین لگ رہی تھی کہ مصطفیٰ کو اس سے نظریں ہٹانا مشکل لگ رہا تھا اس لیے وہ جھنجھلاہٹ میں اسے جانے کا کہہ گیا ورنہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ بیٹھی رہے اور وہ اسے دیکھتا رہے۔

بریرہ باہر آئی تو مصطفیٰ آنکھیں بند کیے بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ صرف لیٹا ہوا تھا یا پھر سو رہا تھا وہ سمجھ نہیں پائی اس لیے خاموشی سے آکر دوسری سائڈ پر لیٹ گئی۔

اپنے پاس آہٹ محسوس کر کہ مصطفیٰ کی ساری حسیات اپنے ساتھ لیٹے وجود کے ساتھ جڑ گئی اور وہ اپنی زندگی میں ہونے والی اس تبدیلی کے بارے میں سوچنے لگا۔ وہ خود سمجھنے سے قاصر تھا کہ اسے یہ ہونے والی تبدیلی اچھی لگ رہی تھی یا بری۔

صبح مصطفیٰ کی آنکھ کھلی تو اس کی نظر سامنے پڑی جہاں بریرہ تیار ہو رہی تھی۔ مصطفیٰ کو کچھ عجیب سا لگا لیکن پھر خاموشی سے اٹھ کر وہ بھی فریش ہونے چلا گیا۔ وہ باہر آیا تو وہ ہنوز شیشے کے سامنے کھڑی لپسٹک لگا رہی تھی۔ اس نے لائٹ پنک کلر کی کرتی کے ساتھ کیپری پہن رکھی تھی اور چہرے پر ہلکا ہلکا میک اپ کر رکھا تھا جبکہ بال یونہی کھلے چھوڑے ہوئے تھے۔

وہ بھی اس کے پیچھے آکھڑا ہوا اور برش اٹھا کر بالوں میں پھیرنے لگا۔

آج پہلی بار اس نے غور کیا تھا کہ بغیر ہیل کے وہ بس اس کے کندھے تک آتی ہے۔

اپنے پیچھے مصطفیٰ کی موجودگی محسوس کر کہ بریرہ جھجک کر پیچھے ہوئی اور صوفے سے اپنا دوپٹہ اٹھایا۔

"صبح صبح تمہاری شکل دیکھ لی اب پورا دن خراب گزرے گا۔"

وہ منہ بناتے ہوئے اسے کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے بولا

"عادت ڈال لو پھر اب کیونکہ یہ شکل تو تمہیں روز دیکھنی ہے۔"

وہ برش اٹھا کر ایک بار پھر اپنے بالوں میں پھیرتی ہوئی بولی

"جتنا مرضی سنو لو۔۔۔ مجھ سے اچھی تو پھر بھی نہیں لگو گی۔"

"مجھے شوق بھی نہیں ہے تم جیسا لگنے کا۔"

وہ بھی اسی کہ انداز میں بولی تو مصطفیٰ خاموش ہو گیا۔ صبح صبح وہ اپنا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔

بریرہ کمرے سے باہر نکلنے لگی تو مصطفیٰ نے اسے آواز دی۔

"رکو"

وہ جیسے کچھ یاد آتے ہوئے بولا تو بریرہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ لو پہن لینا باہر جانے سے پہلے۔"

الماری سے ایک بریسلیٹ نکال کر اس کی ہتھیلی میں رکھتے ہوئے بولا

"تھینک یو۔"

وہ اسے پہنتے ہوئے بولی

"اپنی پسند سے نہیں دے رہا۔ امی نے کہا تو تمہیں۔ دینے کو۔"

وہ جتاتے ہوئے بولا تو وہ سر جھٹک کر باہر چلی گئی۔

ناشتے کے ٹیبل پر وہ مصطفیٰ کا رویہ دیکھ کر حیران تھی۔ وہ بالکل ایسے ایکٹ کر رہا تھا جیسے بہت کوئی محبت کرنے والا شوہر ہو۔ کبھی اس کی پلیٹ میں کوئی چیز ڈال دیتا کبھی مسکرا کر اس کی طرف دیکھنے لگتا۔ وہ اس کہ رویے پر حیران تھی اور اس کی ایکٹنگ دیکھ کر بھی حیران تھی۔

گھر میں سب ان دونوں کے لیے بہت خوش تھے خاص کر بریرہ کے والدین اپنی بیٹی کا گھر بسا دیکھ کر نہایت خوش تھے۔

تھوڑی دیر بعد بریرہ ریسپشن کے لیے تیار ہونے کے لیے پارلر چلی گئی جبکہ مصطفیٰ واپس کمرے میں آگیا اور بیٹھ کر اپنا موبائل چلانے لگا۔

تقریباً سات بجے اسے بریرہ کی کال آئی اور وہ نیند سے جاگا۔ اسے پتا ہی نہیں چلا تھا کہ
صوفے پر بیٹھے بیٹھے کب اس کی آنکھ لگ گئی۔

اب وہ کال پر اسے لینے آنے کا کہہ رہی تھی جبکہ مصطفیٰ اپنے رف حلیے کو دیکھ کر پریشان
ہو گیا۔ جلدی سے اٹھ کر اس نے ہاتھ لیا اور سٹیل گرے کلر کا ڈنر سوٹ پہنا۔
بال جیل سے سیٹ کرتے ہوئے جلدی جلدی میں بھی اسے ایک گھنٹہ لگ ہی گیا تھا۔

پارلر کے باہر پہنچ کر اس نے بریرہ کو کال کی تو وہ گاڑی میں بیٹھتے ہی اسے بولنا شروع
ہو گئی۔

"ابھی بھی ناآتے۔ بیٹھے رہتے گھر ہی۔۔ حد ہو گئی پورا گھنٹہ پہلے میں نے تمہیں کال کی تھی اور تم اب آرہے ہو۔"

وہ غصے سے بول رہی تھی جب مصطفیٰ نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ بریرہ نے بھی گرے میکسی پہنی ہوئی تھی اور ساتھ بلوکا مدر دوپٹہ سر پر ڈکا تھا۔ یہ ڈریس بھی مصطفیٰ کا ہی پسند کردہ تھا۔ اپنی پسند کے لباس میں وہ اسے کل سے زیادہ حسین لگ رہی تھی۔

"منہ بند کر کہ بیٹھو ورنہ یہیں اتار دوں گا۔"

وہ اسے گھورتے ہوئے بولا

"اتار دو۔۔۔ پھر سارے خاندان کے سامنے جواب دہ تو تم نے ہی ہونا ہے۔"

وہ لا پرواہی سے بولی

"کہہ دو گا سب سے چھوڑ آیا ہوں آپ کی بہو کو راستے میں۔۔۔ مجھ سے بد تمیزی کر

رہی تھی۔"

وہ بھی اسی کہ انداز میں بولا

"بد تمیزی کہ بجائے اگر تم یہ کہو کہ مجھے ڈانٹ رہی تھی تو زیادہ اچھا لگے گا۔"

وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولی

"ہاں بالکل یہ زیادہ سوٹ کرے گا آخر کو تم مجھ سے پانچ سال بڑی جو ہو۔"

وہ پھر اسے عمر کا طعن دے گیا تھا۔ اس کی بات پر بریرہ کی مسکراہٹ سکڑی۔ اور باقی کا سارا راستہ وہ خاموش بیٹھی رہی۔

جب وہ لوگ ہال پہنچے تو ان کہ استقبال کے لیے سب دونوں طرف کھڑے تھے جبکہ درمیان سے ان کے گزرنے کا راستہ تھا۔

مصطفیٰ نے بریرہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور چہرے پر مسکراہٹ سجا کر چلنے لگا۔ بریرہ کو بھی مجبوراً مسکراتے ہوئے اس کا ساتھ دینا پڑا۔

ان کہ آس پاس سب لوگوں کی نظروں میں ستائش تھی لیکن بریرہ جانتی تھی کہ یہ سب مصطفیٰ کے لیے ہی ہیں کیونکہ بریرہ کے لیے تو سب کی نظروں میں حسد اور طنز ہی تھا۔

سیٹج پر بیٹھے ان دونوں پر سب کی نظریں مرکوز تھیں۔ جہاں سب مصطفیٰ کی ستائشی انداز میں تعریف کر رہے تھے وہاں سب بریرہ کی قسمت پر رشک بھی کر رہے تھے۔ سیٹج پر ان سے بہت سے لوگ ملنے آئے تھے لیکن شاید کوئی ایک بھی ایسا نا تھا جو ان کہ اتج ڈفرنس پر طنزنا کر کہ گیا ہو۔

بریرہ کا بہت جلدی ہی اس سب سے دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ وہ جلد از جلد یہاں سے جانا چاہتی تھی جبکہ مصطفیٰ شاید سب بہت انجونی کر رہا تھا۔

کمرے میں آکر وہ بے دلی سے جیولری اتار رہی جب مصطفیٰ اس کے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا اور اپنی تھوڑی اس کہ کندھے پر ٹکاتے ہوئے بولا

"ویسے کیا قسمت پائی ہے تم نے بریرہ۔۔ آج وہی سب لوگ تمہاری قسمت پر رشک کر رہے تھے جو پہلے تمہاری صورت میں ہزار کیڑے نکالتے تھے۔"

وہ اس کے بے حد قریب کھڑا تھا جبکہ اس کہ اتنا قریب آنے پر بریرہ کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔

"دور ہٹو مصطفیٰ۔۔"

وہ غصے سے بولی

"ویسے رشک تو تمہیں بھی ہوتا ہو گا خود پر کہاں کوئی بڑی عمر کا شخص بھی تمہیں نہیں مل رہا تھا اب کہاں تم اپنے سے پانچ سال چھوٹے اور کافی خوبصورت لڑکے کی بیوی

ہو۔۔۔ عجیب سا نہیں لگتا ویسے تمہیں؟ حیرانی تو ہوتی ہوگی کہ کیسے قسمت بدل گئی تمہاری۔"

اس کی بات کو نظر انداز کیے وہ اپنی بولے جا رہا تھا۔

بریرہ نے زور سے مصطفیٰ کا ہاتھ جھٹکا اور اس سے دور ہوتے ہوئے ڈریسنگ میں چلی گئی۔ بریرہ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی اگر وہ کچھ بھی بولتی تو اس کہ آنسو اس کا ساتھ نہ دیتے۔۔۔ اس کہ لاکھ چھپانے پر بھی مصطفیٰ اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ چکا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ کپڑے تبدیل کر کے واپس روم میں آئی تو مصطفیٰ اس کی شکل دیکھ کر آسانی سے کہہ سکتا تھا کہ وہ اندر کافی دیر روتی رہی ہے۔

ایک لمحے کو مصطفیٰ کو اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر ندامت ہوئی لیکن اگلے ہی لمحے وہ سر جھٹک کر سونے کے لیے لیٹ گیا۔

ایک دن بعد سے ہی ان کی دعوتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ابھی بھی وہ کسی دعوت پر جانے کے لیے تیار ہو رہے تھے۔ مصطفیٰ بریرہ کو تیار ہونے کا کہہ کر خود کہیں باہر چلا گیا تھا جب وہ واپس آیا تو بریرہ آئینے کے سامنے کھڑی بال بنا رہی تھی۔
مصطفیٰ نے سر سے پیر تک گھور کر اسے دیکھا۔

"یہ کیا پہن رکھا ہے تم نے؟"

اندر آتے ہی اس نے غصے سے پوچھا

"اندھے ہو؟ نظر نہیں آرہا ساڑھی پہنی ہے۔"

وہ اپنے بال آگے کرتے ہوئے بولی

"مجھ سے تمیز سے بات کیا کرو اور بدل کر آؤ یہ لباس۔"

وہ اسے گھور کر بولا

"کیوں اس میں کیا برائی ہے؟"

وہ بھی اسی کہ انداز میں بولی

"بریرہ میں نے تم سے دلائل نہیں مانگے۔ جو کہا ہے بس اتنا کرو۔"

وہ غصے سے بولا

"میں تو نہیں بدل رہی۔ اتنی اچھی تو لگ رہی ہے پتا نہیں تمہیں کیا مسئلہ ہے۔"

وہ نا سمجھی سے بولی اور درحقیقت وہ بالکل ٹھیک کہہ رہی تھی بلیک کلر کی ساڑھی میں وہ

واقعی بہت اچھی لگ رہی تھی۔

"اس طرح کالباس پہن کر تو میں تمہیں کمرے سے باہر نہیں جانے دوں گا گھر سے باہر جانا تو بہت دور کی بات ہے۔"

وہ اٹل لہجے میں بولا

"آخر برائی کیا ہے اس میں؟ بالکل ٹھیک تو ہے اور اچھی طرح سے کور بھی ہے پھر کیا مسئلہ ہے۔"

وہ بھی ضد پر آگئی تھی۔

"میں کچھ نہیں سن رہا تم بس اسے بدل کر آؤ ورنہ ہم کہیں نہیں جا رہے۔"

"میں نہیں بدلوں گی۔ اتنی محنت سے میں تیار ہوئی ہوں اب تمہارے پیچھے بدل آؤ جا کر۔"

"ابھی اور اسی وقت اسے بدل کر آؤ۔"

وہ اس کی بازو دبوچتے ہوئے بولا

"نہیں بدلوں گی۔"

بریرہ کے جواب پر مصطفیٰ نے اسے اپنے قریب کیا اور اپنے ہاتھوں سے اسے کمر سے پکڑا۔

"اگر اتنا ہی شوق ہے تمہیں ساڑھی پہننے کا تو میرے سامنے پہن لیا کرو لیکن کسی اور کے سامنے میں تمہیں یہ نہیں پہننے دوں گا۔ اور یہ میک اپ اور لپسٹک بھی تھوڑی ہلکی کرو اس طرح میں تمہیں کہیں نہیں لے کر جاؤں گا۔"

"تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟ پہلے اماں یہ کہہ کر یہ سب پابندیاں لگاتی تھیں کہ سب شوق شادی کہ بعد پورے کرنا اب جب شادی ہو گئی ہے تو شوہر محترم کو یہ سب پسند نہیں۔"

وہ منہ بناتے ہوئے بولی

"تمہیں کس نے کہا ہے تمہارے شوہر کو یہ سب پسند نہیں؟ انفیکٹ مجھے تو یہ سب بہت پسند ہے۔۔۔ اگر تم میرے لیے روز ایسے ہی تیار ہو اسی طرح کا لباس پہنو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن دوسروں کا دکھانے کے لیے کی گئی تمہاری یہ ساری تیاری میں برداشت نہیں کروں گا۔ اس لیے بہتر ہو گا تم چلیج کر آؤ۔ اور جہاں تک رہی شوق پورے کرنے والی بات تو وہ سب شوق تم کمرے کی حدود میں رہ کر پورے کر سکتی ہو باہر سب سنور کر جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ اسے اچھا خاصا لمبا لیکچر دے کر آرام سے صوفے پر بیٹھ گیا اور وہ غصے سے ڈریسنگ میں چلی آئی۔

"منہ بھی دھو کر آنا۔"

اپنے پیچھے سے اسے مصطفیٰ کی آواز سنائی دی تو اس نے غصے سے الماری کا پٹ بند کیا۔

جب وہ دوبارہ باہر آئی تو پلمپ کلر کے لمبے فرائک میں ملبوس تھی جس کہ ساتھ چوڑی دارپجامہ تھا اور آستین بھی چوڑی دارتھے۔

"اب ٹھیک لگ رہی ہو۔۔۔"

اس کو دیکھ کر مصطفیٰ تسلی سے بولا تو بریرہ نے اسے غصے سے گھورا۔

"پہلے بھی بہت لاش لگ رہی تھی لیکن کیا ہے نا تمہیں دیکھنے کا حق صرف مجھے ہی ہے۔۔ اس لیے صرف میرے لیے ہی سجا سنورا کرو۔"

وہ پھر اسے جتاتے ہوئے بولا

"زہر لگ رہے ہو تم مجھے اس وقت۔۔۔"

وہ اسے غصے سے گھورتے ہوئے بولی

"چلو اب جھوٹ تو نا بولو۔۔ اچھے سے پتا ہے مجھے بغیر تیار ہوئے بھی کتنا ڈریشنگ لگ رہا ہوں میں۔"

وہ ستائش سے بولا تو بریرہ نے سر جھٹکا۔

"ہنہ"

"اب میرے سر پر کیوں کھڑے ہو تیار ہو جا کر۔"

مصطفیٰ کو ہنوز ڈریشنگ ٹیبل سے ٹیک لگائے کھڑا دیکھ کر وہ غصے سے بولی

"دیکھ رہا ہوں کہیں پھر ریڈ لپسٹک لگا کر نا بیٹھ جانا۔ پھر میں منہ دھونے کا کہوں گا تو تم غصہ کروں گی۔"

وہ مزے سے بولا تو بریرہ نے ہاتھ میں پکڑا لائنز سے اسے دے مارا۔

"دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔"

"جارہا ہوں جارہا ہوں تشدد کیوں کر رہی ہو۔"

وہ ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے ڈریسنگ روم میں چلا گیا جبکہ بریرہ اپنی آئیندہ زندگی کے بارے میں سوچتی رہ گئی۔ یہ تو طے تھا کہ وہ اسے ساری زندگی یا تو عمر کے طعنے مارتا رہے گا یا اس کی صورت کو نشانہ بنائے گا یا پھر اسے اس طرح سے ذہنی ٹارچر کرتا رہے گا۔

اس شخص کے ساتھ زندگی کیسے گزرے گی وہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی۔

ان کی شادی کو دو ہفتے ہو چکے تھے اور یہ دو ہفتے انہوں نے دعوتوں میں مصروف گزارے تھے۔ مصطفیٰ اپنی یونیورسٹی دوبارہ جوائن کر چکا تھا۔ چونکہ اس کے فائنل امتحان قریب تھے اسی وقت بیڈ پر بیٹھا پڑھنے میں مصروف تھا۔ رات دس بجے کا

ٹائم تھا۔ بریرہ صوفے پر بیٹھی کوئی ناول پڑھ رہی تھی۔۔ کمرے میں مکمل خاموشی تھی۔ اس خاموشی کو بریرہ کی آواز نے توڑا۔

"میں سوچ رہی ہوں آفس دوبارہ جوائن کر لوں۔"

وہ سنجیدگی سے بولی۔ اس کی بات پر مصطفیٰ نے نوٹس سے سراٹھا کر اسے دیکھا

"دماغ تو نہیں خراب ہو گیا تمہارا؟"

وہ غصے سے بولا

"اس میں دماغ خراب ہونے والی کیا بات ہے۔۔ میں دوبارہ جاب شروع کرنا چاہتی

ہوں۔"

"میں نے تم سے شادی سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آئندہ تم جاب کا نام نہیں لو گی تو اب

کیوں بلاوجہ سرکھپا رہی ہو۔"

"تم تو کچھ کر نہیں رہے تو مجھے ہی جاب کرنے دو۔ آخر کو اب میری شادی ہو گئی ہے اب اچھا تو نہیں لگے گا کہ میں اپنی ضروریات کے لیے اب سے پیسے مانگوں۔۔ اور تم تو اس قابل ہو نہیں کہ ہمارا خرچہ اٹھا سکو تو مجھے ہی کچھ کرنا پڑیگا۔"

وہ اپنی طرف سے بھرپور سنجیدگی سے بول رہی تھی جب مصطفیٰ غصے سے بیڈ سے اٹھا اور اس کا بازو پکڑ کر اسے بھی صوفے سے اٹھایا۔

"تم خود کو سمجھتی کیا ہو ہاں؟"

وہ اس کا بازو دبوچے غصے سے کہہ رہا تھا۔

"اس میں سمجھنے سمجھانے والی کیا بات ہے میں نے تو وہی کہا ہے جو سچ ہے۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔۔ تیر بالکل نشانے پر لگا تھا۔

"تم سمجھتی ہو کہ تم بہت مہان ہو اور میں کچھ نہیں کر سکتا؟ دماغ میں بٹھالو اپنے یہ بات کہ تم تو صرف پچیس تیس ہزار لی نو کرمی کر سکتی ہو لیکن میرے باپ کا کڑوڑوں کا بزنس ہے جس کا میں اکلوتہ وارث ہوں۔"

وہ اچھی طرح سے اس کی طبیعت صاف کر رہا تھا۔

"میں کیا کروں اس کڑوڑوں کہ بزنس کا جب میں کسی کو یہ بتانے کے قابل نہیں ہوں کہ میرا شوہر کام کیا کرتا ہے۔ کوئی پوچھے تو یہ کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے کہ گھر میں بیٹھ کر اپنے باپ کے پیسوں پر ایش کرتا ہے۔"

وہ مزید بول کر اسے طیش دلا گئی۔

"اپنی بکو اس بند کرو بریرہ ورنہ منہ توڑ دوں گا تمہارا۔"

وہ نہایت غصے سے دھاڑا تھا کہ ایک لمحے کو بریرہ بھی دہل گئی تھی۔

"سچ بات سننے کی سکت ہی نہیں ہے تم میں۔"

وہ اپنے لہجے کو نڈر بناتی ہوئی بولی

"مجھ سے تمیز سے بات کیا کرو۔۔۔ شوہر ہوں تمہارا کوئی مزاق نہیں۔ آج تو برداشت کر رہا ہوں آئندہ اس لہجے میں بات کی تو ایک سیکنڈ نہیں لگاؤں گا تمہیں فارغ کرنے میں۔"

اس کی بازو دوبارہ سے دبوچتے ہوئے وہ دھمکی آمیز لہجے میں بولا

"میں بھی بیوی ہوں تمہاری کوئی مزاق نہیں۔ جب رشتہ بنایا ہے تو اسے نبھاؤ بھی۔۔۔
زمہ داری لی ہے تو پھر بوجھ بھی اٹھاؤ۔"

وہ بھی اسی کہ انداز میں بولی تو وہ اسے جھٹکادے کر غصے سے باہر نکل گیا۔

بریرہ کی باتیں ہتھوڑے کی طرح اس کہ دماغ میں بچ رہی تھیں۔۔ لیکن کہہ تو وہ ٹھیک رہی تھی زبردستی ہی سہی لیکن وہ اب اس کی ذمہ داری بن چکی تھی اور اس کی ضروریات کا خیال اسے ہی رکھنا تھا۔ بے شک اس کی عمر اتنی زیادہ نہیں تھی لیکن اب وہ شادی شدہ ہو چکا تھا اور اسکی ذمہ داریاں بڑھ گئیں تھیں جنکا اب تک اسے احساس ہو جانا چاہیے تھا۔

بلاشبہ بریرہ نے اسے ایک نئے طرز پر سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ گھر میں تو بریرہ کی باتیں اسے پیش دلا گئیں تھیں لیکن اب جب وہ ٹھنڈے دماغ سے سوچ رہا تھا تو سب بالکل ٹھیک لگ رہا تھا۔

وہ کافی دیر بعد گھر واپس آیا تو رات گہری ہو چکی تھی۔ وہ کمرے میں داخل ہوا تو مکمل اندھیرا تھا۔ اندر آتے ہوئے اس نے نائٹ بلب جلا یا تو سامنے اس کی نظر بریرہ پر پڑی جو بیڈ پر آنکھوں پر ہاتھ رکھے لیٹی ہوئی تھی۔

مصطفیٰ کو اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ جاگ رہی ہے یا سو رہی ہے۔

"بریرہ۔۔۔"

وہ آہستگی سے بولا

"کیا ہے۔۔؟"

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی

"سوری مجھے اتنی بد تمیزی نہیں کرنی چاہیے تھی تم سے۔"

وہ اپنی جگہ پر لیٹتے ہوئے بولا

"تم نے کونسا پہلی دفعہ بد تمیزی کی ہے ہر بار کا یہی کام ہے۔"

وہ لا پرواہی سے بولی

"تم بھی تو ہر بار مجھے غصہ دلاتی ہو۔۔۔ احساس ہی نہیں ہوتا تمہیں کہ میں تمہارا شوہر ہوں۔۔۔ تم وہی پہلے والا کزن سمجھ کر ہی مجھ سے بحث کرتی رہتی ہو۔"

وہ بھی جتاتے ہوئے بولا

"تو تم نے کب مجھے بیوی سمجھا ہے؟ بلکہ شادی کہ بعد سے تو تم پہلے سے زیادہ بدتر رویہ اختیار کر رہے ہو۔۔۔ پہلے تو کچھ بولتے ہوئے پھر لحاظ کر لیتے تھے لیکن اب تو تمہیں کسی بات کا احساس نہیں ہوتا۔ یہ تو تمہیں بہت محسوس ہوتا ہے کہ میں تم سے بدتمیزی کرتی ہوں یہ احساس نہیں ہوتا کہ تمہارے الفاظ میرے دل پر کیا اثر کرتے ہیں؟"

وہ بھی جواباً غصے سے بولی

"اچھا چلو بس کرو اب سوری کر دیا ہے زیادہ لیکچر نادو۔"

مصطفیٰ کی بات پر بریرہ نے غصے سے گھور کر اسے دیکھا

"ہاں تم تو ہو ہی ڈھیٹ۔۔۔ میری کسی بات کا اثر تھوڑی نا ہوگا۔"

"اب تم پھر بد تمیزی کر رہی ہو۔۔۔ میں پھر کچھ کہوں گا تو تمہیں اپنی شان میں گستاخی لگے گی۔"

وہ بھی اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا تو وہ غصے سے دوسری طرف کروٹ لے کر سو گئی۔
مصطفیٰ سے بحث کرنے کا مطلب دیوار میں سر مارنا تھا۔

اگلے دن شام کے چھ بج چکے تھے لیکن مصطفیٰ ابھی تک گھر نہیں آیا تھا۔ بریرہ کافی دیر سے اس کا انتظار کر رہی تھی کیونکہ پہلے تو وہ ایک دو بجے تک گھر آ جایا کرتا تھا۔ پہلے تو بریرہ نے سوچا اسے کال کر کہ پوچھ لے لیکن پھر یہی سوچ کر اپنا خیال جھٹک دیا کہ بیٹھا ہو گا اپنے آوارہ دوستوں کے ساتھ۔

ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ مصطفیٰ کی گاڑی کے ہارن کی آواز آئی۔

وہ فوراً کمرے میں چلی گئی۔۔

مصطفیٰ کمرے میں داخل ہوا تو وہ الماری ٹھیک کرنے میں مصروف تھی۔ کل رات والی تلخ کلامی کے بعد وہ اسے اگنور کر رہی تھی۔ اس کا دل تو بہت چاہ رہا تھا کہ پوچھے مصطفیٰ سے کہ وہ کہاں تھا صبح سے لیکن پھر ناراضگی کے باعث خاموش ہو گئی۔

"ایک کپ چائے بنا دو۔"

وہ بیڈ پر بیٹھتا اپنا ماتھا مسلتے ہوئے بولا

"میں مصروف ہوں۔۔۔ نوری سے کہہ دو۔"

وہ ہنوز اپنے کام میں مصروف اسے ملازمہ کا مشورہ دیتی ہوئی بولی۔

"شادی بھی پھر میں نوری سے ہی کر لیتا۔"

وہ بھی اسی کہ انداز میں بولا

"آئیڈیا اچھا ہے تمہیں پہلے خیال کیوں نہیں آیا؟"

"بریرہ دماغ ناپاٹو اس وقت بہت تھکا ہوا ہوں میں پہلے ہی۔"

وہ آنکھیں موندتے ہوئے بولا

"تو کہاں آوارہ گردی کر رہے تھے صبح سے؟"

بریرہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھتی ہوئی بولی

"آوارہ گردی نہیں کر رہا یونیورسٹی کے بعد آفس چلا گیا تھا اور اب وہیں جایا کروں گا۔"

"

وہ اسے نئی اطلاع دیتے ہوئے بولا تو بریرہ آنکھوں میں حیرت لیے کئی لمحے اسے گھورتی

رہی۔

"اب شكل كفا ءكفر رهى هو جاؤ بهى۔۔"

وه اسه وهن كهرا ءكفر كرا كرا ته هوئے بولا تو وه بغير كچه بولے وهان سه چلى گئى۔

كچه ءر بعد وه چائے بنا كر واپس آئى تو مصطفى اب بهى آنكهفن مونءے لفااااا۔

"اىك ءن هوا نهفن اامهفن كا م پر جااے هوئے اور ءرامے افسے كر رهے هو چفسے سارا

آفس اامهراے سر پر هى او چل رهاهے۔۔"

وه اسه لفاا ءكفر كر بولى۔۔ اكر وه اسه طنز كفه بغير نهفن ره سكااa

چلى كئى سنانے كى عاءى هو گئى ااa

"تمہیں اپنی بے عزتی کروانے کی عادت سی نہیں ہوگئی ہے؟"

مصطفیٰ آنکھیں کھولتا ہوا بولا

"زیادہ زبان نہ چلاؤ چائے اوپر گرا دوں گی۔"

"تم اتنی بد تمیز کیوں ہوتی جا رہی ہو؟ پہلے تو کبھی میری باتوں کا جواب بھی نہیں دیتی

تھی اب پورا پورا مقابلہ کرتی ہو۔"

وہ چائے کے گھونٹ بھرتا سنجیدگی سے بولا

"پہلے صرف کزن تھی نا تو تمہاری صحبت کا اثر کچھ کم تھا اب بیوی بن گئی ہوں تو بالکل

تمہارے جیسی عادات ہوتی جا رہی ہیں میری۔"

وہ بھی اسی کہ انداز میں بولی

"کاش عادات کے ساتھ ساتھ شکل و صورت بھی میرے جیسی ہو سکتی۔۔۔"

وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا جبکہ بریرہ کی آنکھوں میں فوراً سے نمی اتری۔ جسے چھپاتے ہوئے وہ بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی لیکن مصطفیٰ نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے دوبارہ بٹھائے بولا

"اچھا یار مذاق کر رہا تھا۔"

"یہ مذاق نہیں بے عزتی ہوتی ہے۔"

وہ بمشکل آنسو روکتی ہوئی بولی

"اتنی میں کرتا نہیں ہوں۔۔۔ تم بس زیادہ فیمل کر لیتی ہو۔۔۔"

وہ پھر مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا تو بریرہ کے رکے ہوئے آنسو بحال ہو گئے۔ یہ پہلی بار تھا جو وہ شادی کے بعد اس کے سامنے رو پڑی تھی۔

"اوہ یار رونا تو بند کرو۔۔ میری باتوں کو دل پر کیوں لے جاتی ہو۔۔"

وہ اس کہ آنسو دیکھ کر بوکھلاتے ہوئے بولا لیکن اس کہ آنسوؤں میں کوئی کمی نا آئی۔

"اچھا یار بس کرو میں ویسے ہی تنگ کر رہا تھا تمہیں۔"

"تم ہمیشہ ایسے کرتے ہو۔۔ کبھی کسی کا احساس نہیں ہوتا تمہیں اپنے آگے اور کوئی نظر نہیں آتا تمہیں۔ کبھی تم نے سوچا ہے تمہارے نزدیک جو باتیں فقط مزاق ہیں وہ کسی اور کہ دل پر کیا اثر کرتی ہوں گی؟ لیکن نہیں تم کیوں سوچو گے کسی کے بارے میں تم اپنی ذات سے باہر نکلو تو تب کوئی نظر آئے نا تمہیں۔ شاید میری ہی بد قسمتی تھی جو میری قسمت میں تم جیسا بے حس انسان لکھا تھا جسے اپنے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔"

وہ آنسوؤں کے درمیان بولی۔۔ شادی سے لے کر اب تک جتنا بھی غبار تھا وہ سب نکال رہی تھی وہ۔

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔۔ اتنا بھی برا نہیں ہوں میں دیکھو آفس تمہارے لیے ہی جانا شروع کیا ہے ورنہ مجھے تو بالکل شوق نہیں۔"

وہ منہ بناتے ہوئے بولا

"میری وجہ سے نہیں اپنی انا کی وجہ سے جانا شروع کیا ہے تم نے۔ چونکہ تمہاری انا یہ بات گوارہ نہیں کرتی کہ تمہاری بیوی گھر سے باہر نکلے اس لیے تم نے آفس جانا شروع کیا ہے۔ اور اگر میں تمہیں کل احساس نادلاتی تو تمہیں خود بھی کبھی خیال نہیں آنا تھا۔"

اس کہ آنسو اب بھی بہ رہے تھے۔

"اچھا تم رونا تو بند کرو۔۔"

اس کی سوئی ابھی بھی اس کہ آنسوؤں میں ہی اٹکی تھی۔ بریرہ کے آنسو اس سے برداشت نہیں ہو رہے تھے۔ آج سے پہلے اس نے کبھی اسے یوں آنسو بہاتے نہیں

دیکھا تھا اب اس کہ آنسو سیدھا مصطفیٰ کے دل پر اثر کر رہے تھے اس لیے وہ
جھنجھلاہٹ کا شکار ہو رہا تھا۔

"تمہیں کیا فرق پڑتا ہے میرے رونے سے؟"

وہ غصے سے کہتی بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور کمرے سے باہر جانے لگی۔

"اب جا کہاں رہی ہو؟"

اسے باہر جاتا دیکھ کر بولا

"جہنم میں جا رہی ہوں۔ آ جاؤ تم بھی۔"

کڑھ کر کہتی وہ باہر چلی گئی جبکہ وہ حیران پریشان سا وہیں کھڑا رہ گیا۔

"عجیب۔۔"

بریرہ کے رویے کو دیکھ کر فلحال وہ یہیں کہہ سکتا تھا۔ آج سے پہلے وہ بریرہ پر زیادہ بڑے طنز کرتا آیا تھا لیکن وہ کبھی بھی ایسا رد عمل نہیں دیتی تھی لیکن پچھلے کچھ دنوں سے وہ بہت چڑچڑی ہو رہی تھی۔۔۔ مصطفیٰ کے چھوٹے سے طنز کا بھی برا مناجایا کرتی تھی۔۔۔

وہ سر جھٹکتے ہوئے کمرے سے باہر نکلا تو گھر میں خاموشی تھی سب اپنے اپنے کمروں میں تھے وہ بریرہ کو ڈھونڈتا ہوا آگے جا رہا تھا جب اسے زینب کی آواز آئی۔

"بھائی جان آپ کو دادا جان بلارہے ہیں اور نہایت غصے میں بھی ہیں۔"

وہ اسے اطلاع دیتی ہوئی چلی گئی جبکہ وہ سوچ میں پڑ گیا۔

"لوجی اب میں نے ایسا کیا کر دیا کہ آج ابا کہ دربار میں حاضری لگی ہے۔"

وہ سوچتا ہوا ان کہ کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ جیسے دادا جان کہ کمرے میں داخل ہو اوہاں بریرہ کو دیکھ کر ٹھٹکا جس کا چہرہ رونے کے باعث سرخ ہو رہا تھا۔ اس کہ سامنے صوفے پر بیٹھے شاہنواز صاحب کو دیکھ کر اسے مزید پریشانی لاحق ہوئی۔۔۔ چودہ طبق تو اس کہ تب روشن ہوئے جب چچا جان کی موجودگی کا بھی احساس ہوا۔

"اندر بھی آجاؤ صاحب زادے اب باہر کھڑے ہی سب کو گھورتے رہو گے؟"

دادا جان اسے ہونکوں کی طرح کھڑا دیکھ کر بولے

"آپ نے بلایا تھا ابا؟"

دادا جان کہ انداز پر اسے خطرے کی گھنٹی بجتی محسوس ہوئی۔

"بیٹھو۔"

داداجان سنجیدگی سے بولے تو وہ ایک نظر بریرہ کو دیکھتا ہوا جو سر جھکائے بیٹھی تھی اس کہ سامنے والے صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔

"تم نے بریرہ سے شادی کیوں کی تھی مصطفیٰ؟"

داداجان نے سنجیدگی سے پوچھا

"یہ کیسا سوال ہے ابا۔۔۔"

وہ حیرانی سے بولا

"تم صرف جواب دو۔"

"پتا نہیں شاید اپنی غلطی کا ازالہ کرنا چاہتا تھا۔"

وہ آہستگی سے بولا

"غلطی کا ازالہ کرنا چاہتے تھے یا مزید غلطیاں دہرانا چاہتے تھے؟"

اب کہ چچا جان بولے

"میں سمجھا نہیں چچا جان۔"

وہ نا سمجھی سے بولا

"ہم نے بریرہ کی شادی تم سے اس لیے تو نہیں کی تھی کہ تم ہر لمحہ اسے طعنہ دیتے

رہو۔"

چچا جان غصے سے بولے

"ایسی بات نہیں۔۔۔۔"

اس نے اپنے دفاع میں کچھ کہنا چاہا لیکن اس سے پہلے چچا جان اس کی بات کاٹتے ہوئے تیش سے بولے

"مجھے تم پرمان تھا مصطفیٰ۔۔ اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی جو تم نے حرکت کی میں نے اپنی بچی تمہارے حوالے کی لیکن تم نے زر اسما بھی میرا مان نہیں رکھا؟ مجھے پتا ہوتا کہ تم اس کہ ساتھ یہ سب کرو گے تو میں کبھی اسے تمہارے حوالے نہ کرتا۔" وہ غصے سے کہہ رہے تھے۔

"مجھے شرم آتی ہے مصطفیٰ تمہیں اپنا بیٹا کہتے ہوئے۔۔۔ کہیں تو میری عزت رکھ لیا کرو مصطفیٰ۔"

شاہنواز صاحب ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہتے وہاں سے باہر چلے گئے۔

"بریرہ تم جاؤ اپنے کمرے میں اور تم تب تک واپس نہیں آؤ گی جب تک اسے اپنی غلطی کا واقعی احساس نہ ہو جائے۔"

چچا جان غصے سے کہتے وہاں سے چلے گئے جبکہ بریرہ بھی ان کہ پیچھے چل دی۔

"ابا میں نے اسے کچھ بھی نہیں کہا پتا نہیں وہ آپ سب سے کیا کہتی رہی ہے۔"

مصطفیٰ دادا جان کو اپنی صفائی پیش کرتا ہوا بولا

"اس نے ہم سے کچھ بھی نہیں کہا مصطفیٰ۔۔ میں نے خود دیکھا ہے وہ روتے ہوئے

کمرے سے باہر نکل رہی تھی اور میرے بہت بار پوچھنے پر بتایا ہے اس نے۔"

وہ سنجیدگی سے بولے تو مصطفیٰ نے ان کی طرف بیچارگی سے دیکھا۔

"میں تمہاری کوئی مدد نہیں کروں گا۔ جو بھی کیا ہے تم نے اب خود ٹھیک کر سب۔"

"

اس کی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولے تو وہ خاموشی سے وہاں سے

چلا گیا۔

وہ داداجان کہ کمرے سے باہر آیا تو اسے اپنی امی کی آواز سنائی دی۔

"مل گیا سکون تمہیں یہی سب کرنے کے لیے شادی کی تھی تم نے؟"

وہ غصے سے کہہ رہی تھیں۔

"میں نے کچھ بھی نہیں کہا بریرہ سے امی۔۔ وہ پتا نہیں کس بات کا اتنا اویلا کر کہ بیٹھ گئی ہے۔"

وہ اکتاہٹ سے بولا سے بولا تو پیچھے چچی جان بھی کھڑی اسے ملامت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

"ہاں تم نے اسے کچھ نہیں کہا وہی پاگل ہے جو اتنا رو رہی ہے۔"

وہ غصے سے بولیں

"آپ سب کو اس کی بات پر یقین ہے تو اسی سے پوچھیں کیوں اتنے ٹسوے بہا رہی تھی
میری بات کا تو کسی کو یقین ہی نہیں۔"
جھنجھلاہٹ سے کہتا وہ وہاں سے چلا گیا۔

اس نے کمرے میں آتے ہی اپنا موبائل نکالا اور بریرہ کو کال کی۔ پہلی دو بار تو اس نے
نہیں اٹھائی لیکن تیسری بار اس نے اٹھا ہی لی۔

"یہ کیا تماشہ تم لگا کہ بیٹھ گئی ہو؟ میں نے کونسا توپ کا گولہ مار دیا تھا تمہیں؟"

وہ غصے سے بولا

"جب سے شادی ہوئی ہے تم روز مجھ پر طنز کرتے ہو۔"

"تو تم آگے سے کونسا خاموش رہ جاتی ہو؟ پورے پورے بدلے لے تو لیتی ہو۔ کیا ضرورت تھی یوں سب کہ سامنے تماشہ لگانے کی؟"

"میں نے کسی سے کچھ نہیں کہا۔۔۔ وہ تو کمرے سے باہر نکل رہی تھی تو داداجان نے مجھے روتے ہوئے دیکھ لیا۔"

"اور تم اتنی معصوم بنی کہ موقع ملتے ہی دو چار باتیں اپنے سے لگا کر بھی بتادیں۔"

"میں نے کچھ بھی اپنے سے نہیں لگایا وہی سب بتایا ہے جو تم مجھے کہتے پھرتے ہو۔"

"اتنی تم معصوم نابنا کرو بریرہ۔۔ پانچ سال بڑی ہو مجھ سے چھوٹی نہیں ہو جو تمہارے ایسے نخرے میں برداشت کروں۔"

وہ غصے سے بولا

"اب تم پھر بد تمیزی کر رہے ہو۔"

وہ بھی اسی کہ انداز میں بولی

"جاؤ یہ بھی بتادو ابا کو۔ اس بات کا بھی ڈنڈو راپیٹ دو کہ میں تمہاری شان میں گستاخی

کر رہا ہوں۔"

وہ دانت پستے ہوئے بولا

"تم سے تو بات ہی کرنا فضول ہے۔"

مصطفیٰ کی بات کا جواب دیے بغیر اس نے کال بند کر دی تو مصطفیٰ غصے سے موبائل کو

گھورتا رہ گیا۔

وہ کافی دیر تک کمرے میں بیٹھا رہا۔ ناراضگی کے اظہار کے طور پر وہ ڈنر کرنے کے لیے باہر بھی نہیں نکلا۔ اسے پورا یقین تھا کہ دادی ابھی بریرہ کے ہاتھ کھانا بھیج دیں گی لیکن جب رات کے گیارہ بج گئے تو اس کی یہ امید بھی دم توڑ گئی۔

پہلے اس کا دل کیا کہ خود ہی جا کر لے آئے لیکن پھر آنا کہ ہاتھوں مجبور ہو کر بیٹھا رہا۔ پھر اس نے سوچا زینب سے کہے لیکن وہ بھی جلدی سو جایا کرتی تھی اس لیے اسے تنگ کرنا اس نے مناسب نہیں سمجھا۔

پھر اسے بریرہ کا خیال آیا لیکن اس سے بھی ناراضگی چل رہی تھی لیکن بھوک سے برا حال بھی ہو رہا تھا اس لیے اس نے دل پر پتھر رکھتے ہوئے بریرہ کو مسیح کیا۔

"سیدھا جہنم میں جاؤ گی۔"

"کیوں؟"

بریرہ جو سونے کی تیاری کر رہی تھی مصطفیٰ کا عجیب و غریب میسج پڑھ کر حیران ہوئی۔

"شوہر یہاں بھوکا ہے اور خود تم اتنا کھانا ٹھوس کر آرام سے سونے کی کر رہی ہو۔"

"تو شوہر کو کس نے کہا ہے بھوک ہڑتال کرے؟ کچن میں جائے اور نکال کر کھالے
کھانا۔"

"پتا نہیں وہ کونسی بیویاں ہوتی ہیں جو شوہر سے پہلے کھانا نہیں کھاتیں۔"

"ہاں واقعی پتا نہیں کہاں ہوتی ہیں بیویاں ایسی۔۔ میں نے تو کبھی نہیں دیکھی۔"

"چلو ٹر بند کرو۔ کھانا گرم کر کہ لا دو مجھے۔"

سوری۔۔ ایسا سوچنا بھی مت کہ میں تمہارے لئے کھانا لاؤں گی۔"

"بیاپلیز لے آؤنا۔"

اب وہ منت پر آیا تھا۔

"بالکل نہیں۔۔"

اس کہ بعد بھی وہ کافی دیر اسے میسج کرتا رہا لیکن بریرہ نے دوبارہ جواب نہیں دیا۔

کچھ دیر بعد اس کہ کمرے کا دروازہ بجا تو وہ حیران ہوا۔۔ ساتھ ہی چہرے پر مسکراہٹ بھی آئی کیونکہ وہ جانتا تھا بریرہ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

"لڑائی آپ دونوں کی ہوتی ہے ٹینشن مجھے پڑ جاتی ہے۔۔ آدھی رات کو آپ کی بیگم نے مجھے ڈیلویری بوائے بنا کر آپ کے لیے کھانا بھیجا ہے۔"

جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا زینب نان سٹاپ بولتی کھانے کا ٹرے اسے پکڑتی واپس چلی گئی۔ جبکہ مصطفیٰ بریرہ کی حرکت پر مسکرا کر رہ گیا۔ وہ خود نہیں آئی تھی لیکن اس کا خیال ضرور رکھا تھا۔

کھانے کے بعد جب مصطفیٰ سونے کے لیے لیٹا تو اسے کچھ ادھورا ادھورا سا لگا۔۔۔ ان دو ہفتوں میں اسے کافی حد تک بریرہ کی عادت پڑ چکی تھی۔ کروٹ لیتے ہوئے وہ کافی دیر تک بریرہ کی سائڈ کو گھورتا رہا۔۔۔ نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ ناچاہتے ہوئے بھی وہ بار بار بریرہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ناچاہتے ہوئے بھی اسے بریرہ کی غیر موجودگی کا احساس ہوا رہا تھا۔ ناچاہتے ہوئے بھی اسے بریرہ کہ بغیر اپنا کمرہ ادھورا سالگ رہا تھا۔ کافی دیر اس کہ بارے میں سوچنے کے بعد اس نے پھر بریرہ کو میسج کیا۔

"تھینک یو۔۔۔ میرا خیال کرنے کے لیے۔۔۔"

ساتھ میں زبان چڑانے والی ایمو جی بھی بھیجی۔

"زیادہ خوش ناہو۔۔ کھانا باہر پڑا خراب ہو جاتا اس لیے میں نے سوچا خراب کرنے سے بہتر ہے کسی بھوکے کو کھلا دوں۔"

اس کہ جواب پر مصطفیٰ کا جاندار قہقہہ لگا۔ پھر وہ موبائل رکھتے ہوئے نیند کی وادی میں کھو گیا۔

اس کی آنکھوں سے بھی نیند کو سوں دور تھی۔ پہلے اس کا دل چاہا مصطفیٰ سے بدل لے اور اسے کھانا بھیجے لیکن پھر وہ یہ بھی جانتی تھی کہ وہ بھوک کا کتنا کچا ہے اس لیے زینب کے ہاتھ کھانا بھجوادیا۔

در حقیقت اسے بھی مصطفیٰ کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔۔ اس وقت وہ دونوں یقیناً کسی نا کسی بات پر بحث کر رہے ہوتے تھے۔ کبھی بریرہ اس سے ناراض ہو کر سو جاتی تھی کبھی مصطفیٰ اس سے ناراض ہو جایا کرتا تھا۔۔

اس عرصے میں اسے بھی مصطفیٰ کی عادت ہو گئی تھی اور اب وہ تنہائی میں ناچاہتے ہوئے بھی اس کہ بارے میں سوچ رہی تھی۔

وہ صبح اٹھا تو گیارہ بج چکے تھے۔ اسے روز صبح آٹھ بجے بریرہ ہی اٹھاتی تھی اور اب اسے اس کی اتنی عادت ہو چکی تھی کہ وہ الارم بھی نہیں لگاتا تھا۔

بیڈ سے اٹھتے ہوئے اس کی نظر سامنے ڈریسنگ پر پڑی جہاں بریرہ کی ساری چیزیں پڑی ہوئی تھیں۔ مصطفیٰ کو اٹھانے کے بعد وہ تیار ہوتی تھی اور مصطفیٰ اس پر طنز کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ آج اپنا کمرہ خالی خالی سادیکھ کر اسے ہر چیز میں بریرہ کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔

وہ اپنی تمام تر سوچوں کو جھٹکتا ہوا نیچے چلا آیا جہاں سب مرد اپنے اپنے کاموں پر جا چکے تھے جبکہ سب خواتین اپنے کاموں میں مصروف تھیں لیکن بریرہ اسے کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

اور تو اور اس کہ دو تین دفع کہنے پر بھی کسی نے اسے ناشتہ نہیں دیا تھا اس لیے غصے سے اٹھ کر یونیورسٹی آ گیا تھا۔

یونی پینچتے ہی اس کی ملاقات عمر سے ہوئی جو کہ کافی دیر سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"اتنی دیر کیوں لگادی آج؟"

عمر نے اس کہ قریب پینچتے ہی سوال کیا لیکن مصطفیٰ نے کوئی جواب دینے کے بجائے اسے گھور کر دیکھا۔

"بھابھی سے لڑکہ آرہا ہے کیا؟"

عمر نے اندازہ لگایا۔

"اس سے تو روز صبح لڑکر ہی آتا ہوں۔"

وہ اکتاہٹ سے بولا

"تو پھر آج کیا ہوا ہے؟"

"آج لڑائی نہیں ہوئی"

"تو اس میں پریشانی والی کیا بات ہے؟"

عمر حیران ہوا۔

"یہی تو پریشانی والی بات ہے۔۔۔ روز لڑ کر آتا ہوں آج نہیں ہوئی لڑائی کیونکہ وہ
کمرے میں تھی ہی نہیں۔۔۔"

وہ جھنجھلاتے ہوئے بولا

"کیا مطلب ہے یار میری سمجھ سے باہر ہے۔۔۔"

عمرنا سمجھی سے بولا

"تو نہیں سمجھے گا۔۔۔ تیری شادی نہیں ہوئی نا۔ جب ہوگی تب آجائے گا سب سمجھے۔۔۔"

"

شام کو تھکا ہارا وہ گھر آیا تو سب خواتین چائے پی رہی تھیں۔ وہ بھی وہیں صوفے پر بیٹھ گیا اور سامنے بیٹھی بریرہ سے بولا

"ایک کپ چائے مجھے بھی بنا دو۔"

اس کہ کہنے کی دیر تھی کہ بریرہ نے اسے گھور کر دیکھا۔

کیا؟ گھور کیوں رہی ہو چائے مانگی ہے جان تو نہیں مانگی۔"

اسے اپنی طرف گھورتا پا کر وہ بولا

"ملازمہ نہیں ہوں تمہاری خود بنا لو۔"

وہ غصے سے بولی

"ملازمہ نہیں ہو لیکن بیوی ضرور ہو۔۔۔ میرے کام تم پر فرض ہیں۔"

وہ جتاتے ہوئے بولا

"بڑی جلدی تمہیں خیال آیا ہے۔۔۔"

وہ طنز کرتی ہوئی بولی

"تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے یا بریرہ۔۔۔ کیوں ہر وقت زچ کرتی رہتی ہو مجھے؟"

وہ جھنجھلاتے ہوئے بولا

"اتنا ہی مسئلہ لگتی ہوں تو نابات کیا کرو۔۔ چائے بھی جا کر خود ہی بنا لو۔۔۔"

"واقعی تم سے بات کر کہ تو میں نے سردرد میں مزید اضافہ کر لیا ہے۔۔۔"

وہ اکتاہٹ سے کہتا وہاں سے اٹھ کر کمرے میں چلا گیا۔۔

دو دن ہو چلے تھے نابریہ کمرے میں آرہی تھی اور نہ ہی اس سے سیدھے طریقے سے بات کر رہی تھی۔ وہ کوئی میسج بھی کرتا تو اس کا جواب نادیتی اور کال کرنے پر بھی جلی کٹی سنا کر بند کر دیتی۔۔۔ مصطفیٰ ان سب باتوں سے تنگ آ گیا تھا دوسرا روز آفس جانے سے بھی اس کی روٹین بہت چینج ہو گئی تھی اور پھر اوپر سے ایگزامز کی تیاری نے اسے اور بھی پاگل کر دیا تھا۔

آج بھی آفس میں اس کا سر شدید درد کر رہا تھا اسی وجہ سے وہ دوپہر میں ہی واپس آ گیا تھا۔ گھر آنے پر اسے بریرہ بھی کہیں نظر نہیں آرہی تھی جس کی وجہ سے وہ مزید جھنجھلاہٹ کا شکار ہو رہا تھا۔۔

اسے اپنے خالی کمرے سے وحشت ہو رہی تھی۔۔۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے بریرہ کو دیکھنے کی عادت ہو چکی تھی۔۔۔ رات کو سونے سے پہلے اس سے لڑنے کی عادت ہو چکی تھی۔۔۔ رات دیر سے اس کے ہاتھ کی بنی کافی پینے کی عادت ہو گئی تھی۔۔۔ صبح اسی کہ نکالے ہوئے کپڑے پہن کر اور اسی کے ہاتھ کا بنانا شتہ کھا کر جانے کا وہ عادی ہو گیا تھا۔۔۔ اب اس کی غیر موجودگی سے وہ خود کو بے چین محسوس کر رہا تھا۔

گھر آنے کے بعد وہ کچھ دیر سردرد کے باعث لیٹا رہا پھر جب اس کو برداشت کی حد ختم ہو گئی تو وہ بریرہ کے کمرے میں چلا گیا۔۔

دوپہر کا وقت تھا اس وقت سب ہی کھانا کھا کر اپنے اپنے کمروں میں آرام کر رہے تھے۔۔

اس نے آہستگی سے بریرہ کے کمرے کا دروازہ کھولا تو وہ بھی آرام سے رضائی منہ تک تانے سوئی ہوئی تھی۔۔ کچھ دیر مصطفیٰ اسے دیکھتا رہا پھر بیڈ کی دوسری سائڈ پر جا کر لیٹ گیا۔ بریرہ جس کی ابھی کچھ دیر پہلے ہی آنکھ لگی تھی اپنے قریب جنبش محسوس کر کہ اس کی آنکھیں پٹ سے کھلیں اور اپنی دوسری طرف لیٹے مصطفیٰ کو دیکھ کر اس نے حیرت سے سوال کیا۔۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"میرے سر میں درد ہو رہا تھا۔۔"

وہ معصومیت سے بولا

"تو میں کیا کروں؟ میں ڈاکٹر تو نہیں ہوں۔۔ چلو نکلو باہر یہاں سے۔۔"

وہ غصے سے بولی

"میں تو یہاں سے تب تک نہیں جانے والا جب تک تم مجھے چائے نہیں بنا کر دو گی۔۔"

"

وہ ضدی لہجے میں بولا

"فضول باتیں نہ کرو۔۔ میں کوئی کام نہیں کر رہی تمہارا۔۔ جاؤ یہاں سے۔۔"

"میں کہیں نہیں جا رہا۔۔ بلکہ اگر تم نے میرا کام نہ کیا تو آج رات کو میں بھی یہاں سو

جاؤں گا۔۔ اب اگر تم چاہتی ہو کہ میں یہیں رہوں تو بالکل مت بناؤ چائے۔۔"

وہ تفصیل سے کہتے ہوئے آنکھوں پر بازو رکھ کر لیٹ گیا تو بریرہ کو مجبوراً اٹھنا پڑا۔۔

مصطفیٰ سے کوئی بعید نہ تھی کہ جو اس نے کہا تھا اس پر عمل بھی کر گزرتا۔۔

وہ کمرے میں واپس آئی تو مصطفیٰ ہنوز اسی پوزیشن میں لیٹا ہوا تھا۔

"پکڑو یہ چائے اور پی کر نکلو یہاں سے۔"

"چلا جاتا ہوں۔۔ اتنا غصہ کیوں کرتی ہو؟ پہلے ہی عمر میں مجھ سے بڑی ہو غصہ کر کر

کہ مزید بوڑھی لگنے لگے گی۔"

وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولا

"ہو گیا تمہارا؟ تو چلو اب کھاؤ یہ میڈیسن اور جاؤ۔"

وہ اس کہ ہاتھ میں سردرد کی گولی پکڑاتے ہوئے بولی اور خود دوبارہ دوسری طرف آکر بیٹھ گئی۔

مصطفیٰ نے میڈیسن لینے کے بعد چائے پی اور بریرہ کی گود میں سر رکھ کر آنکھیں موند کر لیٹ گیا۔

"کیا بد تمیزی ہے؟ چائے پی لی ہے تو جاؤ اب۔"

مصطفیٰ کی حرکت پر بریرہ نہایت غصے سے بولی

"چلا جاتا ہوں بس تھوڑی دیر سرد بادو۔ بہت شدید درد ہے۔"

وہ سنجیدگی سے بولا

"ہر گز نہیں۔۔ نکلو یہاں سے۔۔"

وہ اس کا سراپے گٹھنے سے ہٹاتے ہوئے بولی

"ہر وقت بحث نہ کیا کرو۔۔۔ کبھی خود بھی سکون کیا کرو اور مجھے بھی کرنے دیا

کرو۔۔"

وہ سنجیدگی سے بولا

"مصطفیٰ تم۔۔۔"

بریرہ نے پھر کچھ کہنا چاہا لیکن وہ اس کی بات کاٹ گیا۔

"سرد باؤ۔۔۔"

مجبوراً بریرہ کو اس کا سرد بانا پڑا۔

وہ کافی دیر اس کا سرد باتی رہی لیکن وہ کچھ ہی دیر میں سوچکا تھا۔ بریرہ کو اس کہ ماتھے کی تپش سے محسوس ہو رہا تھا کہ اسے ہلکا ہلکا بخار ہو رہا ہے۔۔۔ اسی وجہ سے وہ چاہنے کے باوجود اسے ناٹھا پانی اور وہ اسی طرح سے سویا رہا۔۔

بریرہ نے غور سے مصطفیٰ کے چہرے کو دیکھا۔۔۔ چہرے سے وہ کتنا معصوم لگ رہا تھا۔۔۔ بال ماتھے ہر بکھرے ہوئے تھے۔۔۔ چہرے سے اس کی تھکن کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا تھا۔۔۔ مصطفیٰ کو دیکھتے ہوئے بریرہ اب بھی بے یقین تھی کہ کیا واقعی یہ شخص اس کا شوہر ہے۔۔۔ جہاں بریرہ کو کوئی رشتہ نہیں ملتا تھا وہاں اسے ایسا شخص مل گیا جس کی پیچھے نجانے کتنی لڑکیاں دیوانی تھیں۔۔۔ یہ کیسا کھیل تھا قسمت کا۔۔۔ بریرہ کی نظریں مصطفیٰ کے خوبصورت نین نقوش پر جمی تھیں۔۔۔ ساتھ ہی اس نے مصطفیٰ کی خوبصورتی کا موازنہ اپنے ساتھ کیا تو اس کی آنکھوں میں نمی در آئی۔۔۔ ان دونوں میں بہت فرق تھا۔۔۔ بریرہ کبھی بھی مصطفیٰ کے معیار پر پورا نہیں اتر سکتی تھی۔۔۔۔۔ نجانے ان کی زندگی کیسے گزرنے والی تھی؟ کیا مصطفیٰ بریرہ کو کبھی دل سے قبول کرے گا۔۔۔؟

مصطفیٰ کے رویے سے بریرہ کے لیے فلحال کچھ بھی اندازہ لگانا مشکل تھا۔ وہ کبھی اسے برف کی طرح سرد لگتا تو کبھی پانی کی طرح بہتا ہوا۔۔

مصطفیٰ کی آنکھ کھلی تو اس کا سر تکیے پر تھا۔ اس نے گردن کھما کر دیکھا تو بریرہ اس کہ سر پر پٹیاں کر رہی تھی۔

"تم بہت اچھی ہو۔۔" "تم بہت اچھی نہیں لگتی۔۔"

بریرہ کو دیکھتا ہوا وہ آہستگی سے بولا

"تمہیں پھر بھی نہیں لگتی۔۔"

وہ منہ میں بڑبڑائی

"کس نے کہا ہے تم مجھے اچھی نہیں لگتی۔۔ تم تو مجھے بہت اچھی لگتی ہو۔۔"

وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا

"فضول باتیں مت کرو مصطفیٰ۔۔ اٹھو چلو جاؤ یہاں سے اور کسی ڈاکٹر کو چیک
کراؤ۔۔"

وہ بیڈ سے اٹھتی ہوئی بولی

"بندہ اتنا بھی ظالم نہ ہو۔۔"

وہ بھی بیڈ سے اٹھا لیکن جیسے ہی اس نے ایک قدم آگے بڑھایا وہ لڑکھڑاتا ہوا دوبارہ بیڈ
پر بیٹھ گیا۔۔ تیز بخار کی وجہ سے اسے چلنا بھی مشکل لگ رہا تھا۔۔

"کیا آنکھیں کرائے پردے آئے ہو؟"

بریرہ فوراً سے اس کی طرف آئی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ سے اسے بیڈ پر لٹایا۔۔

"میں خود نہیں جاسکتا تم باہر سے کسی کو بلاؤ۔"

وہ نقاہت سے بولا تو بریرہ کچھ دیر کھڑی سوچتی رہی پھر مصطفیٰ کو دیکھ کر غصے سے بولی

"تمہیں کیا ضرورت تھی یہاں آنے کی مصطفیٰ؟ طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو اپنے کمرے میں ہی رہتے مجھے بلا لیتے وہاں۔۔ خود یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔۔ اب کتنا عجیب لگے گا جب باہر سب کو پتا لگے گا کہ تم میرے کمرے میں ہو۔ کبھی کوئی عقل والا کام بھی کر لیا کرو۔۔۔"

وہ غصے سے بول رہی تھی۔

"میں نے تمہیں بلایا تھا تم آہی نہیں رہی تھی اس لیے مجھے خود آنا پڑا۔"

وہ معصومیت سے بولا تو بریرہ کا دل چاہا اس کا سر پھاڑ دے۔۔۔

"اتنے معصوم تم ہو نہیں جتنا بننے کی کوشش کرتے ہو۔"

وہ غصے سے کہتی باہر چلی گئی۔۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر گھر آ کر مصطفیٰ کو چیک کر گیا۔۔ اس وقت سب ہی بریرہ کہ کمرے میں جمع تھے اور وہ بلاوجہ شرمندہ ہو رہی تھی۔

"دو دن تمہیں ہوئے نہیں آفس جاتے ہوئے اور تیسرے دن تم بستر سے لگ گئے ہو۔۔"

شاہنواز صاحب اس کہ سرہانے کھڑے کہہ رہے تھے۔

"بس کرو شاہنواز پہلے ہی اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تم کسی اور وقت ڈانٹ لینا اسے۔"

دادی جان اس کا سر دباتے ہوئے بولیں

"ڈانٹنے دیں دادی جان۔۔۔ دو دن سے ڈانٹا نہیں مجھے کہیں بی پی ہائی نا ہو جائے۔"

وہ دادی جان کہ کان میں بولا تو انہوں نے اس کہ سر پر چیت لگائی۔

"چپ کر کہ لیٹ جاؤ تم۔۔۔"

بریرہ تم یہیں رہو مصطفیٰ کے پاس۔۔ جب تک اس کا بخار نہیں اترتا اسے یہیں لیٹا رہنے دو۔"

پھر وہ بریرہ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولیں

"جی دادو۔۔۔"

اس نے مصطفیٰ کو گھورتے ہوئے بظاہر مسکرا کر کہا۔

آہستہ آہستہ کر کہ سب کمرے سے نکل گئے تو بریرہ بھی باہر جانے لگی جب مصطفیٰ کی آواز پر رکی

"تم کہاں جا رہی ہو؟ دادی جان نے میرے پاس رہنے کو کہا ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا

"بخار لگتا ہے تمہارے دماغ کو چڑھ گیا ہے۔"

وہ اسے گھورتے ہوئے بولی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

اسے گھر پہنچتے پہنچتے مغرب ہو چکی تھی۔۔۔ آج اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔۔۔ کچھ پالینے کی مسکراہٹ۔۔۔

مٹھائی کا ڈبہ ہاتھ میں لیے وہ گھر میں داخل ہوا تو امی نماز پڑھ رہی تھیں وہ کمرے میں گیا تو ابو بھی نماز پڑھ رہے تھے۔۔۔ وہ وہیں بیڈ پر بیٹھ کر ان کی نماز ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

"کیا بات ہے عمر آج جلدی گھر آگئے ہو؟"

وہ سلام پھرنے کے بعد عمر کو وہاں بیٹھا دیکھ کر بولے

"بتانا ہوں ابو۔۔۔ امی آپ بھی اندر آجائیں۔"

اس کہ بلانے پر وہ بھی اندر آگئیں۔۔

وہ دونوں اس کی بات کہ منتظر تھے جبکہ وہ چہرے پر مسکراہٹ سجائے مٹھائی لیے ان دونوں کی طرف بڑھا۔

"مجھے بنک میں جا ب مل گئی ہے اور سیلری سیکچ بھی بہت اچھا ہے۔۔۔"

وہ خوشی سے بولا تو ان دونوں نے بھی شکر ادا کیا۔۔

"میرا بچا۔۔ میں نے کہا تھا نا اللہ تمہیں کامیاب کرے گا۔"

وہ اس کا ماتھا چومتے ہوئے بولیں

"میں اب بھی بے یقین ہوں امی۔۔ یقین ہی نہیں آ رہا اتنی جا ب مل گئی ہے۔"

وہ خوشی سے بولا

"جیسے ہمیشہ رات نہیں رہتی دن بھی آتا ہے۔۔ جیسے ہمیشہ اندھیرا نہیں رہتا روشنی بھی آتی ہے۔۔ ہمیشہ خزاں نہیں رہتی بہار بھی آتی ہے اسی طرح انسان کی زندگی میں ہمیشہ دکھ اور پریشانیاں بھی نہیں رہتیں۔۔ خوشیاں بھی آتی ہیں۔ بس انسان کو ثابت قدم رہ کر محنت کرنی چاہیے۔۔"

ابو خوشی سے بولے تو وہ وہیں ان کہ قدموں میں بیٹھ گیا۔۔

"اب میں سب سے پہلے آپ کا علاج کروائوں گا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا تو اپنے جوان بیٹے کو دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ان کا بیٹا زندگی کی اس دہلیز پر تھا جہاں اس کی عمر کے لڑکے اپنی خواہشات پوری کرنے کو پھرتے تھے جبکہ وہ صرف اپنے ماں باپ کی خوشیوں کو اپنی خواہشات پر ترجیح دیتا تھا۔

"میں زرا مصطفیٰ کو بھی بتا دوں۔۔۔"

مسکراتے ہوئے کہتا وہ وہاں سے اٹھ گیا اور کمرے میں آ گیا۔

کمرے میں آتے ہی اس نے مصطفیٰ کا نمبر ڈائل کیا۔ کافی دیر بیل بجنے کے بعد بھی کسی نے نہیں فون اٹھایا۔ کچھ دیر بعد فون اٹھایا گیا لیکن مصطفیٰ کی بجائے بریرہ بولی

"کیا حال ہیں بھابھی؟ مصطفیٰ کدھر ہے؟"

سلام دعا کے بعد عمر نے مصطفیٰ کا پوچھا

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔ مصطفیٰ کو بخار تھا تو وہ میڈیسن لے کر ابھی سویا ہے۔"

وہ جو ابابوولی

"اوہ اچھا۔۔ کیسی طبیعت ہے اب اس کی؟ زیادہ بخار تو نہیں ہے؟ میں خود ہی چکر لگاتا

ہوں گھر۔۔"

مصطفیٰ کی طبیعت کا سن کر پریشانی میں اس نے کئی سوال کر ڈالے

"ٹھیک ہے آپ آجاؤ۔۔"

اس کی پریشانی پر مسکراتے ہوئے وہ بولی اور کال بند کر دی۔

مصطفیٰ کی طبیعت کا سن کر عمر فوراً اس کہ گھر کی طرف نکلا۔۔

وہ مصطفیٰ کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ اب تک سو رہا تھا لیکن اس کا بخار پہلے سے قدرے بہتر تھا۔

"اٹھ جا ڈرامے باز۔۔۔"

وہ اس کا کندھا زور سے ہلاتے ہوئے بولا

"کیا ہے بھائی کونسی ایمر جنسی نافذ ہو گئی ہے؟"

مصطفیٰ جھنجھلاتے ہوئے بولا

"ایمر جنسی نافذ نہیں ہوئی لیکن تیرے لیے ایک گڈ نیوز ہے۔"

عمر مسکراتے ہوئے بولا

"تیری منگنی ہو گئی؟"

مصطفیٰ نے اپنے سے اندازہ لگایا۔

"کچھ اور بھی سوچ لیا کر مصطفیٰ۔۔"

عمر نے سر پیٹا۔

"اچھا پھر۔۔۔۔"

مصطفیٰ نے پھر کچھ کہنا چاہا لیکن عمر نے پہلے ہی اس کی بات کاٹ دی۔

"تو اپنے اندازے لگانے بند کر۔۔ مجھے بنک میں جاب مل گئی ہے۔"

عمر کہ کہنے کی دیر تھی کہ مصطفیٰ نے فوراً سے اسے گلے لگایا۔

"مبارک ہو عمر۔۔ بہت بہت مبارک ہو۔۔ میں نے کہا تھا نا تیری محنت ضرور رنگ

لائے گی۔۔"

وہ خوشی سے کہہ رہا تھا۔

"یہ سب تیرے ساتھ اور امی ابو کی دعاؤں کی وجہ سے ہوا ہے۔"

عمر مسکراتے ہوئے بولا

اسی لمحے بریرہ چائے لے کر کمرے میں آئی تو مصطفیٰ نے عمر کہ کان میں سرگوشی کی۔

"پہلے ہی ایک بنکر کو سنبھالنا مشکل تھا میرے لیے اب تو بھی اس راستے پر چل پڑا

ہے۔"

انداز میں بے چارگی تھی۔ اس کی بات پر عمر کانے ساختہ قہقہہ لگا۔

"بھابھی یہ دیکھیں آپ کی برائیاں کر رہا ہے۔"

عمر بریرہ کو شکایت کرتے ہوئے بولا

"بخار اس کہ سر کو چڑھ گیا ہے اس لیے بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔"

وہ لا پرواہی سے بولی تو مصطفیٰ نے اسے گھور کر دیکھا۔

"کسی کے سامنے تو مجھ سے تمیز سے بات کر لیا کرو۔ شوہر ہوں تمہارا۔ کیا ہوا جو

پانچ سال چھوٹا ہوں۔۔ رتبہ تو میرا بڑا ہے نا۔"

عمر کے جانے کے بعد وہ بریرہ کو گھورتا ہوا بولا

"اب کیا تمہیں آپ جناب کر کہ بلا یا کروں؟"

وہ اسے گھورتے ہوئے بولی

"تو اور کیا۔۔ شوہر ہوں تمہارا۔۔"

"چلو نکلو میرے کمرے سے اب باہر۔۔ بالکل ٹھیک ہو گئی ہے طبیعت تمہاری۔"

وہ اس کا بازو پکڑتی کمرے سے باہر نکالتے ہوئے بولی

"اکیلے تو نہیں جاؤں گا تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گا۔"

وہ اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے بولا

"میں نہیں جا رہی تمہارے ساتھ۔۔ یاد کرو کہ ناراض ہوں میں تم سے۔۔"

وہ منہ بناتے ہوئے بولی

"تم منانے کا موقع ہی نہیں دیتی۔۔"

وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا تو بریرہ اس کہ حصار سے باہر نکلی۔۔

"شرافت سے چلے جاؤ مصطفیٰ ورنہ مار کھاؤ گے۔"

وہ غصے سے بولی

"اچھا اچھا جا رہا ہوں۔ دہشتگردی کیوں شروع کر دیتی ہو؟"

وہ ڈرنے کی ایکٹنگ کرتا ہوا باہر نکل گیا۔

"خود ہی کمرے میں واپس آ جاؤ۔۔ پھر میں یہاں آ گیا تو تم برا مناؤ گی۔"

جاتے جاتے وہ اسے یاد دلانا نہیں بھولا تھا۔

اگلے دن اس کی طبیعت کافی بہتر تھی اس لیے وہ آفس بھی گیا تھا۔ ابھی وہ آفس میں ہی بیٹھا تھا جب اسے گھر سے کال آئی۔

"السلام علیکم امی۔۔ خیریت آپ نے اس وقت کال کی۔۔"

وہ اس وقت ان کی کال دیکھ کر حیران ہوا۔

"وعلیکم اسلام۔۔ تمہیں تو یاد ہو گا نہیں اس لیے مجھے ہی یاد دلانا پڑے گا کہ آج بریرہ کی

برتھ ڈے ہے۔۔ اور تم اسے کہیں باہر لے کر جا رہے ہو۔۔"

وہ اسے یاد کرواتے ہوئے بولیں

"اوہ۔۔۔ لیکن میں کہیں نہیں لے کر جا رہا اسے۔۔ برتھ ڈے اس کی ہے لے کر میں

کیوں جاؤں۔۔"

وہ انکار کرتے ہوئے بولا

"تم اس لیے لے کر جاؤ گے کیونکہ وہ تمہاری بیوی ہے۔۔ اور پہلے ہی گھر میں سب تمہاری حرکتوں سے بہت خائف ہیں مصطفیٰ اس لیے موقع ہے خود کو سدھارنے کا اب سدھار لو۔۔"

وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولیں تو وہ خاموش ہو گیا۔

"اچھا می۔۔ لے جاؤں گا۔"

ان سے بات کرنے کے بعد اس نے بریرہ کے نمبر پر میسج کیا۔

"شام میں تیار رہنا۔۔ کہیں جانا ہے۔"

"کہاں جانا ہے؟"

"زیادہ سوال نہ کیا کرو۔۔ بس بتا دیا ہے نا تو اب تیار رہنا۔"

"میں کہیں نہیں جا رہی۔۔"

وہ حسب معمول انکار کرتے ہوئے بولی تو مصطفیٰ خاموش ہو گیا۔۔ وہ جانتا تھا وہ ایسے نہیں ماننے والی۔۔ اس کا دماغ گھر جا کر ہی سیٹ کرنا پڑنا تھا۔

وہ آفس سے جلدی ہی گھر آ گیا تھا۔ جب وہ کمرے میں آیا تو وہ ایسے ہی بیٹھی موبائل یوز کر رہی تھی۔

"تمہیں میں نے تیار ہونے کا کہا تھا۔"

وہ اندر آتے ہوئے بولا

"اور میں نے منع کر دیا تھا۔"

وہ اسی طرح بولی

"تم دن بہ دن ڈھیٹ ہی ہوتی جا رہی ہو۔۔ چلو اٹھو فٹ تیار ہو جاؤ۔۔"

"نہ میں تیار ہو رہی ہوں اور نہ کہیں جا رہی ہوں۔۔"

وہ اٹل لہجے میں بولی

"بریرہ ہر وقت میرے ساتھ خدمت لگایا کرو۔۔"

وہ اس کا بازو پکڑے اور اسے صوفے سے اٹھاتے ہوئے بولا

"میں نہیں جارہی۔۔"

وہ ہاتھ باندھنے وہیں کھڑی رہی تو مصطفیٰ نے اس کی الماری کھولی۔۔ اور اس میں لٹکے اس کہ سارے کپڑے دیکھنے لگا۔

"کوئی اچھے رنگ کے کپڑے نہیں ہیں تمہارے پاس۔۔ سارے مائیوں والے رکھے ہوئے ہیں۔"

وہ اس کہ سارے کپڑے دیکھتے ہوئے بولا

"اتنے برے لگ رہے ہیں تو تم لے دو کپڑے مجھے۔۔ آج تک ایک لیر تو لیکر نہیں دی۔"

وہ طنز کرتے ہوئے بولی

"یہ پکڑو۔۔ اور دس منٹ کے اندر اندر باہر آ جاؤ۔"

وہ اسے پرل وائٹ کلر کا ڈریس پکڑاتے ہوئے بولا تو وہ اس کہ ہاتھ سے جھپٹتے ہوئے
ڈریسنگ میں چلی گئی۔

وہ باہر آئی تو مصطفیٰ اسے وارن کرتا ہوا بولا

"آدھے گھنٹے کے اندر اندر تم مجھے باہر ملو۔۔ ایک منٹ بھی لیٹ نا ہو۔۔"

وہ یہ کہتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا جبکہ وہ اس کہ انداز پر کڑھ کر رہ گئی۔

وہ پورے آدھے گھنٹے بعد کمرے میں آیا تو وہ لپسٹک لگا رہی تھی۔۔

"تم ابھی تک تیار نہیں ہوئی۔۔"

وہ اس کہ سر پر کھڑے ہوتے ہوئے بولا

"بس دس منٹ۔۔"

وہ جلدی سے بولی تو وہ وہیں صوفے پر بیٹھ گیا۔

دس منٹ بعد اس نے پھر نظر اٹھا کر اسے دیکھا تو وہ اب بھی شیشے کے سامنے کھڑی تھی۔

"بیابس بھی کر دو۔۔ شادی کے لیے تیار ہونے کا نہیں کہا تھا تمہیں۔"

وہ جھنجھلاہٹ سے بولا

"اب ہونے تو دو تیار۔۔"

وہ غصے سے بولی

"کب سے تیار ہی ہو رہی ہو۔۔"

اس کی بات پر اس نے جلدی سے میک اپ کو آخری ٹچ دیا۔ سینڈل پہنے اور کلچ میں
موبائل ڈال کر اس کی طرف بڑھی جو دروازے سے ہی ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

"چلو اب۔"

وہ اسے یونہی کھڑا دیکھ کر بولی

"بال باندھ کر آؤ۔"

وہ آرام سے بولا

"اب انہیں کیا مسئلہ ہے؟ بالکل ٹھیک تو لگ رہے ہیں۔"

"باندھ کر آؤ بال۔۔"

اس نے پھر اپنی بات دہرائی۔

"میں نہیں باندھ رہی۔۔ آدھا گھنٹہ لگا کر سٹریٹ کیے ہیں۔ محنت ضائع کر دوں

اب۔"

وہ غصے سے بولی تو مصطفیٰ نے بریرہ کا بازو پکڑا اور اسے شیشے کے سامنے لایا۔ ڈریسنگ پر پڑا اس کا کیچرا اٹھا کر اس کے بالوں میں لگایا۔

"اب ٹھیک ہے۔۔ تمہیں میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ یہ سب چیزیں صرف میرے

لیے کیا کرو۔۔ کہیں باہر جاتے ہوئے نہیں۔"

وہ اسے جتاتے ہوئے بولا تو وہ پیر پٹختی باہر چلی گئی اور جا کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

گاڑی میں بیٹھ کر مصطفیٰ نے اس کو دیکھا تو وہ رخ موڑے بیٹھی تھی جبکہ سر پر دوپٹے لے

رکھا تھا۔ مصطفیٰ کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔۔ اس کے بغیر کہے ہی وہ سر پر دوپٹے لے

گئی تھی۔

"چلو شکر ہے تمہاری زندگی کا مزید ایک سال کم ہوا۔"

وہ لوگ ریسٹورنٹ میں آکر بیٹھے تو مصطفیٰ بولا۔۔۔ بریرہ اس کا مطلب سمجھتی ہوئی اس کہ برتھ ڈے وش کرنے کے سٹائل پر عیش عیش کرا اٹھی۔

"تم سیدھی طرح سے بھی مجھے برتھ ڈے وش کر سکتے تھے۔"

وہ منہ بناتے ہوئے بولی

"اتنا کر دیا ہے کافی نہیں ہے تمہارے لیے۔"

وہ اکتا کر بولا تو وہ خاموش ہو گئی۔ اتنی دیر میں ویٹر کیک لے آیا جس پر پیسی برتھ ڈے موٹو لکھا تھا۔

کیک پر لکھا موٹو پڑھ کر بریرہ نے مصطفیٰ کو گھورا جس پر وہ فقط مسکرا کر رہ گیا۔

پھر اس نے کیک کاٹا تو مصطفیٰ نے مسکراتے ہوئے اسے وش کیا۔

"تھینک یو مصطفیٰ۔۔۔ میرا دن میموریبل بنانے کے لیے۔"

کیک کاٹنے کے بعد وہ تشکر سے بولی

"زیادہ خوش نہ ہو۔۔۔ میں صرف امی کہ کہنے پر یہ سب کر رہا ہوں۔۔ اپنی مرضی سے نہیں۔"

مصطفیٰ نے اس پر حقیقت واضح کرنا ضروری سمجھا۔۔ بریرہ کو اس کہ الفاظ پر بہت دکھ ہوا وہ جو یہ سمجھی تھی کہ وہ دل سے یہ سب اس کہ لیے کر رہا ہے اب اس کی بات سن کر اپنے جذبات پر پچھتار ہی تھی۔ وہ اسے کوئی بھی جواب دینے کی بجائے آس پاس دیکھنے میں مصروف ہو گئی جہاں لوگ ہنستے مسکراتے ایک دوسرے میں مصروف تھے جبکہ مصطفیٰ موبائل نکال کر اس میں مصطفیٰ ہو گیا۔

ابھی انہیں بیٹھے کچھ ہی دیر ہوئی تھی جب ایک لڑکی ان کی طرف آئی۔۔

"ہائے مصطفیٰ۔۔۔ کیسے ہو؟ کتنے عرصے بعد ملاقات ہوئی ہے۔۔ میرے کسی میسج کا جواب ہی نہیں دیتے ہو۔۔"

وہ لڑکی مصطفیٰ کی کلاس فیلو تھی اور بڑے پرجوش انداز میں مصطفیٰ سے مل رہی تھی۔ مصطفیٰ بھی اسے دیکھ کر کافی خوش دکھائی دے رہا تھا۔۔ بریرہ نے ایک نظر گھور کر اس لڑکی کو دیکھا جو بلاشبہ صحت سٹائلش اور خوبصورت بھی تھی۔۔

وہ دونوں کافی دیر سے باتیں کر رہے تھے جب اس لڑکی نے بریرہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تو مصطفیٰ کو ناچاہتے ہوئے بھی اس کا تعارف کروانا پڑا۔

"سارا یہ میری کزن ہیں بریرہ۔۔ اور بریرہ یہ میری کالج فیلو سارا ہے۔"

اس نے مختصر سا تعارف کروایا تو بریرہ اس آدھے ادھورے تعارف پر جل کر رہ گئی۔

"ہے۔۔ ایم بریرہ۔۔ بریرہ مصطفیٰ۔۔ مصطفیٰ کی کزن اور وائف۔"

بریرہ نے اپنا مکمل تعارف کرواتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تو وہ لڑکی آنکھوں پھاڑے اسے دیکھ کر وہ گئی۔

"مصطفیٰ۔۔ تم نے شادی کر لی؟"

اس کہ لہجے میں حد درجہ حیرت تھی۔

"ہاں ابھی کچھ ہی مہینے ہوئے ہیں۔"

وہ بریرہ کو گھورتے ہوئے بولا

"بڑے بے مروت نکلے ہو مصطفیٰ تم تو۔۔ اتنی لڑکیوں کی لائن تھی تمہارے پیچھے اور

تم نے بھی دل دیا تو مکسے۔۔"

وہ حیران ہونے کے بعد اب طنز کرنا نہیں بھولی تھی۔۔

بریرہ نے اس لڑکی کو غصے سے دیکھا اور مصطفیٰ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی اس کہ پہلو

میں آکھڑی ہوئی اور اس کہ بازو پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی

"ہمیں اب چلنا چاہیے مصطفیٰ۔۔ پہلے ہی دیر ہو رہی ہے اور تم نے مجھے ابھی تک گفٹ بھی نہیں دیا۔"

وہ اس کے ساتھ کھڑی بڑی بے تکلفی سے بول رہی تھی جبکہ مصطفیٰ کا حیرت کے مارے برا حال تھا۔۔ وہ اتنا حیرت زدہ تھا کہ اسے احساس ہی نہیں ہوا کہ سارا اسے خدا حافظ کہہ کر واک آؤٹ کر گئی تھی اور بریرہ دوبارہ سے اپنی جگہ پر بیٹھ کر موبائل یوز کرنے لگی تھی۔

جب وہ اپنی حیرت سے باہر نکلتا تب اسے بریرہ کی حرکت سمجھ میں آئی۔۔ یقیناً اس نے اس لڑکی کو بھگانے کے لیے ہی یہ حرکت کی تھی۔ اس کے چہرے پر بے اختیار ہی مسکراہٹ آئی۔

"یہ کیا حرکت تھی بریرہ۔۔؟"

وہ بھی بیٹھ گیا تھا۔

"کچھ بھی نہیں میں نے کیا کیا ہے۔۔"

وہ ہموز موبائل پر جھکی بولی

"ابھی جو تم نے سارا کہ ساتھ کیا ہے۔۔ کیا سوچ رہی ہو گی وہ ہمارے بارے میں۔۔"

وہ اسے شرمندہ کرتے ہوئے بولا

"تمہیں اس کہ سوچنے ناسوچنے سے بڑا فرق پڑ رہا ہے۔۔۔ اور میں نے وہی کیا جو مجھے

ٹھیک لگا۔۔ تمہیں دیکھ کر وہ کچھ زیادہ ہی فلیٹ ہو رہی تھی۔"

وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولی

"ڈونٹ ٹیل می بیا کہ تم جیس ہو رہی ہو۔۔۔"

وہ بے اختیار ہنستے ہوئے بولا

"جب تم مجھ پر اپنا حق جتا سکتے ہو تو میں کیوں نہیں۔؟"

وہ جتاے ہوئے بولی

"کیوں نہیں کیوں نہیں۔۔۔ آپ کا بھی اتنا ہی حق ہے۔۔۔"

وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا تو اتنی دیر میں ویٹر کھانا لے آیا۔

کھانے کے بعد وہ اسے شاپنگ پر لے آیا تھا۔۔

"اب کوئی انسانوں والے رنگ کے کپڑے لینا۔۔ مائیوں والے پسند کر کہ نابینے

جانا۔۔"

وہ کپڑے دیکھ رہی تھی جب مصطفیٰ کی آواز آئی۔

"تم خود ہی کر لو پسند اتنا مسئلہ ہے تو۔۔"

وہ غصے سے بولی تو مصطفیٰ نے مڑ کر اسے دیکھا

"بھول نا جایا کرو کہ میں تمہارا شوہر ہوں۔۔"

وہ جتاتے ہوئے بولا

"انسان اپنا برا وقت کیسے بھول سکتا ہے۔؟"

بریرہ جواب میں بولی تو مصطفیٰ مسکرا کر رہ گیا۔

"خوش قسمت ہو تم بریرہ فاروق کہ تمہیں میں مل گیا۔۔"

وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا

"ہنہ۔۔ ٹام کرو زہونا تم۔۔"

وہ ناک سکورتے ہوئے بولی

"وہ تو اب بڈھا ہو چکا ہے میں تو اس کا بھی نیا ورژن ہوں۔۔"

وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولا تو بریرہ بغیر کچھ بولے آگے بڑھ گئی۔۔ کیونکہ وہ اب کچھ

بھی بولتی تو مصطفیٰ اپنی تعریفوں کے پل باندھ دیتا۔۔

ایک خوبصورت دن کے بعد وہ لوگ گھر پہنچے تو گیارہ بج چکے تھے۔ مصطفیٰ بیڈ پر لیٹ کر موبائل چلانے میں مصروف ہو گیا جبکہ بریرہ ساری شاپنگ الماری میں رکھنے لگی۔ وہ آرام سے بیٹھا فیس بک یوز کر رہا تھا جب عمر کی طرف سے ملنے والے میسج پراچھل کر رہ گیا۔۔

"ہائے اللہ جی۔۔ میں یہ کیسے بھول گیا۔۔"

وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھا تھا جبکہ بریرہ نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"یار کل آسائمنٹ جمع کروانے کی لاسٹ ڈیٹ ہے اور مجھے یاد ہی نہیں رہا۔"

وہ اپنی عقل پر ماتم کر رہا تھا۔

"تو کیا ہوا۔۔ ابھی صرف گیارہ بجے ہیں۔۔ پوری رات باقی ہے دو تین گھنٹے بھی

مسلسل لگاؤ تو بن جائے گی۔"

وہ اسے مشورہ دیتے ہوئے بولی تو مصطفیٰ کی آنکھیں چمکیں۔۔

"ہاں ابھی تو پوری رات باقی ہے۔۔ دو تین گھنٹوں میں تو ہو جائے گا کام۔۔"

اس نے مسکراتے ہوئے مدد طلب نظروں سے بریرہ کی طرف دیکھا تو بریرہ نے اس

کی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔۔

"میں بالکل بھی تمہاری مدد نہیں کرنے والی۔ جو کرنا ہے خود کرو۔"

وہ فوراً سے بولی

"پلیز بیا کر دونا ہیڈ۔"

وہ عاجزی سے بولا

"بالکل نہیں۔"

وہ قہر سے بولی

"تمہاری وجہ سے میرا سارا دن لگا ہے آج کا ور نہ میں نے بنا لینی تھی۔ تمہاری وجہ

سے میں بھول گیا اور اب تم میرا اتنا سا کام نہیں کر سکتی۔"

اس نے اسے ایمو شنل کرنا چاہا۔

"لے کر آؤ۔۔ ایسے تو تم جان چھوڑو گے نہیں۔"

وہ اکتاتے ہوئے بولی تو وہ خوشی سے اس کہ گلے لگ گیا۔۔

"ہائے بیا آئی لو یو۔۔"

بریرہ اس کی حرکت پر سٹیٹا گئی جبکہ مصطفیٰ کو خود بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ فوراً

دور ہوا۔

"سوری۔۔ پرانی عادت تھی۔۔ نیا رشتہ بھول گیا تھا۔"
 وہ پہلے بھی اکثر بریرہ کے ساتھ ایسے ہی کرتا تھا لیکن اب وہ اس کی بیوی بھی تھی۔۔
 رشتہ بدل چکا تھا تو احساسات بھی بدلنے لگے تھے۔

دو بجنے والے تھے اور وہ بیڈ پر بیٹھی بمشکل آنکھیں کھولے اس کا کام کر رہی تھی جبکہ
 مصطفیٰ اس کہ سامنے سر اپنی بازو پر رکھے لیٹا ہوا تھا۔
 "خبردار جو تم کام پورا ہونے سے پہلے سوئے۔۔"
 ابھی وہ نیند میں جانے ہی والا تھا جب بریرہ نے زور سے بال پوائنٹ اس کہ سر پر ماری تو
 وہ ہڑبڑا کر اٹھا۔

"نہیں سورا۔۔۔ بس آنکھیں بند کی تھیں۔۔"

وہ آنکھیں ملتا ہوا بولا

"آنکھیں بھی بند نہیں کرنی۔۔"

وہ غصے سے کہنے کے بعد دوبارہ کام میں مصروف ہو گئی تو وہ کہنی کے بل لیٹا سے دیکھنے

لگا جس کہ بال جوڑے میں مقید تھے اور کچھ لٹیں بار بار اس کہ چہرے پر آرہی

تھیں۔۔

وہ کافی دیر اسے یونہی دیکھتا رہا۔۔۔ بریرہ اس کی نظروں سے واقف تھی مگر پھر بھی خاموشی سے اپنا کام کرتی رہی۔۔

"باہر جاتے ہوئے تو بال کھولنے کی ضد کر رہی تھی۔

۔۔۔۔۔ میرے سامنے ہوتی ہو تو باندھ کر رکھتی ہو۔۔"

وہ ہاتھ بڑھا کر اس کے بالوں سے کیچر اتارتے ہوئے بولا

"تمہیں اس وقت چھپھوری حرکتیں سوچ رہی ہیں؟"

وہ اسے گھورتے ہوئے بولی

"میں تو کچھ نہیں کر رہا۔۔۔ صرف کہنا چاہ رہا ہوں کہ اچھی لگتی ہو ایسے۔۔۔ بال کھول

کر رکھا کرو۔۔"

وہ آہستگی سے بولا تو بریرہ نے بے ساختہ اسے دیکھا۔۔ ایک لمحے کو دونوں کی نظریں

میلیں، دل ایک ساتھ دھڑکے پھر دونوں ہی نظریں چراگئے۔۔

بریرہ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تو وہ بھی خاموشی سے دوبارہ آنکھوں پر ہاتھ

رکھ کر لیٹ گیا۔۔ کمرے میں معنی خیز خاموشی تھی۔۔ دونوں کے دل ایک ساتھ

دھڑک رہے تھے لیکن وہ دونوں ہی اپنی دھڑکنوں کا شور دبا گئے تھے۔

تقریباً پونے تین بجے بریرہ نے اس کا کام مکمل کیا تھا۔۔۔ بریرہ نے کام مکمل کرنے بعد مصطفیٰ کو گھورا جو آرام سے سو رہا تھا۔ اس نے ایک بار پھر اس کہ سر پر چیت لگائی تو وہ ہڑبڑا کر اٹھا۔

"کیا ہے۔۔۔؟"

وہ غصے سے بولا

"پکڑو اسے اور اب مجھے چائے بنا کر دو۔۔"

وہ اسائنمنٹ اس کہ ہاتھ میں تھماتی ہوئی بولی

"پاگل ہو؟ رات کہ تین بجے اب میں تمہیں چائے بنا کہ دوں۔"

وہ اسے گھورتے ہوئے بولا

"تو میں پاگل ہوں جو چار گھنٹے سے تمہاری اسائنمنٹ بنا رہی ہوں؟"

وہ بھی اسی کہ انداز میں بولی

"یار تم مجھ سے صبح کچھ کھاپی لینا لیکن اس وقت کچھ مت کہو۔۔"

"کتنے احسان فراموش ہو تم مصطفیٰ۔۔ میں نے تمہارا کام ساری رات جاگ کر کیا ہے اور تم میرے لیے ایک کپ چائے نہیں بنا سکتے؟"

اس نے اسے ایمو شنل کرنا چاہا۔۔

"اگر تم مجھے شرمندہ کرنا چاہ رہی ہو تو میں بالکل نہیں ہونے والا۔۔"

وہ ڈھیٹائی سے بولا

"تم مجھے ابھی اور اسی وقت چائے بنا کر دو گے۔۔ ورنہ تمہاری یہ اسائنمنٹ پھاڑنے میں مجھے دو منٹ نہیں لگیں گے۔"

وہ دھمکی دیتی ہوئی بولی

"تم چاہتی ہی نہیں ہو تمہارا شوہر ترقی کرے۔۔ اچھے نمبروں سے پاس ہو۔۔"

"چائے بنا کر دیتے ہو یا۔۔؟"

"یار مجھے بنانی ہی نہیں آتی۔۔"

اس نے آخری حربہ استعمال کرنا چاہا۔

"تم چلو کچن میں میں بتاتی ہوں کیسے بناتے ہیں۔۔"

وہ حل پیش کرتی ہوئی بولی تو ناچار مصطفیٰ کو اس کے ساتھ جانا پڑا۔

 "اب اس میں دو چمچ چینی ڈالو۔۔۔"

وہ شیف پر بیٹھ کر اسے آرڈر دے رہی تھی جبکہ وہ غصے سے چیزیں ادھر ادھر پٹختا اس
 کہ حکم کی تکمیل کر رہا تھا۔

"ایک چٹکی زہر کا بھی ناڈال دوں؟"

وہ دانت پیستے ہوئے بولا

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ تمہارا ہاتھ لگنے سے ہی زہریلی ہو جائے گی۔۔۔"

وہ مزے سے بولی تو مصطفیٰ کا دل کیا اس کا سر پھاڑ دے۔۔۔

چائے کپ میں ڈال کر زور سے اس کہ آگے پٹنی تو گرم چائے مصطفیٰ کے ہاتھ پر گر
 گئی۔۔۔

"کبھی بھی زندگی میں کوئی کام ڈھنگ سے مت کرنا۔۔۔"

وہ اس کا ہاتھ دیکھتی ہوئی بولی جو اب سرخ ہو رہا تھا۔۔۔

اتم سے شادی کر کہ ایسا کارنامہ انجام دیا ہے کہ اب کوئی بھی کام ڈھنگ سے ہوتا ہی

نہیں ہے۔۔۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا تو بریرہ نے کریم ڈھونڈ کر اس کہ ہاتھ پر لگائی۔

"سزا ملی ہے تمہیں مجھ سے کام کروانے کی۔۔"

وہ چائے پیتے ہوئے بولی

"واقعی بڑوں کی مافرمانی کی سزا ضرور ملتی ہے۔۔"

وہ شرارت سے بولا تو بریرہ کو حلق سے چائے گزارنا مشکل لگنے لگا۔۔ وہ پھر اسے بڑی عمر کا طعنے دے رہا تھا۔

"تم آخر کب تک مجھے یوں بڑی عمر کا طعنے مارتے رہو گے؟"

اس نے تنگ آتے ہوئے بالآخر پوچھ ہی لیا۔

"سو جاؤ۔۔ چار بجنے والے ہیں صبح پھر آنکھ نہیں کھلے گی۔۔"

وہ سنجیدگی سے کہتا آنکھیں بند کر کہ لیٹ گیا جبکہ وہ اس کہ بات بدلنے پر کڑھ کر رہ گئی۔

"میں سوچ رہی ہوں کیوں ناب ہم ان لوگوں سے زینب کا ہاتھ مانگ لیں؟ آخرا ب

تمہاری جا ب بھی اتنی اچھی ہو گئی ہے۔۔"

عمر گھر آیا تو امی نے موضوع چھیڑا۔

"بالکل۔۔۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔"

وہ خاموش بیٹھا رہا جب اعجاز صاحب بولے۔۔۔ وہ بھی اس کی محبت سے واقف تھے۔۔۔

"ایسا ممکن نہیں ہے امی۔۔۔ آپ لوگ یہ خیال اپنے دل سے نکال دیں۔۔۔" وہ آہستگی سے بولا

"کیوں نکال دیں خیال دل سے؟ کیا برائی ہے اس بات میں۔۔۔"

"زمین پر بیٹھ کر چاند پر جانے کی خواہش نہیں کرتے امی۔۔۔ میں اس کہ قابل نہیں ہوں تو کیا فائدہ پھر بات کرنے کا۔۔۔" وہ سنجیدگی سے بولا

"تم اتنے ناامید کیوں ہو اس معاملے میں عمر؟ محبت کرنے والے تو کامل یقین رکھتے ہیں اپنی محبت پر کہ وہ ایک دن اسے حاصل کر لیں گے لیکن تم کیوں اتنے بے یقین ہو؟" "بے یقین نہیں ہوں۔۔۔ ناامید بھی نہیں ہوں۔۔۔ بس اپنے جذبات سے ڈرتا ہوں۔۔۔ خود سے ڈرتا ہوں کہ اگر ایک بار بھی دل ہار بیٹھا امید لگا بیٹھا پھر صبر کرنا مشکل ہو جائے گا۔۔۔ اپنے آپ کو مزید مشکلات سے بچاتا ہوں اس لیے امید چھوڑی

ہوئی ہے۔۔۔"

وہ سنجیدگی سے کہتا وہاں سے اٹھ کر چلا گیا جبکہ وہ دونوں اسے دیکھ کر رہ گئے۔۔۔
ان کا وہ بیٹا جس نے آج تک کسی کھلونے کے لیے ضدنا کی تھی کبھی کچھ کھانے کی ضدنا
کی تھی اب دل بھی آیا تھا تو ایسی چیز پر جو وہ اسے لا کر نادے سکتے تھے۔۔۔ وہ واحد چیز
تھی جہاں وہ بے بس ہو گیا تھا۔۔۔ جہاں وہ اپنا دل ہار بیٹھا تھا۔۔۔

کدی آمل سانول یاروے
میرے لوں لوں چیخ پکاروے
میری جنڈری ہوئی اُداس وے
میرا سانول آس نہ پاس وے
مجھے ملے نہ چار کہان وے
کدی آمل سانول یاروے
تجھ ہر جانی کی بانہوں میں
اور پیار پریت کی راہوں میں
میں تو بیٹھی سب کچھ ہاروے
کدی آمل سانول یاروے۔۔۔۔۔

"تمہارے ہاتھ پر کیا ہوا ہے مصطفیٰ؟"

صبح ناشتے کی میز پر شاہنواز صاحب کی نظر اس کہ ہاتھ پر پڑی تو وہ پوچھ بیٹھے۔

"چائے گر گئی تھی رات کو۔"

سب اس کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔

"دھیان رکھا کرونا بیٹا۔"

داوی جان بولیں

"اپنا دھیان خود ہی رکھنا پڑتا ہے۔۔ اور تو کوئی رکھتا نہیں۔۔ خود چائے بنا رہا تھا اس لیے

ہاتھ پر گر گئی ڈالٹے ہوئے۔۔"

اس نے کمال مہارت سے جھوٹ بولنے کے ساتھ ساتھ بریرہ پر طنز کیا۔۔

"تو بریرہ کہاں تھی؟ تم اس سے کہہ دیتے۔۔"

تائی جان بولیں

"میں نے کہا تھا اس سے لیکن اس نے انکار کر دیا تو خود ہی بنانی پڑی۔۔"

وہ چہرے پر معصومیت سجائے بولا تو سب کی توپوں کا رخ بریرہ کی طرف ہوا۔۔

"یہ کیا بات ہوئی بریرہ؟ شوہر ہے تمہارا۔۔ تم اس کہ کام نہیں کرو گی تو اور کون کرے

گا؟ اتنی لاپرواہی کی امید نہیں تھی مجھے تم سے۔۔"

چچی جان نے سب کہ سامنے اسے جھڑکا تو وہ شرمندہ ہو گئی۔۔

"میں یہی کہتا ہوں اس سے لیکن یہ ہر کام پر ایسے ہی کرتی ہے۔۔۔ میں کچھ کہتا نہیں لیکن۔۔۔"

موقع غنیمت جانتے ہوئے چہرے پر بے چارگی سجائے بولا تو بریرہ نے حیرت سے اسے دیکھا

"بہت بری بات ہے بریرہ۔۔۔ وہ تمہاری ہر چیز کا خیال رکھتا ہے تو تمہیں بھی اس کا خیال کرنا چاہیے۔۔۔ بہت مایوس کیا ہے تم نے مجھے۔۔۔"

چچی جان دوبارہ شروع ہوئیں تو مصطفیٰ کہ چہرے ہر فاختانہ مسکراہٹ آئی۔۔۔

"چلو کوئی بات نہیں۔۔۔ بچی ہے ابھی آہستہ آہستہ سمجھ جائے گی۔۔۔"

تائی جان اس کی سائیڈ لیتے ہوئے بولیں تو مصطفیٰ لفظ بچی سن کر کڑھ کر رہ گیا۔۔۔ اس کا دل تو چاہا یہیں کوئی بات کہہ دے لیکن پھر کچھ سوچ کر خاموش ہو گیا۔

وہ کمرے میں آئی تو وہ آفس جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ بریرہ کو اندر داخل ہوتے دیکھا تو اپنے کام میں مصروف بظاہر سادگی سے بولا لیکن اس کا مطلب بریرہ اچھے سے سمجھتی تھی۔

"امی بھی کبھی کبھی حد ہی کر دیتی ہیں تمہارے لیے بچی کا لفظ استعمال کر کہ۔۔"

بریرہ کے ہاتھ اس کی بات پر ساکت ہوئے۔۔ اس کہ چہرے پر دکھ کے آثار نظر آئے۔۔ لیکن جلد ہی وہ غصے میں تبدیل ہو گئے۔ مصطفیٰ بغور اس کہ چہرے کے آثار چڑھاؤ دیکھتا رہا۔۔

"تمہارے ساتھ آخر مسئلہ کیا ہے مصطفیٰ تم مجھے آج بتا ہی دو؟ بتاؤ کیا میں نے تمہیں مجبور کیا تھا مجھ سے شادی کرنے کو؟ میرے والدین نے تمہاری منت کی تھی تمہیں واسطے دیے تھے؟ نہیں نا۔۔ تو بتاؤ پھر تم کیوں مجھ پر اتنا احسان جتاتے ہو۔۔؟ اگر تمہیں یہی سب کرنا تھا تو کیوں کی شادی مجھ سے؟ اگر تمہیں مجھ سے کوئی سروکار نہیں

تھا تو میں بھی تم سے شادی کرنے کی خواہش مند نہیں تھی۔۔۔ تم نا بھی یہ احسان کرتے تو میری زندگی گزر ہی جاتی۔۔۔ جہاں اتنے سال تنہا گزار رہی تھی وہاں کچھ اور بھی گزر ہی جانے تھے۔۔۔ اور وہ تنہائی کے سال تمہارے ساتھ سے ہزار درجے بہتر تھے۔۔۔

میں مانتی ہوں تم نے مجھ سے شادی کر کہ مجھ پر احسان کیا لیکن بتاؤ کیا میں نے تمہیں ایک بار بھی کہا تھا ایسا کرنے کو؟ پھر کیوں تم ہر وقت مجھے طنز کرتے ہو؟ کیا میرا قصور ہے میں تم سے پانچ سال بڑی ہوں؟ میرا قصور ہے میرا رنگ سانولا ہے؟ میرا قصور ہے میں تمہاری جتنی خوبصورت نہیں ہوں؟ میرا قصور ہے کہ میں تمہارے پسند کے معیار پر پورا نہیں اتر پائی؟

بتاؤ مجھے کیا قصور ہے میرا جو تم مجھے ہر طریقے سے سزا دے رہے ہو؟" وہ جب بولنے پر آئی تو بولتی ہی چلی گئی۔۔۔ اتنے مہینوں کا غبار جو اس کے اندر جمع تھا وہ ایک ساتھ ہی باہر نکلا تھا۔۔۔

مصطفیٰ اس کا رد عمل دیکھ کر گنگ رہ گیا۔۔۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ کس قدر ہرٹ ہوتی رہی ہے اس کے رویے سے۔۔۔

"بریرہ میری بات۔۔۔"

اس نے ابھی کچھ کہنا ہی چاہا تھا لیکن باہر سے آتی شاہنواز صاحب کی آواز پر وہ خاموش ہو گیا اور باہر نکل گیا جبکہ وہ وہیں بیٹھی اپنی قسمت پر رودی۔۔۔
وہ لوگ جو اس کی قسمت پر رشک کرتے تھے وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کن حالات سے گزر رہی ہے۔۔۔ وہ شخص جو بظاہر بہت خوبصورت ہے اس کا دل کتنا کالا ہے یہ وہی جانتی تھی۔۔۔

سارا دن بریرہ کی باتیں اس کے دماغ میں چلتی رہیں۔۔۔ اس کے لہجے میں دکھ اور اس کی آنکھوں کی نمی بار بار اس کے سامنے آرہی تھی۔۔۔ نا اس کا دھیان یونیورسٹی میں کسی کام میں لگ رہا تھا اور نہ ہی آفس میں وہ کوئی کام ٹھیک سے کر پا رہا تھا۔۔۔

وہ عمر سے ساری باتیں شہیر کرنا چاہتا تھا اس لیے اس کہ گھر کی طرف نکل گیا۔۔۔
رات کے آٹھ بج رہے تھے اس وقت تک تو وہ گھر آ ہی گیا ہوگا۔۔۔

"کیا ہوا عمر اتنے اداس کیوں ہو؟"

وہ گھر آ کر سیدھا اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گیا تو امی اس کہ کمرے میں آئیں اور پریشانی
سے پوچھا

"امی اللہ ہمارے دل میں لا حاصل کی چاہت کیوں ڈال دیتا ہے؟ کیوں ہمارا دل ایسی
چیز کی طرف مائل ہو جاتا ہے جو ہم جانتے ہیں ہماری نہیں ہو سکتی؟"

اس نے اداسی سے سوال کیا۔۔۔

"بیٹا زندگی میں کچھ بھی لا حاصل نہیں ہوتا۔۔ ہر چیز کو پانے کے لیے محنت کرنا پڑتی ہے اور اگر واقعی انسان کے دل میں اسے پانے کی لگن ہو تو وہ چیز لا حاصل نہیں رہتی۔۔"

وہ اس کہ پاس بیٹھتی ہوئی بولیں تو وہ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔۔

"پھر میں کیا کروں امی کہ میری خواہش پوری ہو جائے؟ مجھے بتائیں میں کیا کروں کہ میری یہ خواہش لا حاصل نہ رہے۔۔؟"

اس نے بچوں کی طرح سوال کیا۔۔

"تم ایک بار کہو تو سہی ہم اسی وقت اس کہ گھر والوں سے بات کرتے ہیں۔۔ اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔۔"

"نہیں امی۔۔ میں ایسا بالکل نہیں کر سکتا۔۔ میں جانتا ہوں ایسا کرنے سے میں اپنے جان سے عزیز دوست کو کھودوں گا۔۔ مجھے پتا ہے میری محبت پاک ہے۔۔ مجھے پتا

ہے میں نے ہمیشہ اسے احترام کی نظر سے دیکھا ہے لیکن لوگوں کو اس بات کا نہیں پتا۔۔۔ مصطفیٰ کو اگر پتا چلے گا تو وہ پتا نہیں کیا سمجھے گا۔۔۔ اسے اگر پتا لگ گیا تو مجھے ڈر ہے میں اسے کھودوں گا۔۔۔

میں اپنے پیار کی قربانی دے سکتا ہوں لیکن اپنے یار کی نہیں۔۔۔"

وہ جذب سے کہہ رہا تھا جب اس کی نظر بے ساختہ دروازے پر کھڑے مصطفیٰ پر پڑی۔۔۔ اس کا سانس وہیں ساکن ہوا۔۔۔ جس لمحے سے وہ ہمیشہ ڈرتا آیا تھا آج اسے اسی لمحے کا سامنہ کرنا پڑ رہا تھا۔۔۔

مصطفیٰ آفس سے عمر کے گھر پہنچا تو گھر کا دروازہ کھلا تھا اور اس کے ابو باہر ہی بیٹھے تھے۔۔۔ وہ ان سے سلام دعا کرنے کے بعد اندر آ گیا اور عمر کے کمرے کی طرف بڑھا لیکن وہاں سے آنے والی آوازوں نے اس کے قدم روک لیے۔۔۔

"نہیں امی۔۔ میں ایسا بالکل نہیں کر سکتا۔۔ میں جانتا ہوں ایسا کرنے سے میں اپنے جان سے عزیز دوست کو کھودوں گا۔۔ مجھے پتا ہے میری محبت پاک ہے۔۔ مجھے پتا ہے میں نے ہمیشہ اسے احترام کی نظر سے دیکھا ہے لیکن لوگوں کو اس بات کا نہیں پتا۔۔ مصطفیٰ کو اگر پتا چلے گا تو وہ پتا نہیں کیا سمجھے گا۔۔ اسے اگر پتا لگ گیا تو مجھے ڈر ہے میں اسے کھودوں گا۔۔"

میں اپنے پیار کی قربانی دے سکتا ہوں لیکن اپنے یار کی نہیں۔۔"

اندر سے آتی عمر کی آواز پر وہ ساکت رہ گیا۔ اسے اپنے کانوں پر یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسا سن رہا ہے۔۔

اچانک عمر کی نظر اس پر پڑی اور وہ فوراً اس کی طرف بڑھا لیکن تب تک مصطفیٰ واپس پلٹ چکا تھا۔۔ وہ تیزی سے قدم گھر سے باہر کی طرف بڑھا رہا تھا جب عمر نے پیچھے سے اسے آوازیں دیتے اسے کہ بازو کو تھاما۔۔

"میری بات سن مصطفیٰ۔۔"

"مجھے تیری کوئی بات نہیں سننی۔۔"

وہ غصے سے دھاڑا

"تو غلط سمجھ رہا ہے۔۔ ایسا۔۔"

عمر نے اپنی صفائی پیش کرنا چاہی لیکن مصطفیٰ نے اس کی بات کاٹ دی۔۔

"میں جو بھی سمجھ رہا ہوں بالکل ٹھیک سمجھ رہا ہوں۔۔ میں نے تجھ پہ اتنا بھروسہ کیا لیکن تو نے۔۔ تو نے کیا کیا۔۔"

یہ کہتے ہی مصطفیٰ نے ایک ایسی حرکت کر دی جو ناوہ کبھی کرنے کا سوچ سکتا تھا نا عمر کہ وہم و گمان میں تھا کہ وہ کبھی ایسا کر جائے گا۔۔ مصطفیٰ کا ہاتھ عمر کہ چہرے پر اٹھا تھا۔۔ عمر اپنے گال پر ہاتھ رکھے بے یقینی کی کیفیت میں کھڑا تھا۔۔ مصطفیٰ کو خود بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ غصے میں کیا کر بیٹھا ہے۔۔ عمر نے بے یقینی سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔۔ اس کی نظروں میں دکھ تھا۔۔

"تجھے جو سمجھنا ہے سمجھ لے۔۔ میں تجھے کوئی صفائی نہیں دوں گا کیونکہ تجھے مجھ پر یقین ہی نہیں ہے۔۔ تجھے اپنی دوستی پر اعتبار ہی نہیں ہے۔۔ میں جانتا ہوں میرا خدا جانتا ہے کہ میری نیت صاف ہے میری محبت پاک ہے۔۔ مجھے کسی کو صفائی دینے کی ضرورت نہیں۔۔"

دکھ اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے کہتا عمر اندر کمرے میں چلا گیا جبکہ مصطفیٰ بھی غصے سے اس کہ گھر سے باہر نکل آیا۔

پورے راستے اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا دماغ پھٹ جائے گا۔ ایک طرف بریرہ کی باتیں تو دوسری طرف عمر کی طرف سے ہونے والے انکشاف پر وہ گنگ رہ گیا تھا۔۔۔

عمر سے وہ ہرگز اس بات کی توقع نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کبھی ایسی بات بھی کر سکتا ہے۔۔۔ اس نے ہمیشہ سب سے زیادہ عمر پر اعتبار کیا تھا اسے اپنا بھائی مانا تھا لیکن آج اس کی باتیں سن کر اس کا اعتبار ٹوٹ گیا تھا۔ اس کا دل اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ عمر ایسا نہیں کر سکتا جبکہ دماغ اپنے کانوں سے سنی ساری بات پر یقین کرنے کو زور دے رہا تھا۔۔۔

دوسری طرف بریرہ کے ساتھ وہ کیا کچھ کر رہا تھا اس کا اندازہ اسے نہیں تھا۔ وہ کیوں ایسا سلوک کر رہا تھا اس کی بھی کوئی معقول وجہ نہیں تھی اس کے پاس۔۔۔ جتنے بھی سوالات صبح بریرہ نے اس سے کیے تھے ان میں سے کسی ایک کا جواب بھی اس کے پاس نہیں تھا۔۔۔

اپنے مزاج، اپنے جذبات وہ خود ہی نہیں سمجھ پارہا تھا۔ حالات نے اسے کس موڑ پر لا کر کھڑا کر دیا تھا اسے نہیں پتا لگ رہا تھا۔۔۔

وہ کافی دیر بعد گھر واپس آیا تو خود کو کافی حد تک کمپوز کر چکا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوا تو بریرہ بیڈ پر سو رہی تھی۔ اسے یہاں دیکھ کر مصطفیٰ کو حیرانی ہوئی۔ وہ تو یہی سمجھتا تھا کہ صبح کے بعد وہ یہاں سے چلی گئی ہوگی لیکن اسے یہاں دیکھ کر مصطفیٰ کو خوشگوار حیرت ہوئی۔

"سوچ رہے ہو گے کہ کتنی ڈھیٹ ہے۔ اتنی ذلت کے بعد بھی یہاں موجود ہے۔"

مصطفیٰ کو کئی لمحے ایک ہی جگہ پر کھڑا دیکھ کر وہ گویا ہوئی۔

"نہیں بیابیں۔"

مصطفیٰ نے کچھ کہنا چاہا۔

"اصل میں وجہ یہ ہے کہ میں تمہاری طرح بے حس اور خود غرض نہیں ہوں۔ مجھے اپنے ساتھ جڑے ہر رشتے کا خیال ہے۔ میں بہت چاہنے کے بعد بھی تمہیں نہیں چھوڑ سکتی کیوں کہ مجھے اپنے والدین اور اپنے خاندان کی خوشیاں اور عزت اپنی خوشی سے زیادہ عزیز ہیں۔۔۔"

دیکھو زرا میں بھی یہ باتیں کس شخص سے کر رہی ہوں جس کو اپنے علاوہ اور کچھ دکھائی نہیں دیتا ہے۔ جو اپنی ذات سے نکل کر کبھی کسی اور کی خوشی اور مفاد کے بارے میں سوچتا ہی نہیں ہے۔۔۔"

تلخی سے کہتے وہ دوبارہ آنکھیں موند کر لیٹ گئی جبکہ وہ اپنی سوچوں میں تنہا گم ہو گیا۔۔۔

ساری رات کروٹیں بدل بدل کر بھی اسے نیند نہیں آرہی تھی۔۔۔ رات کہ تقریباً تین بج رہے تھے جب وہ تنگ آ کر اٹھ کر بیٹھ گیا۔۔۔

بار بار بریرہ کے الفاظ اس کی آنکھوں کی نمی اس کہ آگے آرہی تھی۔۔ بار بار عمر کے الفاظ اور اس کی ملاستی نظریں اس کہ سامنے گردش کر رہی تھیں۔۔ بار بار وہ اپنے اسی ہاتھ کو دیکھ رہا تھا جس سے اس نے عمر کے منہ پر تھپڑ مارا تھا۔

اسے اپنی ساری غلطیوں کا احساس ہو رہا تھا لیکن ایک بھی غلطی تسلیم کرنا اسے اپنی انا کے خلاف لگ رہا تھا۔۔۔

ایک ہفتہ بیت چکا تھا نا اس نے عمر سے کوئی بات کی تھی نا عمر نے اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس دن والی تلخ کلامی کے بعد سے بریرہ سے بھی اس کا بول چال بند تھا۔۔ بریرہ اب اسے خاموشی کی مار مار رہی تھی۔۔ اس کی ہر بات کہ جواب میں اب وہ خاموش ہو جایا کرتی تھی۔۔ اب وہ اس رشتے کو نبھاتے نبھاتے تھک چکی تھی۔۔ اس نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی تھی اس رشتے کو نبھانے کی لیکن مصطفیٰ نا جانے اسے کس بات کی سزا دے رہا تھا کہ اب اس نے مصطفیٰ سے گلہ کرنا بھی چھوڑ دیا تھا۔۔ اس دن کہ بعد سے وہ اتنی دلبرداشتہ ہوئی تھی کہ بالکل خاموش ہی ہو گئی تھی۔ مصطفیٰ

نے اس سے بات کرنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ اس کی کوئی بھی بات سننے کے حق میں نہیں تھی۔۔۔

"عمر کہاں غائب ہے آج کل؟ بڑے دنوں سے نظر ہی نہیں آ رہا۔۔"

ناشتے کی میز پر سب موجود تھے جب دادا جان نے مصطفیٰ سے سوال کیا۔۔

"شاید جاب میں مصروف ہے۔۔۔"

عمر کے ذکر پر اس کہ ماتھے کی رگیں تن گئیں۔۔ غصے کی ایک تیز لہر اس کہ اندر دوڑی جسے بمشکل اس نے دبا یا۔۔

"کیا تم دونوں کے درمیان کوئی بات ہوئی ہے؟ پہلے تو کبھی تم دونوں کو اتنے اتنے دن بغیر ملے نہیں دیکھا۔۔"

انہوں نے پھر سے سوال کیا تو وہ پہلو بدل کر رہ گیا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے ابا مجھے دیر ہو رہی ہے میں چلتا ہوں۔"

اکتاہٹ سے کہتے وہ اپنی جان چھڑوا کر کمرے میں آ گیا۔

"بریرہ۔"

کمرے میں آتے ہی معمول کی طرح اس نے بریرہ کو آواز دی اور وہ تھوڑی دیر بعد ہی کمرے میں آ گئی۔

"میرے نوٹس نہیں مل رہے۔"

بریرہ کے سوالیہ نظروں سے دیکھنے پر وہ بولا۔۔۔ یہ ان کا روز کا معمول تھا روزانہ ہی مصطفیٰ کو جانے سے پہلے کوئی نا کوئی چیز مل نہیں رہی ہوتی تھی اور وہ اسی طرح بریرہ کو آوازیں دیتا تھا۔۔۔ سب کچھ ویسا ہی تھا آج بھی اگر کچھ بدلا تھا تو وہ بریرہ کا وہ یہ تھا۔ وہ پہلے اس کہ اس طرح بلانے پر اسے کھری کھری سنایا کرتی تھی لیکن اب وہ جو بھی کہتا وہ آگے سے خاموش ہو جایا کرتی تھی لیکن اب مصطفیٰ کو اس کی خاموشی اچھی نہیں لگتی تھی۔۔۔ وہ روز اس سے لڑنے جھگڑنے کا عادی ہو گیا تھا۔۔۔ اس سے لڑے بغیر مصطفیٰ کو اپنا دن نامکمل سا لگتا تھا۔۔۔

وہ اپنی سوچوں میں گم تھا جب بریرہ نے اس کہ آگے نوٹس کیے اور اسے پکڑا کر واپس مڑنے لگی لیکن مصطفیٰ نے اس سے پہلے ہی اس کی کلائی تھام لی۔۔۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے بریرہ۔۔۔"

"بولو۔۔۔"

"ہمیں اب اپنی زندگی کے بارے میں کوئی فیصلہ لے لینا چاہیے۔۔ آخر ایسے کس طرح سے زندگی گزرے گی؟ ہمیں دونوں کو بیٹھ کر طے کر لینا چاہیے کہ ہم کیا چاہتے ہیں اور آگے کیا کرنا ہے۔۔ یوں خاموش رہ کر کب تک زندگی گزرے گی؟"

وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔۔

"میری سب چاہتیں اور خواہشیں اسی دن مر گئیں تھیں جب میری تم سے شادی ہوئی تھی۔۔ اس کہ بعد سے میری زندگی میں صرف گزارا ہی ہو رہا ہے جو میں کر رہی ہوں۔۔ جہاں تک ہے میرے فیصلہ لینے کی بات تو میں اپنی زندگی کا کوئی بھی فیصلہ نہیں لینا چاہتی۔۔ جیسی زندگی گزر رہی ہے میرے لیے ٹھیک ہے۔۔ ہاں لیکن اگر تم اپنی زندگی کا کوئی فیصلہ لینا چاہتے ہو تو تمہیں پورا اختیار ہے۔۔ میں کبھی تمہارے راستے کی رکاوٹ نہیں بنوں گی۔۔"

آہستگی سے کہتی وہ اپنا ہاتھ چھڑوا کر کمرے سے باہر چلی گئی جبکہ وہ اپنی سوچوں میں گم کھڑا رہ گیا۔۔

وہ اپنی زندگی کا کیا فیصلہ لیتا جب وہ خود کو ہی سمجھنے سے قاصر تھا۔ وہ سمجھ ہی نہیں پارہا تھا کہ آخر اس کا دل کیا چاہتا ہے؟ وہ سمجھ ہی نہیں پارہا تھا کہ وہ بریرہ کے ساتھ زندگی

گزارنا چاہتا ہے یا اس کہ بغیر۔۔ وہ فیصلہ ہی نہیں کر پارہا تھا کہ وہ بریرہ کو چھوڑ کر خوش رہے گا یا اس کہ ساتھ رہ کر۔۔ وہ کیا کوئی فیصلہ کرتا جب وہ اپنے جذبات سے خود ہی آگاہ نہیں تھا۔ اپنی زندگی کا کوئی بھی اہم فیصلہ لینے سے پہلے وہ اپنے آپ کو اچھے سے پرکھ لینا چاہتا تھا۔ اب وہ ایسا کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتا تھا کہ جس پر بعد میں پچھتاوا ہو۔۔

بوجھل دل کے ساتھ وہ یونیورسٹی میں داخل ہوا تو اس کی نظر عمر پر پڑی جو اسی درخت کے نیچے بیٹھا تھا جہاں وہ دونوں بیٹھا کرتے تھے۔۔

اسی لمحے عمر کی نظر اس پر پڑی۔۔ دونوں کی نظروں میں بہت سے سوالات تھے۔۔

مان ٹوٹنے کا درد تھا لیکن دونوں ہی نے ایک دوسرے سے نظریں پھیر لیں کیونکہ دونوں ہی کہ پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔۔ کہنے کو تو شاید بہت کچھ تھا لیکن وہ کچھ بھی کہنا نہیں چاہتے تھے۔۔ دونوں طرف اعتبار ٹوٹنے کا غم تھا۔۔۔

کلاس میں بیٹھتے ہوئے بھی ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر اپنے مخصوص بیچ کی طرف جہاں پر بیٹھ کر وہ شرارتیں کیا کرتے تھے لیکن دونوں ہی وہاں سے ہٹ کر دوسری جگہ بیٹھ گئے۔ ان دونوں کے درمیان کچھاؤ سب ہی محسوس کر سکتے تھے کہ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ اتنے سالوں میں وہ دونوں ایک ساتھ نظر نہیں آرہے تھے۔ ہر کوئی انہیں الگ دیکھ کر حیران تھا۔

لیکچر ختم ہونے کے بعد عمر باہر جا رہا تھا جب اس کے سیل پر کال آنے لگی۔۔۔

"کیا ہوا ہے امی آپ رو کیوں رہی ہیں۔۔؟"

کیا ہوا ابو کو؟"

وہ پریشانی سے پوچھ رہا تھا۔۔ دور کھڑا مصطفیٰ اس کے چہرے سے اس کی پریشانی بھانپ سکتا تھا۔۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔۔ میں بس ابھی آرہا ہوں۔۔"

جلدی سے کہتے اس نے فون بند کیا اور باہر کی طرف دوڑا۔ مصطفیٰ کا دل چاہا کہ وہ بھی اس کے ساتھ جائے اس سے اس کی پریشانی شئیر کرے مشکل وقت میں اس کے ساتھ کھڑا ہو لیکن پھر وہی انانے اس کے قدم ایک بار پھر روک لیے جو پہلے بھی اسے کئی بار روک چکی تھی۔۔

آفس سے آنے کے بعد وہ یونہی سڑکوں پر پھرتا رہا۔ جب گھر داخل ہوا تو معلوم ہوا عمر کے والد طبیعت زیادہ خراب ہونے کے باعث ہسپتال میں داخل ہیں۔۔۔ یہ سنتے ہی مصطفیٰ فوراً اسے ہسپتال کی طرف دوڑا۔ عمر سے اس کے لاکھ اختلاف سہی لیکن اس کے والد سے اس کا دلی رشتہ تھا۔ وہ اسے بہت عزیز تھے۔۔۔

جب وہ ہسپتال داخل ہوا تو اسے عمر ادھر ادھر بھاگ دوڑ کرتا نظر آیا جو کبھی کوئی ٹیسٹ کروا رہا تھا کبھی کوئی دوا لینے بھاگتا تھا۔ اس کے چہرے سے اس کی پریشانی صاف ظاہر ہو رہی تھی۔۔

وہ اندر گیا تو سامنے بیٹی پر اسے عمر کی والدہ بیٹھی نظر آئیں جو بے تحاشہ رو رہی تھی۔۔
ان کہ ساتھ ہی مصطفیٰ کی والدہ بیٹھی انہیں تسلیاں دے رہی تھیں۔۔ انہیں روتا دیکھ
کر مصطفیٰ کے دل کو کچھ ہوا۔۔

وہ آہستگی سے چلتا ہوا ان کہ سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔۔

"آپ پریشان نہ ہوں آنٹی۔۔ انکل بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔۔ آپ بس ان کے لیے
دعا کریں۔۔"

وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں تسلی دینے لگا۔۔

ایسی ہی تسلی وہ عمر کو بھی دینا چاہتا تھا اس کہ گلے لگ کر اس سے کہنا چاہتا تھا کہ وہ اکیلا
نہیں ہے۔۔ مصطفیٰ اس کے ساتھ ہے مگر پھر بھی وہ یہ سب نہیں کر پارہا تھا۔۔ بہت
ہمت جمع کر کہ وہ عمر کی طرف بڑھا اور ابھی اسے پکارنے ہی والا تھا جب ڈاکٹر وہاں
آیا۔۔

"سوری۔۔ ہی از نو مور۔۔"

پروفیشنل انداز میں کہتا وہ ایک دل دہلا دینے والی خبر سنا کر وہاں سے جا چکا تھا جبکہ اس کہ جانے کے بعد سب ساکن بیٹھے تھے۔۔ کسی کو بھی اس خبر پر یقین نہیں آ رہا تھا۔۔ اس کی والدہ ہچکیوں کے ساتھ رور ہی تھیں جبکہ عمر بے یقین سا اسی دیوار کے ساتھ نیچے بیٹھتا چلا گیا جس سے وہ پہلے ٹیک لگا کر کھڑا تھا۔۔ کچھ دیر وہ بے یقین بیٹھا رہا۔۔ پھر ایک آنسو اس کی آنکھ سے نکلا۔۔ پھر بہت سے آنسو اس کا چہرہ بھگوتے رہے۔۔ پھر وہ آہستہ آہستہ سے سسکنے لگا۔۔ اسے لگا جیسے اس کی ساری دنیا ختم ہو گئی ہو۔۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے پیروں کے نیچے سے زمین کھسک گئی ہو۔۔ اس کہ جینے کی وجوہات میں سے ایک وجہ آج اس کا ساتھ چھوڑ کر چلی گئی تھی۔۔ اس نے نظر اٹھا کر اپنے جینے کی دوسری وجہ کو دیکھا۔۔ اپنی ماں کو جو ہچکیوں کے ساتھ رور ہیں تھیں۔۔ وہ آہستگی سے اٹھا۔۔ اپنی سسکیوں کو اپنے اندر ہی دبا لیا۔۔ ہاتھ کی پشت سے اپنے آنسو صاف کیے اور آہستہ سے اپنی ماں کی طرف بڑھا۔۔

"عمر دیکھو تمہارے ابو ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔۔ تم ان سے کہو وہ واپس آ جائیں ہمیں چھوڑ کر نا جائیں۔۔ وہ تمہاری ساری باتیں مانتے ہیں عمر دو ابھی تمہارے ہاتھ سے

ہی کھاتے ہیں وہ تمہارے کہنے پر واپس ضرور آجائیں گے۔۔ تمہیں انہیں کہہ کر تو دیکھو ہم سے دور نا جائیں۔۔"

وہ بالکل اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی تھیں۔۔ عمر کی شرٹ اپنی مٹھیوں میں دبوچے وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔۔

عمر نے انہیں کچھ کہنے کی بجائے انہیں اپنے گلے سے لگا لیا تو وہ خاموش ہو کر سسکنے لگیں۔۔ عمر کی آنکھیں بھی ایک بار پھر بھیگ گئیں تھیں۔۔ وہاں کھڑے ہر شخص کی آنکھیں ان ماں بیٹے کی حالت دیکھ کر اشک بار ہو رہی تھیں۔۔

"ایسے کیسے چھوڑ گئے تمہارے ابو ہمیں۔۔ ابھی تو ہم نے زندگی کی خوشیاں دیکھنی تھیں۔۔ اب تو حالات بہتر ہونے جا رہے تھے جب وہ ہمیں یوں تنہا کر گئے۔۔"

وہ ایک بار پھر ہچکیوں کے درمیان بول رہی تھیں جبکہ عمر بالکل خاموش کھڑا تھا۔۔ اس کہ پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔۔ کوئی تسلی کوئی دلیل کچھ بھی نہیں تھا اس کہ پاس کہنے کو۔۔ اسے بس چپ سی لگ گئی تھی۔۔

ان کی وفات کو دو دن بیت بھی چکے تھے۔۔ عمر کی والدہ عدت میں بیٹھیں تھیں جبکہ عمر اب تک چپ سادھے بیٹھا تھا۔۔ کوئی اس سے تعزیت کرتا اسے تسلی دیتا وہ کچھ نہیں بول رہا تھا۔۔ ناوہ رو رہا تھا ناما تم کر رہا تھا بس ایک چپ سادھ کر بیٹھا تھا۔۔ مصطفیٰ اسے دیکھ دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا۔۔ وہ چاہتا تھا عمر کچھ بولے کوئی بات کرے بے شک رو لے لیکن وہ بالکل خاموش تھا۔۔ مصطفیٰ نے ایک دو بار اس سے بات کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی خاموشی دیکھ کر وہ بھی خاموش ہو گیا۔۔

آہستہ آہستہ گھر پر آئے تعزیت کرنے والے سب مہمان رخصت ہو گئے۔۔ عمر نے ن دو بارہ سے یونیورسٹی اور آفس جوائن کر لی۔۔ زندگی پھر سے معمول پر آگئی سب اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے لیکن عمر کی زندگی میں ایک خلا آ گیا تھا۔۔ وہ اب کی بار مکمل اکیلا ہو گیا تھا۔۔ اس کا باپ۔۔ اس کا سہارا۔۔ اس کہ جینے کی وجہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے تو اس کہ پاس اب کچھ نہیں بچا تھا۔۔ وہ اپنی ماں کو دیکھتا تو دل اور دکھی ہوتا تھا۔۔ وہ بھی اسی کی طرح بالکل خاموش ہو گئیں تھیں۔۔ کبھی چھپکے سے رو

لیتیں لیکن عمر کے سامنے نہیں روتی تھیں لیکن عمران کی آنکھوں کی سو جن اور بوڑھی آنکھوں میں موجود قرب اچھے سے محسوس کر سکتا تھا۔

مصطفیٰ سونے کے لیے لیٹ ہی رہا تھا جب بریرہ کی آواز آئی۔۔

"ویسے انسان میں تھوڑی سی شرم ہونی چاہیے۔۔ عمر تمہارا اتنا قریبی دوست ہے اور اس کہ مشکل وقت میں تم بجائے اس کا ساتھ دینے کہ یوں منہ پھلا کر بیٹھے ہوئے ہو۔۔"

مصطفیٰ اور عمر کے درمیان کھنچاؤ سب ہی محسوس کر رہے تھے۔۔ بریرہ بہت دنوں سے مصطفیٰ کا عمر کی طرف رویہ نوٹ کر رہی تھی اس لیے آج مصطفیٰ سے بات کرنے کا سوچا۔۔ بڑے عرصے بعد وہ مصطفیٰ سے خود مخاطب ہوئی تھی۔۔

"تمہیں اصل بات کا نہیں معمول اس لیے اس معاملے سے دور رہو۔"

وہ سنجیدگی سے بولا۔۔۔ عمر کی باتیں یاد کر کے غصے کی شدید لہر اس کے اندر دوڑ گئی تھی۔۔

"ایسی کیا بات ہو گئی ہے جو تم اس موقع پر بھی ایسا رویہ رکھے ہوئے ہو؟"

بریرہ کے پوچھنے پر مصطفیٰ نے ایک لمحے کو بریرہ کی طرف دیکھا۔۔ وہ واقعی یہ بات کسی سے سنیر کرنا چاہتا تھا۔۔ وہ خود کو نہیں پرکھ پارہا تھا کہ وہ سہی ہے یا غلط۔۔ اسے کوئی چاہیے تھا جو اسے بتاتا کہ وہ کہاں سہی ہے اور کہاں غلط۔۔

"میری اس سے کچھ لڑائی ہو گئی تھی۔"

مصطفیٰ نے بات شروع کی۔۔

"وجہ؟"

"وہ زینب کو پسند کرتا ہے۔۔۔ جس دن میری تم سے لڑائی ہوئی تھی میں عمر کہ گھر چلا گیا تھا اور وہاں سب سنا میں نے۔۔۔ وہ آنٹی سے زینب کے بارے میں بات کر رہا تھا۔۔۔" مصطفیٰ اسے ساری بات بتاتا گیا۔۔۔

"تو اس میں کیا غلط ہے مصطفیٰ؟ عمر اچھا لڑکا ہے۔۔۔ اس میں لڑنے والی کیا بات ہے۔۔۔"

بریرہ ساری بات سننے کے بعد بولی

"تمہارا دماغ ٹھیک ہے؟ تمہیں یہ سب سہی لگ رہا ہے؟ میرا دوست ہوتے ہوئے وہ میری بہن پر نظر رکھے ہوئے ہے۔"

بریرہ کی بات پر مصطفیٰ غصے سے بولا

"دماغ میرا نہیں تمہارا خراب ہے۔۔۔ اس میں نظر رکھنے والی بات کہاں سے آگئی؟ عمر سے زیادہ تم اس کو جانتے ہو مصطفیٰ اور ہم سب اس بات کہ گواہ ہیں کہ اس نے آج

تک نظر اٹھا کر زینب کی طرف نہیں دیکھا۔ تمہارا دماغ اتنا خراب کیوں ہے ہر چیز کو نیگیٹو کیوں لے جاتے ہو؟"

وہ اس کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے بولی

"لیکن مجھے اچھا نہیں لگا کہ وہ یوں میری بہن کا ذکر کر رہا تھا۔"

"تو وہ کون سا غیر مناسب الفاظ میں اس کا ذکر کر رہا تھا یا باہر کسی محفل میں اس کی بات

کر رہا تھا۔ گھر کی چار دیواری میں اپنی ماں سے ہی تو کہہ رہا تھا۔۔۔"

بریرہ کے بولنے پر عمر کے الفاظ یاد کرتے ہوئے وہ خاموش ہو گیا۔۔۔

"ابھی بھی موقع ہے تمہارے پاس مصطفیٰ۔۔ عمر سے بات کرو اور آپس کے سارے

معاملات درست کرو۔۔ اسے تمہاری ضرورت ہے۔۔۔"

اسے خاموش دیکھ کر وہ دوبارہ بولی

"نہیں ہو سکتے معاملات درست۔۔ مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ہے۔۔"

وہ نظریں چراتے ہوئے بولا

"اب کیا کر دیا تم نے؟"

"میں نے غصے میں عمر کو تھپڑ مار دیا تھا۔"

وہ آہستگی سے بولا

"واٹ؟ تمہارا دماغ ٹھیک ہے؟ غصے میں تم اتنے پاگل ہو گئے تھے۔"

وہ غصے سے بولی

"تو کیا کروں اب۔۔ آگیا تھا غصہ نہیں ہوا برداشت مجھ سے اٹھ گیا ہاتھ۔"

وہ جھنجھلاتے ہوئے بولا

"واہ۔۔ تمہارے لیے یہ معمولی سی بات ہے۔۔ بہت اچھے۔۔ تمہیں پتا ہے مصطفیٰ تمہارے آدھے معاملات تمہارے اس غصے کی وجہ سے خراب ہیں۔۔"

وہ اسے شرمندہ کرتے ہوئے بولی اور مڑ کر جانے لگی۔۔

"میں جانتا ہوں اور اسی لیے تو اب اپنے سارے معاملات درست کرنا چاہتا ہوں۔۔"

مصطفیٰ اسے روکتے ہوئے بولا تو وہ خاموشی سے رک گئی۔۔

"دیکھو بریرہ تم ایک بار ہمارے بارے میں بھی تسلی سے میری کوئی بات سن لو۔۔"

وہ منت کرتے ہوئے بولا

"ہمارے تعلق میں اب میں کہنے سننے کو کچھ نہیں بچا۔۔ اب بس گزارا ہی ہے جو ہم کر رہے ہیں۔۔"

سنجیدگی سے کہتی وہ اپنا ہاتھ چھڑوا کر چلی گئی۔۔

دن ایسے ہی گزرتے جا رہے تھے۔۔ نابریہ نے اس کی کوئی بات سنی تھی نا ہی عمر سے بات کرنے کا حوصلہ پیدا ہو رہا تھا اس میں۔۔ وہ عجیب سی زندگی گزار رہا تھا ان دنوں۔۔ گھر سے باہر ہوتا تو عمر کے بارے میں سوچتا رہتا گھر میں ہوتا تو بریرہ کو ہی دیکھتا رہتا۔۔ کبھی کبھی اسے محسوس ہوتا تھا جیسے اسے بریرہ کو دیکھنے کا نشا سا ہو گیا ہو۔۔ وہ کوئی بھی کام کر رہی ہوتی وہ بس اسے دیکھتا رہتا۔۔ ابھی بھی وہ کہیں جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی جب مصطفیٰ بیڈ پر بیٹھا مسلسل اسے دیکھے جا رہا تھا۔۔

"کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ کیوں گھور رہے ہو مجھے؟"

اس کی نظریں خود پر محسوس کر کہ وہ جھنجھلاہٹ کا شکار ہوتی ہوئی بولی

"مجھے لگتا ہے تم مجھ پر کوئی جادو کرتی ہو۔"

وہ بیڈ سے اٹھ کر آہستہ سے اس کے پیچھے جا کر کھڑا ہوتا ہوا بولا بریرہ نے نظریں اٹھا کر آئینے میں اس کا عکس دیکھا۔ وہ بھی اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"میں جتنا تم سے دور جانے کی کوشش کرتا ہوں اتنا ہی تمہاری طرف کھینچا چلا آتا ہوں۔"

وہ اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے بولا

"تمہارے یہ بال۔۔۔"

مصطفیٰ اس کی لٹوں کو اپنی انگلی میں لپیٹتا ہوا بولا

"کبھی مجھے زہر لگتے تھے۔۔۔ اب لگتا ہے آہستہ آہستہ انہی کا اسیر ہو رہا ہوں۔"

"تمہاری آنکھیں۔۔"

اب وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا

"کبھی ان میں دیکھنے سے مجھے بہت اکتاہٹ ہوتی تھی۔۔ لیکن اب جب بھی انہیں

دیکھتا ہوں اپنے دل کو ڈوبتا ہوا محسوس کرتا ہوں۔۔"

"تمہاری سانولی رنگت۔۔"

اب وہ اس کی گال پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا

"کبھی بہت طنز کیا کرتا تھا اس پہ۔۔ اب پتا نہیں کیوں اس میں خود کو کھویا ہوا محسوس

کرتا ہوں۔۔"

وہ ایک جذب سے کہے جا رہا تھا اور بریرہ کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا دل دھڑک

کر باہر آجائے گا۔۔

"تمہارے ہاتھ۔۔ یہ بھی کتنے خوبصورت ہیں یہ بھی مجھے اب پتا لگا ہے۔۔"

اس کہ ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اس کا رخ اپنی طرف کرتا ہوا بولا

"میں آہستہ آہستہ تمہارا اسیر ہوتا جا رہا ہوں۔۔ پہلے تمہیں دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا اب

تمہارے سوا کچھ دیکھنا اچھا نہیں لگتا۔۔"

"مصطفیٰ تم اگر پھر میرے ساتھ کوئی مزاق کرنا چاہ رہے ہو تو اچھا نہیں ہوگا۔۔"

بریرہ کا دل مصطفیٰ کی ہر بات پر ایمان لانا چاہتا تھا جبکہ اس کا دماغ اس کی کسی بھی بات پر

یقین کرنے سے روک رہا تھا۔۔ وہ پہلے ہی اس کہ ساتھ ہر بار اتنا برا کر چکا تھا کہ اب

اس کی طرف سے اچھائی کی توقع وہ بالکل کھو چکی تھی۔۔

"مزاق تو میرے ساتھ ہوا ہے۔۔ کبھی شدید نفرت کرتا تھا تم سے۔۔ اب پتا نہیں

کہاں گئی وہ نفرت۔۔ پتا نہیں کن جذبات میں بدل گئی وہ نفرت کہ میں خود بھی سمجھنے

سے قاصر ہوں۔۔ میں نہیں جانتا یہ جذبہ محبت کا ہے یا نہیں کیونکہ شاید میں اس

جذبے کو نہیں جانتا لیکن میں ہمیشہ تمہیں اپنے قریب دیکھنا چاہتا ہوں۔۔ اپنے دل کہ۔۔ اپنی نظروں کے۔۔ مجھے نہیں پتا محبت کیا ہوتی ہے۔۔ مجھے بس اتنا پتا ہے کہ مجھے تمہاری عادت ہو گئی ہے۔۔"

بریرہ کی بات کہ جواب میں وہ سنجیدگی سے بولا تو بریرہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔۔ اس کی آنکھوں میں ایسا کچھ تھا کہ بریرہ زیادہ دیر اسے دیکھنا پائی اور نظریں چراتی ہوئی بولی

"تمہیں مجھے قبول کرنے میں اتنا وقت لگا ہے۔۔ مجھے بھی کچھ وقت چاہیے تمہارے سابقہ ہر روپے کو بھلانے کے لیے۔۔"

"تمہیں جتنا وقت درکار ہے تم لے لو لیکن مجھے قبول کر لو۔۔ میری ہر کمی ہر برائی ہر خامی سمیت مجھے قبول کر لو۔۔ میں جانتا ہوں میرا رویہ مجھے اس بات کہ قابل نہیں رہنے دیتا کہ کوئی مجھے قبول کرے لیکن میری خواہش ہے کہ میں جیسا ہوں تم مجھے ویسے قبول کر لو۔۔"

وہ سنجیدگی سے بولا

"تم نے مجھ پر زندگی بہت تنگ کی ہے مصطفیٰ۔ ہر لمحہ ہر پل کبھی عمر کا تو کبھی بد صورتی کا طنز کر کے۔۔ تم نے کبھی کسی معاملے میں میری خوشی کا خیال نہیں کیا۔۔ تم نے ہمیشہ اپنے لیے اپنے بارے میں سوچا ہے۔۔ میں کیا چاہتی ہوں کبھی اس کا خیال نہیں کیا۔۔"

وہ اتنے مہینوں میں شاید پہلی بار اس سے کوئی شکوہ کر رہی تھی۔۔

"میں مانتا ہوں۔۔ اپنی ہر غلطی تسلیم کرتا ہوں۔۔ میں جانتا ہوں میں اب بھی خود غرضی کا مظاہرہ کر رہا ہوں تم سے تمہاری مرضی جانے بغیر بس اپنی خواہش کا اظہار کیے جا رہا ہوں لیکن کیا کروں۔۔ آج مجھے اپنا دل قابو میں نہیں لگ رہا۔۔ وہ کچھ بھی کرنے کو تیار ہے لیکن تمہارے بغیر نہیں رہنا چاہتا۔۔"

وہ ہارے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا۔۔

"ساری زندگی جس سے لڑتا آیا ہوں آج اسی کہ آگے دل ہار بیٹھا ہوں۔۔ خود پہ ہنسی بھی آرہی ہے غصہ بھی اور ترس بھی۔۔ دیکھو کس دورا ہے پر کھڑا ہوں آج جسے ہمیشہ نفرت انگیز سمجھا جس سے ہمیشہ دور رہنا چاہا آج اس سے اپنی خوشی مانگ رہا ہوں۔۔"

"مجھے اظہار نہیں کرنا آتا۔۔ جذبات کے معاملے میں بہت پوہڑ ہوں۔۔ اپنے آپ کو خود نہیں سمجھنا آتا مجھے لیکن میں چاہتا ہوں تم مجھے سمجھو۔۔ جو میں خود کو نہیں سمجھا پا رہا تم وہ سمجھاؤ مجھے۔۔"

"مجھے دیر ہو رہی ہے مصطفیٰ۔۔"

اس کہ عجب سے اظہار کے جواب میں بریرہ کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا اس لیے وہ اتنا کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔۔
جب کہ مصطفیٰ اسے خود سے دور جاتا دیکھتا رہا۔۔

کبھی موم بن کر پگھل گیا

کبھی گرتے گرتے سنبھل گیا

وہ بن کہ لمحہ گریز کا

میرے پاس سے یوں نکل گیا

اسے روکتا بھی تو کس طرح

کہ وہ شخص کتنا عجیب تھا

کبھی تڑپ اٹھا میری آہ سے

کبھی اشک سے ناپگھل سکا

سر راہ ملا وہ اگر کبھی

تو نظر چرا کر گزر گیا

وہ اتر گیا میری آنکھ سے

میرے دل سے کیوں نا اتر سکا

وہ چلا گیا جہاں چھوڑ کے

میں وہاں سے پھر ناپٹ سکا

وہ سنبھل گیا مگر آج تک

میں بکھر کہ پھر ناسمٹ سکا۔

وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ عمر کی امی اب عدت سے نکل چکی تھیں۔۔ وہ آفس سے
آنے کے بعد کھانا کھا رہا تھا جب وہ بولیں

"تمہارے ابو کہ بعد اب میں بہت اکیلی ہو گئی ہوں عمر۔ سوچ رہی ہوں سلمی بھا بھی
سے رشتے کی بات کروں۔۔"

"جہاں میرے کردار ہر الزام لگایا گیا ہو میں وہاں اب کبھی رشتہ نہیں جوڑوں گا۔"

وہ سنجیدگی سے بولا

"تو تمہاری محبت کا کیا۔۔؟"

"وہ اب بھی اپنی جگہ پر ہے لیکن ایسی محبت کا کوئی فائدہ نہیں جو آپ کو سب کی نظروں میں بے اعتبار کر دے۔"

"تو پھر میں کہیں اور رشتے کی بات کروں۔۔؟"

انہوں نے غور سے عمر کے تاثرات دیکھتے ہوئے سوال کیا جس کا چہرہ ایک پل میں تاریک ہوا تھا۔۔

"فحال آپ اس موضوع کو یہیں رہنے دیں۔۔"

سنجیدگی سے کہتا وہ اٹھ گیا جبکہ وہ پر سوچ نظروں سے دیکھتی رہیں۔۔

"السلام علیکم آنٹی۔۔ بہت اچھا کیا آپ نے یہاں آکر۔۔"

اگلی صبح عمر کی امی کو اپنے گھر دیکھ کر بریرہ خوشگواہی سے بولی اور انہیں اندر بٹھایا۔۔

"بہت اچھا کیا بھابھی یہاں آکر آپ نے۔۔"

سلمیٰ بیگم بھی خوشدلی سے بولیں

"بس عمر کہ ابو کے بغیر گھر کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔۔ عمر بھی گھر نہیں ہوتا تو اکیلا محسوس کرتی ہوں۔۔"

"واقعی اکیلا پن تو بہت جان لیوا ہوتا ہے۔۔"

"میں اسی اکیلے پن کو مٹانے آپ کہ پاس آئی ہوں۔۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ میری بات سن کر کیسا محسوس کریں گی لیکن میں کہنا چاہتی ہوں۔۔"

وہ جھجکتے ہوئے بولیں

"کیا بات ہے۔۔؟"

سلمیٰ بیگم نے پوچھا

"میں عمر کے لیے زینب کا ہاتھ مانگنے آئی ہوں۔۔ میں جانتی ہوں ہم دونوں خاندانوں میں بہت فرق ہے۔۔ ہمارے مالی حالات میں بھی بہت فرق ہے لیکن میرے دل میں یہ خواہش تھی جس کا اظہار میں نے آپ سے کر دیا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولیں تو ایک لمحے کو سلمیٰ بیگم حیران رہ گئیں ان کی بات پہ لیکن پھر مسکراتے ہوئے بولیں۔۔

"میں مشورہ کرتی ہوں باقی سب سے پھر جیسے اللہ کو منظور۔۔"

"کیا بات ہے مصطفیٰ کیسی حالت بنائی ہوئی ہے تم نے آج کل۔۔"

ڈائینگ پر بیٹھے سب ڈنر کر رہے تھے جب شاہنواز صاحب نے مصطفیٰ سے پوچھا۔۔
سب نے ہی ایک لمحے مصطفیٰ کی طرف دیکھا۔

"کچھ بھی نہیں ابو۔۔"

وہ سنجیدگی سے بولا۔۔

بریرہ نے بھی نظر اٹھا کر مصطفیٰ کو دیکھا تو وہ واقعی اس کی حالت قابل غور تھی۔۔

بکھرے بال۔۔ بڑھی ہوئی شیو۔۔ ویران سی آنکھیں۔۔

"کوئی پریشانی ہے تو شئیر کرو ہمارے ساتھ ایسے سارا دن خاموش خاموش کیوں رہتے

ہو؟ آفس میں بھی ایسے ہی ہوتے ہو اور گھر میں بھی۔۔"

اب کی بار چچا جان نے بھی پریشانی سے سوال کیا۔

"کوئی پریشانی والی بات نہیں ہے چچا جان بس کچھ کام کا پریش ہے۔ کچھ ادھورے کام پھنسے ہوئے ہیں مکمل نہیں ہو پارے۔"

وہ ایک نظر بریرہ کو دیکھتا ہوا بولا

"کچھ دن چھٹی لے لو کام سے۔۔ دیکھو زرا کیسے میرے بچے کو کام میں لگا دیا ہے کہ چہرے کی رونق ہی ختم ہو گئی ہے۔"

اب کہ دادی جان بولیں۔۔۔

اس سب دورانے میں صرف دادا جان خاموش بیٹھے تھے۔۔ وہ جانتے تھے مصطفیٰ کسی بات پر پریشان ہے۔۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ اپنی پریشانی کا حل ڈھونڈنے ان کہ پاس ہی آئے گا اور ایسا ہی ہوا تھا۔

وہ ڈنر کہ بعد سٹڈی میں بیٹھ کر کوئی کتاب پڑھ رہے تھے جب وہ آہستگی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور ان کہ گٹھنے پر سر رکھ کر آنکھیں موند گیا۔

"جب دل و دماغ کی جنگ چھڑی ہو تو دل کی سننی چاہیے۔"

وہ اس کہ سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا

"دل کہتا ہے سب باتیں بھلا کر معافی مانگ لوں جبکہ دماغ دل کی بغاوت کرتا ہے۔"

وہ آہستگی سے بولا

"جو دل کہتا ہے وہ کرو مصطفیٰ۔۔۔ یہ زندگی بڑی چھوٹی سی ہے۔۔۔ کب کہاں دغا دے

جائے کچھ پتا نہیں۔۔۔ ابھی موقع ہے تمہارے پاس سدھار لو سب کچھ کیونکہ پھر بعد

میں تصویروں میں صرف یادیں ہی ملتی ہیں۔۔۔ لوگ واپس نہیں آتے۔"

وہ جانتے تھے اس کہ اور عمر کہ درمیان کچھ ٹھیک نہیں ہے اس لیے بغیر کہے جان گئے

تھے۔۔

"سمجھ نہیں آرہی کیسے جاؤں ابا۔۔۔"

"رشتوں میں کبھی بھی انا کو خود پر حاوی مت ہونے دینا مصطفیٰ۔۔۔ خاص طور پر محبت کے رشتوں میں۔۔۔ جہاں محسوس کرو کہ غلطی آپ کی ہے وہیں اپنی انا پس پشت ڈال کر چلے جاؤ۔۔۔ منالو انہیں جو ناراض ہوں۔۔۔ خاموشی سے جا کر دل سے ایک بار بس انہیں گلے لگا لو۔۔۔ اگر رشتے میں واقعی محبت ہے تو اسی وقت سارے گلے شکوے دور ہو جائیں۔۔۔"

دادا جان کہ کہنے پر وہ اٹھا اور باہر کی طرف قدم بڑھا دیے۔

"کہاں جا رہے ہو۔۔۔؟"

اسے اٹھتا دیکھ کر وہ بولے

"اپنی زندگی کی رونق کو منانے۔۔۔"

مسکرا کر کہتا وہ چلا گیا۔۔

 "تو میرا بھائی ہے۔۔"

"تو نہ ہوتا تو میں کیا کرتا یار۔۔"

"اگر تو بینک کرے گا تو میں کروں گا۔۔"

"میں نے اس اسمٹ نہیں بنائی تو بھی مت بنا مل کر بے عزتی کروائے گے۔۔"

"نکال بانیک آج تیرے پیسوں کی چائے پیتے ہیں۔۔"

"میں جب بھی ناراض ہوا کروں مجھے منالیا کر۔۔ تجھے پتا ہے ایسے معاملوں میں میں کتنا
اناڑی ہوں۔۔"

"کبھی مجھ سے کوئی غلطی ہو تو کھینچ کر دو لگا دیا کر۔۔"

عمر سونے کے لیے لیٹا تو مصطفیٰ کی باتیں اس کے زہن میں گردش کرنے لگیں۔۔ ان
دونوں کا کتنے سالوں کا ساتھ تھا۔۔ ایسا نہیں تھا کہ پہلے کبھی کوئی لڑائی نہ ہوئی ہو بلکہ
کچھ دن بعد ہی ان کی لڑائی ہو جایا کرتی تھی اور ہمیشہ عمر ہی اسے منانے میں پہل کرتا
تھا۔۔ وہ مصطفیٰ کو اچھے سے جانتا تھا کہ اگر وہ اپنی غلطی پر شرمندہ ہو گا بھی تو کبھی اظہار
نہیں کرے گا۔۔ وہ جانتا تھا وہ ان معاملات میں بالکل اناڑی ہے۔۔۔

اس بار بھی عمر نے اپنی انا کو پس پشت ڈالنے کا سوچا۔۔ وہ اپنی اور مصطفیٰ کی دوستی
خراب نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔۔ وہ اس کے پاس جا کر اسے دو تھپڑ لگا کر اس کی غلطی کا
احساس دلانا چاہتا تھا۔۔

بانیک کی چابی اٹھا کر وہ فوراً گھر سے باہر نکلا۔

اس وقت غصے میں وہ نا جانے عمر کو کیا کچھ کہہ چکا تھا اور تھپڑ مارنا اس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔۔ بچپن سے لے کر آج تک عمر نے ہر بار پہل کی تھی اس بار وہ پہل کرنا چاہتا تھا۔۔ اپنی انا اپنے غصے کی وجہ سے وہ پہلے ہی سب کچھ خراب کر چکا تھا لیکن اب وہ مزید کوئی تعلق خراب نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ اپنی انا کو پس پشت ڈال کر اس بار وہ خود پہل کرنا چاہتا تھا۔۔

وہ عمر کہ گھر کے راستے میں ہی تھا جب اس کہ سیل پر ان نون نمبر سے کال آنے لگی۔۔ کال ریسیو کرنے پر جو اسے سننے کو ملا اس کا پاؤں اچانک سے بریک پر پڑا اور گاڑی ایک جھٹکے سے رکی۔۔ اسی جھٹکے سے اس کی سانس بھی رکتی ہوئی محسوس ہوئی اور اس کا دل بھی بند ہونے لگا۔۔

عمر مصطفیٰ کہ گھر کی طرف جا رہا تھا جب راستے میں اس کی ٹکڑا ایک ٹرک سے ہو گئی اور وہ وہیں سڑک پر گر کر بے ہوش ہو گیا تھا۔۔ آس پاس کے کچھ لوگوں نے فوراً ایسبولنس بلوائی اور اسے ہسپتال لے گئے۔۔

عمر کہ موبائل سے آخری بار کال اس کی امی کو ہی کی گئی تھی اس لیے انہوں نے اسی نمبر پر کال کر کہ اس کہ ایکسیڈینٹ کی اطلاع دی۔۔ وہ پہلے ہی اتنے قرب سے گزر چکی تھیں اور اب عمر کی اطلاع سن کر ان کی حالت مزید خراب ہو گئی۔۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کریں۔۔ پھر اچانک ان کہ ذہن میں مصطفیٰ کا خیال آیا۔۔ انہوں نے فوراً سے سے کال کی۔۔

مصطفیٰ جو کہ عمر کہ گھر کہ راستے میں تھا اور اسے منانے آرہا تھا اس کی امی کی طرف سے ملنے والی اطلاع پر بے یقین سا وہیں رک گیا۔۔ ہوش اسے تب آئی جب پیچھے سے

گاڑیوں نے ہارن دیے۔۔ ہوش میں آتے ہی اس نے گاڑی ہسپتال کی طرف
دوڑائی۔۔

"زیادہ سیور انجریز نہیں آئیں لیکن خون بہت بہہ چکا ہے۔۔ ہمیں بلڈ کی ضرورت
ہے۔۔"

تھوڑی دیر میں سب کو اطلاع مل چکی تھی اور سب ہی ہسپتال میں موجود تھے جب
ڈاکٹر نے آکر اطلاع دی۔۔

"میرا اور اس کا بلڈ گروپ سیم ہے۔۔ میرا لے لیں بلڈ۔۔"

مصطفیٰ فوراً سے بولا

"تم گھر جا کر آرام کر لو مصطفیٰ ہم موجود ہیں یہاں سب۔۔"

وہ بلڈ دے کر واپس آیا تو شاہنواز صاحب اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولے

"نہیں میں ٹھیک ہوں ابو۔۔"

وہ نقاہت سے بولا

"تھوڑی دیر کے لیے چلے جاؤ گھر عمر کی حالت اب خطرے سے باہر ہے۔۔ وہ ہوش میں آئے گا تو ہم تمہیں بلا لیں گے۔۔"

وہ زور دیتے ہوئے بولے تو ان کی بات پر وہ سر ہلاتے ہوئے مڑ گیا اور اس کہ قدم بے اختیار ہی عمر کی امی کی طرف بڑھے تو بیٹنج پر بیٹھیں رو رہی تھیں۔۔ وہ آہستہ سے چلتا ہوا ان کہ پاس آیا تو ان کہ سامنے گٹھنوں کہ بل بیٹھ گیا بالکل اسی طرح جب وہ عمر کہ والد کی دفعہ بیٹھا تھا۔۔

"آپ پریشان نہ ہوں آنٹی عمر کو کچھ نہیں ہوگا۔۔"

وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر بولا

"تم نے عمر کے ابو کی دفعہ بھی یہی کہا تھا۔"

وہ اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھتی ہوئی بولیں

"اس بار میں کچھ نہیں کر پایا تھا لیکن اس بار میرا وعدہ ہے آپ سے میں عمر کو کچھ نہیں ہونے دوں گا۔"

آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو اندر دھکیلتے ہوئے بولا اور اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔

وہ گھر آ کر آنکھوں پر بازو رکھ کر لیٹ گیا۔ بریرہ کافی دیر اسے دیکھتی رہی۔ مصطفیٰ کی حالت اسے واقعی قابل ترس لگ رہی تھی۔

وہ چائے کے ساتھ سینڈویچ بنا کر لائی اور اسے آواز دی۔

"کچھ کھالو مصطفیٰ ویکنئیس ہو رہی ہوگی۔۔"

بریرہ کے کہنے پر وہ اس نے آنکھوں سے بازو اٹھایا اور بیڈ پر بیٹھ گیا۔۔

"ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ عمر مجھ سے ناراض ہوا تھا۔۔ ورنہ ہمیشہ وہ ہی مجھ سے ناراض

ہوتا تھا اور پتا ہے مجھے کیسے مناتا تھا۔۔؟"

وہ آنکھیں نیچی کیے آہستگی سے کہہ رہا تھا جبکہ بریرہ اس کے سامنے بیٹھ کر خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔۔

"ہمیشہ سے پیچھے سے آ کر میرے گلے لگ جاتا اور مجھے۔۔ تیرے جیسا پار کہاں۔۔"

یہ والا گانا سنا کر ایمو شنل کرتا تھا اور میں فوراً کمان جاتا تھا۔۔"

وہ ہلکا سا مسکراتے ہوئے بولا

"اب دیکھو وہ مجھ سے پہلی بار ناراض ہوا تھا۔۔ میرے منانے کا انتظار کر رہا ہو گا اور میں نے پھر دیر کر دی۔۔ میں ہمیشہ کیوں دیر کر دیتا ہوں ہر معاملے میں بیا۔؟ چاہے کسی سے اظہار کرنا ہو معافی مانگنی ہو یا کسی کو منانا ہو۔۔ میں ہمیشہ کیوں دیر کر دیتا ہوں۔۔؟ سب معاملات ہاتھ سے نکل جانے کے بعد مجھے احساس کیوں ہوتا ہے۔۔؟"

وہ سوالیہ نظروں سے بریرہ کو دیکھتا ہوا کہہ رہا تھا جبکہ وہ ہنوز خاموش تھی۔۔

"سب سمجھتے ہیں شاید میں پتھر دل ہوں۔۔ کوئی جذبات احساسات میرے پر اثر نہیں کرتے لیکن ایسا نہیں ہے بیا۔۔ میں خود غرض نہیں ہوں۔۔ میں بے حس بھی نہیں ہوں۔۔ مجھے بس اظہار کرنا نہیں آتا۔۔ میں جتنی دیر میں اظہار کرنے کی ہمت پیدا کرتا ہوں تب تک معاملات بگڑ چکے ہوتے ہیں۔۔"

وہ کافی دلبرداشتہ سالگ رہا تھا۔

"تم معافی مانگو عمر سے وہ تمہیں معاف کر دے گا۔۔ زیادہ دیر تم سے ناراض نہیں رہ سکتا۔۔"

وہ اسے تسلی دیتے ہوئے بولی

"اور تم۔۔؟ تم معاف کر دو گی۔۔؟ کیا تم مجھ سے ناراض رہ سکتی ہو۔۔؟"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا تو بریرہ نظریں چراگئی۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے تھکے ہوئے ہو۔۔ کچھ دیر آرام کر لو۔۔"

آہستگی سے کہتی وہ کمرے سے چلی گئی جبکہ وہ وہیں بیٹھا رہ گیا۔

"آپ سب اب گھر چلے جائیں میں رکتا ہوں رات یہاں عمر کہ پاس۔۔"

عمر کی حالت اب خطرے سے باہر تھی لیکن اسے ابھی ہوش نہیں آیا تھا۔ مصطفیٰ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد دوبارہ ہسپتال آگیا تھا اور اب سب کو گھر جانے پر زور دے رہا تھا۔

"ایک دفعہ عمر کو ہوش میں دیکھ لیتی تو دل کو تسلی ہو جاتی۔۔۔"

عمر کی امی بولیں

"وہ اب بالکل ٹھیک ہے آنٹی۔۔ نیند کے انجیکشن کی وجہ سے ہوش میں نہیں آ رہا ان شاللہ صبح تک ہوش میں آجائے گا آپ صبح آجائے گا۔"

مصطفیٰ انہیں تسلی دیتا ہوا بولا

"اور آپ ہمارے ساتھ ہمارے گھر چل رہی ہیں کیونکہ اکیلے ہم نہیں رہنے دیں گے

آپ کو گھر آپ کہ۔۔"

ساتھ ہی سلمیٰ بیگم بولیں

"اسی لیے تو مانگا ہے آپ سے زینب کا ہاتھ تاکہ میری تنہائی بھی دور ہو جائے۔"

وہ معدوم سا مسکراتے ہوئے بولیں جبکہ مصطفیٰ کو ان کی بات پر حیرت ہوئی لیکن فلحال کوئی بھی بات کرنے کا موقع نہیں تھا اس لیے وہ خاموش ہو گیا۔ سب گھر چلے گئے جبکہ وہ عمر کے پاس اس کہ روم میں آ گیا۔

وہ کافی دیر کھڑا عمر کو دیکھتا رہا جس کا سر پیٹوں میں جکڑا ہوا تھا۔ ہاتھ میں بھی ڈرپیں لگی تھیں جبکہ چہرہ بھی بالکل مر جھایا ہوا تھا۔

وہ آہستگی سے چلتا ہوا اس کہ بیڈ تک آیا اور پاس پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔ عمر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر وہ بولا

"تو مجھ سے لڑ لیتا۔ مجھے برا بھلا کہہ لیتا مجھے مار لیتا لیکن اتنی بڑی سزا تو نا دیتا۔"

ایک آنسو اس کی آنکھ سے نکل کر عمر کہ ہاتھ میں جذب ہوا تھا۔

"پہلی بار تو مجھ سے ناراض ہوا تھا اور بھی اس حد تک۔۔ میرے منانے کا انتظار تو کر لیتا۔۔"

اب وہ اس سے شکوہ کر رہا تھا۔

"ایک بار تو مجھے میری غلطی کا احساس دلاتا۔۔"

وہ کافی دیر وہیں بیٹھ کر اس سے شکوے کرتا رہا اور اسے پتا ہی نالگا کب اس کی وہیں آنکھ لگ گئی۔۔

اسے اپنا سر بھاری ہوتا ہوا محسوس ہوا۔۔ آہستہ سے کر کہ اس نے اپنی آنکھیں کھولیں۔۔ اپنے ہاتھ پر وزن محسوس کرتے ہوئے اس نے اس سمت دیکھا تو ایک لمحے کو اسے حیرت ہوئی۔۔ مصطفیٰ اس کہ بیڈ کہ قریب کرسی پر بیٹھے ہی سویا ہوا تھا جبکہ اس کا

سر عمر کہ بیڈ پر تھا بالکل اس کہ ہاتھ کہ اوپر۔۔ وہ بالکل بے خبر سو رہا تھا۔۔ عمر کہ چہرے پر ایک لمحے کو مسکراہٹ آئی لیکن پھر سنجیدگی میں بدل گئی۔۔

"اب تو مجھے تکلیف دینا چھوڑ دے۔۔"

عمر کا اشارہ اپنے ہاتھ کی طرف تھا جہاں ڈرپ لگی ہوئی تھی۔ وہ اپنا ہاتھ سے مصطفیٰ کا سراٹھاتے ہوئے بولا تو مصطفیٰ کی آنکھ کھل گئی۔۔

"شکر ہے تجھے ہوش آیا۔۔ جان سولی پر لٹکائی ہوئی تھی تو نے سب کی۔۔"

اسے ہوش میں دیکھ کر مصطفیٰ خوشی سے بولا

"تم لوگ تو میرے مرنے کا سوچ کر بیٹھے ہو گے۔۔"

وہ طنز کرتا ہوا بولا

"بکو اس نہ کر عمر۔۔۔"

مصطفیٰ غصے سے بولا تو عمر آنکھیں موند کر لیٹ گیا۔

"میں مانتا ہوں مجھ سے غلطی ہوئی ہے مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن تجھے تو پتا ہے نا

غصے میں میں کیا کچھ کر جاتا ہوں۔۔۔"

عمر کو خاموش دیکھ کر مصطفیٰ شرمندگی سے بولا

"مجھے دکھ تیرے تھپڑ سے نہیں تیرے الفاظ سے ہوا ہے جو تو نے میرے لیے استعمال

کیے تھے۔۔۔ مجھے لگتا تھا مجھ سے زیادہ تو مجھے جانتا ہے لیکن شاید میں غلط تھا۔۔۔ تو

میرے بارے میں ایسا گمان رکھتا ہے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔۔۔"

عمر دکھ سے بولا

"میں ایسا نہیں کہنا چاہتا تھا لیکن اچانک سے سب سن کر مجھے پتا نہیں کیا ہو گیا۔۔۔ تو اگر

مجھے پہلے بتا دیتا تو ایسا نا ہوتا۔۔۔"

مصطفیٰ آہستگی سے بولا

"میں شاید اسی ڈر کی وجہ سے کچھ نہیں کہتا تھا۔"

عمر نظریں جھکا کر بولا

"میں مانتا ہوں میری غلطی ہے عمر اور میں اس کہ لیے معذرت خواہ ہوں۔۔"

مصطفیٰ شرمندگی سے بولا

"تو نے اپنی غلطی کا اعتراف کرنے میں اتنے مہینے لگا دیے اب میں تجھے معاف کرنے

کے لیے تھوڑا سا بھی وقت نہ لوں۔۔؟"

عمر سے شکایتی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا

"یار تجھے تو عادت ہے مجھے منانے کی۔۔ میں پہلی بار منار ہا ہوں تو تھوڑی چھوٹ دے دے۔۔"

مصطفیٰ شرارت سے بولا

"یہ پہلی اور آخری بار تھا۔۔ اب تو نے ایسی حرکت کی تو دو لگاؤں گا۔۔" عمر بھی مسکراتے ہوئے بولا تو مصطفیٰ نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔۔

"تیرے بغیر ایسے لگتا تھا زندگی کی ساری رونقیں روٹھ گئی ہوں۔۔"

مصطفیٰ محبت سے بولا

"پیچھے ہو۔۔ ایک سیڈینٹ ہو ہے میرا۔۔"

عمر اپنی بازو کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا

"اب تو تیری رگوں میں میرا خون دوڑتا ہے۔۔"

مصطفی شرارت سے بولا

"کیا مطلب۔؟"

وہنا سہجھی سے بولا

"پوری ایک بوتل خون کی پی گیا ہے تو میری۔۔"

مصطفی جتاتے ہوئے بولا

"ہاں تو اس حال میں بھی تو تیری وجہ سے ہی ہوں۔۔"

عمر بھی منہ بنا کر بولا تو وہ دونوں ہی قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔۔

وہ پچھلے ایک ہفتے سے نوٹ کر رہی تھی کہ مصطفیٰ آج کل بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ وہ جانتی تھی وجہ اس کہ اور عمر کہ درمیان سب کچھ ٹھیک ہونا ہی ہے لیکن پھر بھی مصطفیٰ کی خوشی اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

"بڑے خوش نظر آ رہے ہو آج کل۔"

وہ طنزیہ لہجے میں بولی

"کیوں تم سے اپنے معصوم شوہر کی خوشی برداشت نہیں ہو رہی۔؟"

مصطفیٰ مسکراتے ہوئے بولا

"مجھے کیا۔۔ جو مرضی کرو۔"

وہ لاپرواہی سے کہتی مڑنے لگی جب مصطفیٰ نے اس کی کلائی پکڑ کر روکا۔

"دیکھ لو۔۔ میں نے کچھ بھی کیا تو تم غصہ کرو گی۔۔"

وہ معنی خیزی سے بولا

"تم اب جو بھی کرو مجھے فرق نہیں پڑتا۔۔ جو تم نے کرنا تھا وہ تم کر چکے۔۔"

وہ سنجیدگی سے بولی

"ہاں۔۔ تم سے پیار کرنا تھا۔۔ دیکھو کر بیٹھا ہوں۔۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولے

"تمہیں میری زندگی برباد کرنی تھی اور تم وہ کر بیٹھے ہو۔۔"

وہ تلخی سے بولی

"تمہاری زندگی برباد کرنے کی وجہ میں بنا تھا نا۔۔ تو اب اس کو سنوارنے کی وجہ بھی
میں ہی بنوں گا۔۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا تو وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر چلی گئی۔۔۔

زینب اور عمر کا رشتہ طے کر دیا گیا تھا۔۔ عمر کی زینب کے لیے محبت سے سب ہی واقف
ہو چکے تھے۔ زینب اس رشتے پر بہت حیران تھی۔۔ اسے یقین ہی نہیں آتا تھا کہ وہ عمر
جس نے کبھی اسے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا وہ اس سے محبت کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے۔۔

"بیا آپی مجھے تو سمجھ ہی نہیں آرہی یہ سب کیا ہو رہا ہے۔۔؟"

زینب پریشانی سے بولی۔۔ آج ان دونوں کا نکاح تھا اور وہ سب کچھ اتنا جلدی ہوتا دیکھ کر
پریشان ہو رہی تھی۔۔

"تمہارے نکاح ہو رہا ہے اور کیا ہونا ہے۔۔۔"

بریرہ شرارت سے بولی

"وہ اتنے بورنگ سے ہیں مطلب اتنے سنجیدہ سے تو اچانک یہ منگنی نکاح کا کیا چکر ہے۔۔۔"

اس کی عجیب ہی پریشانیاں تھیں۔۔۔

"یہ تو اب تم نکاح کہ بعد خود ہی پوچھ لینا کیونکہ اس کا جواب تو وہی بہتر دے سکتے ہیں۔۔۔"

بریرہ مسکراتے ہوئے بولی تو زینب خاموش ہو گئی لیکن چہرے پر اب بھی پریشانی تھی۔۔۔

زینب کا نکاح کمرے میں ہی ہو گیا تھا جبکہ عمر کا نکاح لان میں ہو رہا تھا جہاں سارا سیٹ اپ لگا ہوا تھا۔۔

نکاح نامے پر دستخط کرتے ہوئے وہ بالکل بے یقین تھا۔۔ اسے امید نہیں تھی کہ اس کی خواہش ایسے پوری ہوگی۔۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ کبھی اپنی محبت کو پانے کے قابل بھی ہو سکے گا۔۔

نکاح ہوئے ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی جب زینب سیٹج کی طرف آتی دکھائی دی۔۔ آف وائٹ میکسی میں وہ اسے آج اور بھی زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی یا شاید پہلی بار وہ اسے یوں دیکھ رہا تھا۔۔

آہستگی سے چلتی ہوئی وہ سیٹج پر آ کر بیٹھ گئی۔۔ اس کے پاس بیٹھنے سے عمر کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی۔۔

وہ اس سے کوئی بات کرنا چاہتا تھا اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ کتنی خوبصورت لگ رہی ہے لیکن فطری جھجک کے باعث وہ خاموش بیٹھا اور اسی خاموشی میں سارا فنکشن گزر گیا۔۔۔

"وہ۔۔ مصطفیٰ۔۔ تجھ سے کچھ پوچھنا تھا۔۔ مطلب اجازت لینی تھی۔"

مہمان تقریباً سبھی جا چکے تھے اور زینب کو بھی واپس اندر لے گئے تھے جب عمر مصطفیٰ سے بولا

"کیسی اجازت۔۔؟"

مصطفیٰ نے نا سمجھی سے پوچھا

"وہ۔۔ میں۔۔ زینب سے کچھ بات کرنی تھی۔"

عمر جھجکتے ہوئے بولا جبکہ اس کی حالت دیکھ کر مصطفیٰ کا ہنسنہ چھوٹ گیا۔

"اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے۔۔؟"

عمر برا مناتے ہوئے بولا

"نہیں میں بس یہ دیکھ رہا ہوں کہ تو اپنی بیوی سے بات کرنے کے لیے اتنا ڈر کیوں رہا ہے۔۔؟"

مصطفیٰ بمشکل مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا

"کیونکہ میری بیوی کے بھائی کا کچھ پتا نہیں لگتا۔۔ کب کہاں دو لگا دے۔۔"

عمر جتاتے ہوئے بولا

"یہ تو ہے۔۔۔ چل میں کروادیتا ہوں بات تیری بیوی سے لیکن مجھے کیا ملے گا۔؟"

مصطفیٰ سوچتے ہوئے بولا

"ہر چیز میں تجھے اپنا مفاد چاہیے ہوتا ہے کمینے۔۔"

عمر غصے سے بولا

"شرم کر میں تیرا سالہا ہوں اب۔۔"

"تو بھی شرم کر میں تیرا بہنوئی ہوں اب۔۔"

"پھولوں کے ہار پہناؤں اب تجھے اس بات پر۔۔؟"

مصطفیٰ کی زبان میں پھر کھجلی ہوئی تو عمر نے اسے گھور کر دیکھا۔۔

"تو کچھ کر رہا ہے یا میں جاؤں۔۔؟"

عمر غصے سے بولا

"اچھا یار صبر تو کر۔۔"

مصطفیٰ آس پاس متلاشی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا

"بریرہ زینب کہاں ہے۔؟"

بلا خرا سے بریرہ نظر آہی گئی تو وہ اس سے پوچھتا ہوا بولا

"لیونگ میں بیٹھی ہے سب کہ ساتھ۔۔"

اس نے مختصر سا جواب دیا۔۔

"اسے کہو کمرے میں جائے اپنے مجھے کچھ بات کرنی ہے۔۔"

مصطفیٰ اپنے لہجے کو سنجیدہ بناتے ہوئے بولا تو وہ سر ہلا کر اندر چلی گئی جبکہ مصطفیٰ نے عمر کو اندر جانے کا اشارہ کیا تو وہ اسے تشکر بھری نظروں سے دیکھتا ہوا اندر چلا گیا۔۔

بریرہ کے کہنے پر زینب اپنے کمرے میں آگئی تھی اور مسلسل بڑبڑائے جا رہی تھی۔۔

"زرا سی تعریف بھی نہیں کی میری۔۔ پتا نہیں کیسا خشک انسان ہے۔۔ مجھے بھی یہاں ہی پھسانا تھا سب نے۔۔"

اس کی بڑبڑاہٹ کو بریک تب لگی جب کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔۔

"آجائیں مصطفیٰ بھائی آپ کو کب سے دروازے ناک کرنے کی عادت ہو گئی۔۔"

بریرہ کے کہے مطابق اسے یہی لگا تھا کہ مصطفیٰ ہو گا لیکن عمر کو اندر داخل ہوتا دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔۔

"ام۔۔ مبارک ہو آپ کو۔۔"

اندر آنے کے بعد عمر کچھ دیر خاموش کھڑا رہا پھر آہستگی سے بولا

"خیر مبارک۔۔"

زینب تو عمر کو دیکھ کر ویسے ہی حواس باختہ ہو رہی تھی۔۔۔ عمر کے سامنے آنے سے اسے شرم آرہی تھی شاید ان کہ ماہین نئے رشتے کا اثر تھا۔۔

"آپ خوش ہیں اس رشتے سے۔؟"

عمر نے نرمی سے سوال کیا تو زینب کڑھ کر وہ گئی۔۔ (سارا کچھ ہو جانے کے بعد اب وہ ایسے سوال کر رہا تھا جیسے زینب کہنا کہ سب ٹھیک کر دے گا۔۔) لیکن وہ سب بس سوچ ہی رہی تھی کیونکہ بولنے کی ہمت تو اس میں تھی نہیں۔۔

"جی۔۔"

مختصر سا جواب دے کر وہ خاموش ہو گئی۔۔ دونوں کے درمیان کچھ دیر کی خاموشی رہی وہ نظریں جھکائے کھڑی تھی جبکہ عمر بھی ادھر ادھر ہر جگہ دیکھ رہا تھا بس اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔۔

"اچھا ٹھیک ہے اب میں کب تک جھجکتا رہوں گا۔۔"

جھنجھلاہٹ سے کہتا وہ آگے بڑھا اور زینب کا ہاتھ تھام لیا۔۔

"میں اظہار و غیرہ کے معاملے میں تھوڑا عجیب سا ہوں۔۔ لیکن آج آپ کو وہ بات بتانا چاہتا ہوں جو سالوں سے دل میں دبا کر بیٹھا تھا۔"

زینب اس کی حرکت پر حیران تھی۔۔ اس کا دل بہت زور سے دھڑک رہا تھا لیکن وہ خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔۔

"میں آپ سے محبت کرتا ہوں لیکن اس سے زیادہ آپ کی عزت اور احترام کرتا ہوں اس لیے کبھی اس بات کا اظہار آپ سے نہیں کیا لیکن اب چونکہ ہم ایک مضبوط رشتے میں بندھ چکے ہیں تو میں نے یہ بتانا ضروری سمجھا۔"

وہ نظریں نیچی کیے کہہ رہا تھا جبکہ وہ ساکت کھڑی تھی۔

"آپ کچھ نہیں بولیں گی۔۔؟"

اسے خاموش دیکھ کر وہ بولا

"میں کیا بولوں۔۔۔"

زینب آنکھیں نیچی کیے بولی

"میں جانتا ہوں آپ کہ اور میرے ماحول میں بہت فرق ہے۔۔ ہمارا طرز زندگی مختلف ہے اس لیے میں ابھی رخصتی کے حق میں نہیں تھا۔۔ فلحال میں اپنی امانت یہاں چھوڑ کر جا رہا ہوں تب لینے آؤں گا جب آپ کی خواہشات پوری کرنے کے قابل ہو جاؤں گا۔۔"

وہ نرمی سے بولا تو زینب مسکرا دی۔۔

وہ اوپر جا رہی تھی جب مصطفیٰ نے اس کی کلائی پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔۔

"کہاں جارہی ہو۔۔؟"

"زینب کو دیکھنے اس نے کھانا نہیں کھایا تھا۔۔"

وہ سنجیدگی سے بولی

"تمہارے شوہر نے بھی کھانا نہیں کھایا۔۔"

وہ معصومیت سے بولا

"تو کھالے۔۔ اس کہ ہاتھ تو نہیں پکڑے کسی نے۔۔"

"بہت ظالم ہو تم۔۔"

"تمہاری طرح دو نمبر نہیں ہوں۔۔"

وہ اسے آنکھیں دکھاتی ہوئی بولی تو مصطفیٰ اسے بازو سے پکڑ کر کمرے کی طرف لے جانے لگا۔

"کہاں لے جا رہے ہو۔۔؟"

وہ نا سنجھی سے بولی

"دو نمبری کرنے۔"

وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا

"چھوڑو مجھے۔۔"

وہ اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے بولی

"اتنی مشکل سے ہاتھ آئی ہو کیسے چھوڑ دوں۔۔؟"

وہ اسے کمرے میں لا کر دروازہ بند کرتے ہوئے بولا

"معاف کرو مجھے۔۔"

اس کہ سامنے کھڑا ہوتے ہوئے بولا

"پاگل تو نہیں ہو تم۔۔"

بریرہ غصے سے بولی

"معاف کر دو نا۔۔"

وہ پھر سے بولا

"نہیں کرتی۔۔"

"نہیں کروگی معاف۔۔؟"

"نہیں۔۔"

اس کا وہی جواب تھا۔۔

"سوچ لو ایک بار پھر۔۔"

"ایک بار کیا سو بار سوچ کہ بھی نہیں کروں گی۔۔"

وہ اپنی بات دہراتے ہوئے بولی

"جیسے تمہاری مرضی۔۔"

سنجیدگی سے کہنے کے بعد مصطفیٰ نے بریرہ کو کمر سے پکڑا اور اسے گدگدی کرنا شروع

کر دی۔۔

"پیچھے ہٹو مصطفیٰ پاگل ہو کیا۔۔"

بریرہ بمشکل اپنی ہنسی روکتی ہوئی بولی

"پہلے کہو تم نے مجھے معاف کر دیا۔۔"

وہ ضدی لہجے میں بولا

"کوئی زبردستی ہے کیا۔۔"

"ہاں زبردستی ہے۔۔"

وہ اپنا کام جاری رکھتے ہوئے بولا

"اچھا اچھا معاف کیا چھوڑ دو اب۔۔"

وہ جان چھڑواتے ہوئے بولی

"تم بہت بد تمیز ہو۔۔"

جیسے ہی مصطفیٰ نے اسے چھوڑا وہ اس کی بازو پر مارتے ہوئے بولی

"خوش قسمتی سے اب یہ بد تمیز تمہارا شوہر ہے۔۔"

وہ اسے آنکھ مارتے ہوئے بولا

"بد قسمتی سے۔۔"

وہ منہ بنا کر بولی

"تم سے کچھ کہنا ہے۔۔"

وہ کچھ دیر خاموشی کے بعد بولا

"بولو۔۔"

"تم مجھے سب سے خوبصورت لگتی ہو۔۔"

وہ اس کہ دونوں ہاتھ پکڑے محبت سے بولا

"لیکن میں تو خوبصورت نہیں ہوں۔۔"

وہ طنز کرتے ہوئے بولی

"میرے لیے تم سب سے خوبصورت ہو۔۔"

"لیکن میں اب بھی وہی بریرہ ہوں جس سے تم نفرت کرتے تھے۔۔"

"لیکن اب میں وہ مصطفیٰ نہیں ہوں جو تم سے نفرت کرتا تھا۔۔ یہ مصطفیٰ تم سے بہت محبت کرتا ہے اور تم سے بھی زبردستی محبت کروا کہ ہی دم لے گا۔۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا تو بریرہ کہ چہرے پر بھی مسکراہٹ بکھر گئی۔

اب جب زندگی اسے خوشیوں کی دعوت دے رہی تھی تو وہ کیوں کر منہ موڑتی۔۔۔

مصطفیٰ کو بھی زندگی نے سکھا دیا تھا کہ زندگی گزارنے کے لیے ہم سفر کا خوبصورت نہیں بلکہ وفادار اور قدر کرنے والا ہونا چاہیے۔۔

"یہ چپ کیوں نہیں کرتا ہے بیا۔۔"

مصطفیٰ مسلسل اپنے تین سالہ بیٹے کو مسلسل روتا ہوا دیکھ کر بولا

"بالکل تم پر گیا ہے۔۔"

بریرہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولی

"چپ کر جامیرے باپ چپ کر جا۔۔"

مصطفیٰ اسے گود میں اٹھا کر ٹہلتے ہوئے بولا

"بابا میلا لون (بیلون)۔۔"

وہ اپنی توتلی زبان میں مسلسل ایک ہی رٹ لگائے ہوئے تھا۔

"معاف کر دو یہی غلطی سے پھٹ گیا بیلون مجھ سے۔۔ نیا لادیں گے بابا اپنے بیٹے کو

بیلون۔"

وہ اسے پچھارتے ہوئے بولا لیکن اس کا رونا ہنوز جاری تھا۔

"بالکل ہی بے کار ہو تم مصطفیٰ۔۔ اپنے بیٹے کو چپ تک نہیں کروا سکتے۔۔"

بریرہ مصطفیٰ کے ہاتھ سے آیان کو پکڑتی ہوئی بولی

"تمہارا یہ بیٹا مجھے بہت تنگ کرتا ہے۔۔"

وہ بے چارگی سے بولا تو بریرہ اسے گھورتے ہوئے مصطفیٰ کو لے کر اندر چلی گئی۔۔

"جاؤ لے کر آؤ اب نیا بیلون۔۔ پتا لگا اب باپ بننا کتنا مشکل ہے۔۔"

شاہنواز صاحب مسکراتے ہوئے بولے تو وہ بھی خفیف سا مسکرا دیا۔۔

"بالکل تمہاری طرح ہی ضدی ہے تمہارا بیٹا بھی۔۔ تم بھی ایسے ہی ایک چیز کے پیچھے

گھنٹوں رویا کرتے تھے۔۔"

"آپ مجھے شرمندہ کرنا چاہ رہے ہیں تو میں بالکل نہیں ہونے والا۔۔"

وہ ڈھٹائی سے بولا

"مجھے پتا ہے۔۔ بس آیان کو دیکھ کر تمہارا بچپن یاد آ جاتا ہے۔۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولے تو وہ بھی مسکرا کر باہر اپنے بیٹے کے لیے نیا بیلون لینے چلا گیا کیونکہ وہ جانتا تھا جب تک اس کی ضد پوری نہیں ہوتی وہ چپ نہیں ہونے والا۔

وہ بیلون لے کر کمرے میں داخل ہوا تو بالکل سامنے ہی شیشے کا گلاس ٹوٹا پڑا تھا۔
مصطفیٰ نے سوالیہ نظروں سے بریرہ کی طرف دیکھا تو وہ بولی

"تمہارا بیٹا ہے۔۔ غصے پر قابو کرنا کیسے آتا ہو گا۔۔ روتے روتے ہاتھ مار کر توڑ دیا
گلاس۔۔"

وہ اسے تفصیل بتاتی ہوئی بولی تو وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"یا اللہ۔۔ آیان کو دیکھ کر تو لگتا ہے میرا کیا میرے سامنے آرہا ہے۔۔"

وہ ایسی بے چارگی سے بولا کہ بریرہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"رکھ دو اب ان بیلونز کو۔۔ سو گیا ہے تمہارا شہزادہ روتے روتے ہی۔۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی تو مصطفیٰ نے آگے بڑھ کر اسے اپنے حصار میں لیا۔۔

"تمہیں بڑی ہنسی آرہی ہے۔۔ خیر تو ہے۔۔؟"

"تمہیں بری لگ رہی ہے میری ہنسی۔۔؟"

اس نے آنکھیں دکھائیں۔۔

"اب تو مجھے تمہاری کوئی بات بری نہیں لگتی۔۔ بلکہ تم سے اچھا اب کوئی لگتا ہی

نہیں۔۔"

وہ محبت سے بولا

"مجھے کبھی کبھی تم پر بہت شک ہوتا ہے مصطفیٰ۔۔ تم اتنے اچھے کیسے ہو گئے۔۔"

وہ مشکوک لہجے میں بولی تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔۔

"مجھے بھی یقین نہیں آتا خود پر۔۔ تم دلا دو یقین۔۔"

وہ زومعنی لہجے میں بولا

"کیا یقین دلاؤں۔۔؟"

وہ شرارت سے بولی

"یہی کہ میں کتنا اچھا ہوں۔۔"

"میں نے کب کہا تم اچھے ہو۔۔"

"کہہ دو پھر۔۔"

"جب تم مجھے اچھے نہیں لگتے تو کیوں کہوں۔۔؟"

وہ ہنوز غیر سنجیدہ تھی۔۔

"میں تمہیں اچھا نہیں لگتا۔۔؟"

"نہیں۔۔"

اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔۔

"ایک بار پھر سوچ لو۔۔۔"

"سوچ لیا۔۔"

اس کہ کہنے کی دیر تھی کہ مصطفیٰ نے اپنا پرانا طریقہ استعمال کیا اور اسے گد گدی کرنے لگا۔۔

"بتاؤ کتنا اچھا ہوں میں۔۔"

"بالکل اچھے نہیں ہو۔۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی

"بتادو جلدی۔۔"

"کوئی زبردستی ہے کیا۔۔"

وہ اسے گھورتے ہوئے بولی

"ہاں بالکل زبردستی ہے۔۔"

"اچھا اچھا بتاتی ہوں تم چھوڑو پہلے۔۔"

"پہلے تم بتاؤ۔۔"

"نہیں پہلے مجھے چھوڑو۔۔"

وہ بولی تو مصطفیٰ نے اسے چھوڑا۔۔

"تم مجھے بہت برے لگتے ہو۔۔"

وہ منہ چڑھاتے ہوئے اس کہ حصار سے نکلتے ہوئے بولی

"بوڑھا ہو جاؤں گا میں لیکن تم اظہار نہیں کرو گی۔۔"

وہ مایوسی سے بولا تو وہ مسکرائی۔۔

"جلدی سے بڑا ہو جا میرے شہزادے۔۔ پھر تجھے بتاؤں کتنے ظلم کیے ہے تیری ماں نے۔۔"

وہ آیان کے پاس لیٹتے ہوئے افسردگی سے بولا
"ڈرامے باز۔۔"

بریرہ اس کی حرکت پر مسکراتے ہوئے بولی اور اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔۔
"تمہیں ایک بات بتانی تھی۔۔"

کچھ دیر خاموشی کے بعد مصطفیٰ سنجیدگی سے بولا
"ہاں بولو۔۔"

وہ ہنوز اپنے کام میں مصروف بولی

"تم اللہ کی طرف سے میرے لیے بہترین تحفہ ہو۔۔"

وہ محبت سے بولا تو بریرہ اس کہ اظہار پر مسکرائی۔۔

"طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی تمہاری۔۔ سو جاؤ۔۔"

وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولی

"ہاں۔۔۔ جب سے تم زندگی میں آئی ہو اب تو کچھ بھی ٹھیک نہیں رہتا۔"

وہ ڈرامائی انداز میں بولا تو وہ ہنس پڑی۔۔

زندگی گزارنے کے لیے عمر، شکل صورت، پیسہ سب معنی نہیں رکھتا۔ زندگی گزارنے کے لیے رشتوں میں پیار، محبت، عزت و احترام ضروری ہیں۔ ظاہری خوبصورتی اچھی ضرور لگتی ہے لیکن جو زندگی انہی کے ساتھ اچھی گزرتی ہے جن کا دل خوبصورت ہو۔۔۔

"بہت مہنگا ہے یہ عمر۔۔ میں نہیں لے رہی۔"

زینب انکار کرتے ہوئے بولی

"اب اتنا بھی غریب نہیں ہے تمہارا شوہر کہ ایک سوٹ نالے کر دے سکے تمہیں۔۔"

"

عمر منہ بناتے ہوئے بولا

"شوہر غریب نہیں ہے مجھے پتا ہے۔۔ لیکن آپ کی بیوی بھی اتنی فضول خرچ نہیں

ہے۔۔"

وہ سنجیدگی سے بولی تو عمر بغیر کچھ کہے آگے بڑھ گیا۔۔ زینب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یقیناً اب اس کا موڈ آف ہو چکا ہے۔۔

"اماں کہتی ہیں بیوی کو شوہر کو یہ احساس دلانا چاہیے کہ اگر وہ اس کے لیے اتنے محنت سے کما کر لاتا ہے تو وہ اس کی کمائی ہوئی رقم کی عزت کرتی ہے اور اسے یہ فضول ضائع نہیں کرتی۔۔"

وہ اس کے سامنے آتے ہوئے بولی

"چھوٹی سی تم ہو۔۔ باتیں کتنی کر لیتی ہو۔۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا تو وہ اس کے ساتھ ہی چل دی۔۔

"ہے نا۔۔ مصطفیٰ بھائی کہتے تھے تمہارے جہیز میں تو زیادہ ساری سرور کی دوائیاں

دیں گے۔۔ جتنا تم بولتی ہو تمہارے شوہر کو اس کی بہت ضرورت پڑے گی۔۔"

وہ مسکراتے ہوئے اسے مصطفیٰ کی پرانی بات بتا رہی تھی۔۔

"اپنے مصطفیٰ بھائی سے کہنا کہ یہی باتیں سننے کے لیے تو تمہارے شوہر نے اتنا انتظار کیا

تھا۔۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا تو وہ فوراً سے گلابی ہوئی۔۔ اس کی شکل دیکھ کر عمر ہنس پڑا۔۔

"آنس کریم ہی کھلا دیں۔۔"

تھوڑی دیر خاموشی کے بعد وہ بولی

"ابھی کوئی شوہر کے پیسے بچانے کی باتیں کر رہا تھا۔۔"

وہ اسے اسی کی بات کا حوالہ دیتے ہوئے بولا

"ہاں تو شوہر کو یہ بھی تو احساس دلانا چاہیے کہ وہ جو کچھ بھی کما کر لاتا ہے اس پر اس کی

بیوی کا حق ہوتا ہے۔۔"

وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولی

"بہت چالاک ہو تم۔۔"

"جیسی بھی ہوں اب آپ کی ہوں۔۔"

وہ مسکرا کر کہتی آگے بڑھ گئی۔۔

جبکہ عمر اپنی سوچوں میں گم اس کہ پیچھے آگیا۔۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ کبھی اپنی محبت کو حاصل کرنے کے قابل ہو جائے گا۔۔ زینب کو اپنے پاس دیکھ کر اسے کبھی کبھی اپنی قسمت پر یقین ہی نہیں آتا تھا۔۔ وہ جب جب زینب کو دیکھتا تھا ہر بار اپنے رب کا شکر گزار ہوتا تھا۔۔

♥ ختم شدہ ♥

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔
 ہمیں اپنی ویب نیو ایر میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی
 ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ
 کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے
 ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشا اللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات
 کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایر میگزین